معارفِ رضا

۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء

شمارہ

۱۹

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) پاکستان

۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء

شمارہ
۱۹

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) پاکستان

شمارہ: ۱۹

۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء

بانی: سیّد محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

۲۵ - جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر کراچی ۷۴۴۰۰

فون: ۷۷۲۵۱۵۰ پوسٹ بکس ۷۴۸۹، ٹیلیگرام: "المختار" اسلامی جمہوریہ پاکستان

بیاد گار

❖

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء .... ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء

❖❖❖

رسالہ	....	معارف رضا
سن اشاعت	....	۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء
شمارہ	....	۱۹
تعداد	....	۱۰۰۰
نگران طباعت	....	اقبال احمد اختر القادری
ہدیہ	....	-/۹۰ روپے

ناشر

❖

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) پاکستان

❖❖❖

تقسیم کار

الختار پبلی کیشنز

☆ کراچی : ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی ۷۴۴۰۰، فون : ۷۷۲۵۱۵۰
☆ اسلام آباد : ڈی ۴/۴۴، اسٹریٹ ۳۸، سیکٹر ایف ۱/۶، اسلام آباد ۴۴۰۰۰، فون : ۸۲۵۵۸۷

مشمولات

مشمولات

نظر اک چمن سے دوچار ہے، نہ چمن، چمن بھی نثار ہے
عجب اُس کے گُل کی بہار ہے کہ بہار بُلبُل زار ہے

وہی نذرِ شہ میں زرِ نکو، جو ہو اُن کے عشق میں زرد رُو
گل خلد اس سے ہو رنگ جو، یہ خزاں وہ تازہ بہار ہے

نہ دلِ بشر ہی فگار ہے کہ مَلک بھی اُس کا شکار ہے
یہ جہاں کہ ہژدہ ہزار ہے، جسے دیکھو اُس کا ہزار ہے

وہ اُنھیں چمک کے تجلّیاں کہ مٹا دیں سب کی تعلیاں
دل و جاں کو بخشیں تسلیاں، ترا نُور بارِد وحار ہے

یہ سمن، یہ سوسن و یاسمن، یہ بنفشہ سُنبل و نسترن
گل و سرو و لالہ بھرا چمن، وہ ہی ایک جلوہ ہزار ہے

رُسل و مَلک پہ دُرود ہو، وہی جانے اُن کے شمار کو
مگر ایک ایسا دکھا تو دو، جو شفیع روزِ شمار ہے

یہ صبا سَنک، وہ کلی چٹک، یہ زباں چہک، لب جُو چھلک
یہ مہک جھلک، یہ چمک دمک، سب اُسی کے دم کی بہار ہے

وہ تری تجلّی دل نشیں کہ جھلک رہے ہیں فلک زمیں
ترے صدقے میرے مہِ مُبیں! مری رات کیوں ابھی تار ہے!

یہ ادب جُھکا لو سَرِ وِلا کہ مَیں نام لُوں گل و باغ کا
گُلِ تر محمدِ مصطفیٰ ﷺ، چمن اُن کا پاک دیار ہے

گنہِ رضا کا حساب کیا! وہ اگرچہ لاکھوں سے ہیں سوا
مگر اے عفُوٗ، ترے عفُوٗ کا، تو حساب ہے نہ شمار ہے

أحمد رضا قطب العرب والعجم

دكتور

حازم محمد محفوظ

قسم اللغة الأردية وآدابها

جامعة الأزهر الشريف

مدينة نصر ـ القاهرة ـ مصر

العُربُ مثـل العُجـمُ قـد أحببتَهـا ∴ وزرعـت فيهـا الحُـبَّ بـالوجدان

وكسـوتها ومـلأت كـل رحابهـا ∴ علـم الفقيـه بسـنةٍ وبيـانِ

وفتحـت آفـاق العلـوم متوجـاً ∴ بـالنور والملكـوت والبرهـان

قـد قـال الهمنـى الصـواب محبـة ∴ فـى الهاشـمىِّ المصطفى العدنـان

هـذا هـو القطـب المعظـم اسـمهُ ∴ أحمـد رضـا مـن نـوره أعطـانى

أحمـد رضـا وهـب الحيـاة محبـة ∴ برسـولهِ واللــهِ والقـرآن

لـم يكتـم الشـعراء عنـك مديحَهـم ∴ عِقـد المكـارم عنـده كجُمـان

نم يا عروس الـروض نومـة هـانىء ∴ ذكـراك فـى كـل القلـوب تهـانى

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم

اداریہ

سید وجاہت رسول قادری

(صدر)

جن حضرات نے امام احمد رضا کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ بلاشبہ امام احمد کی ذات علوم و فنون کا ایک گلستاں ہے' ایک ایسا گلستاں جہاں نوع بنوع کے سینکڑوں دلکش و خوش رنگ پھول شگفتہ و تابندہ اہل علم و نظر کو دعوت نظارہ و استفادہ دیتے نظر آتے ہیں۔

امام احمد رضا دور جدید کے کسی کالج یا یونیورسٹی کے فارغ التحصیل نہ تھے نہ ہی انہوں نے مغربی تعلیمی نصاب کے تحت تعلیم حاصل کی لیکن ان کے ہاں جو وسعت علمی' موضوعات پر گرفت اور مختلف النوع علوم و فنون جدیدہ و قدیمہ پر جو کامل دسترس دیکھنے میں آتی ہے وہ ان کے ہمعصر علماء میں شاذ و نادر ہی نظر آتی ہے۔

امام احمد رضا کی زندگی کے شب و روز کا زیادہ حصہ تصنیف و تالیف میں گذرتا تھا۔ انہماک کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک ماہ مسلسل شبانہ روز کتب بینی فرماتے۔ آپ کے کثرت مطالعہ' وسعت علمی' تحقیق و تدقیق اور زود نویسی کی بین دلیل آپ کی تصانیف کی کثرت ہے۔ پاک و ہند ہی نہیں بلکہ آپ کے زمانے میں بلاد اسلام میں شاید ہی کوئی ایسا عالم ہو جس کی تصانیف و تالیفات تنوع اور کثرت تعداد کے اعتبار سے آپ کے ہم پلہ ہو۔ آپ کی نگارشات اعلیٰ پایہ کی تحقیقاتی مواد اور دلائل و براہین سے مزین ہوتی ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے تحقیق و ریسرچ سے متعلق اپنے افکار و خیالات اپنے ایک رسالہ **"حجب العوار عن مخدوم بہار"** میں پیش کئے ہیں جس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا تحقیقی معیار دور جدید کے محققین سے بھی کہیں بلند ہے۔

امام احمد رضا کی نگارشات کی اس

خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ریسرچ و تحقیق کے حوالے سے معروف بین الاقوامی شخصیت حکیم محمد سعید صاحب (م ۱۹۹۸ء) اپنے ایک مقالے میں رقم طراز ہیں:

"میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت اس لئے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں صرف قدیم فقہا میں نظر آتی ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ قرآنی نصوص اور سنن نبویہ کی تشریح و تعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لئے قدیم فقہا جملہ علوم و وسائل سے کام لیتے تھے، اور یہ خصوصیت مولانا کے فتاویٰ میں موجود ہے۔"

امام احمد رضا نے جس چیز کو اپنا معیار زندگی بنایا وہ سید عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا "اسوہ حسنہ" ہے اور اسوہ رسول کی یہ شان ہے کہ اس میں فرصت کے لمحات نہیں، کیونکہ ایک مرد مومن کا ہر لمحہ اقامت دین، تزکیہ نفس، تعلیم، علم و حکمت اور رضائے محبوب کے حصول میں بسر ہوتا ہے، یہی اس کی حیات مستعار کا مطلوب اور "اسوہ رسول" کا مقصود ہے۔ وہ زندگی کے آخری سانس تک اسی مشن کی تکمیل میں مصروف رہتا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کی حیات کا مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے ایک مرد مومن کی زندگی بسر کی، انہوں نے حیات جاودانی کے حصول میں حیات فانی کا ہر ہر لمحہ اپنے آقا و مولا سرور ہردوسرا علیہ التحیتہ والثناء کی رضا جوئی اور حصول خوشنودی میں اس طرح گذارا کہ "عبدالمصطفیٰ" کے خطاب سے موسوم ہوئے اور اپنی حیات دنیوی کے قیمتی لمحات کو "اتباع و ذکر رسول" میں اس طرح صرف کیا کہ "عاشق رسول" کہلائے۔ انہوں نے اقامت دین، تزکیہ نفس اور تعلیم علم و حکمت اور ابلاغ احسان و سنت کا فریضہ اس قدر خوش اسلوبی سے ادا کیا کہ "رہبر شریعت و طریقت" اور "مفتی دوراں"۔ "فقیہہ نکتہ داں"۔ "امام العصر" اور "مجدد ذی شان" کے القاب سے نوازے گئے۔

امام احمد رضا نے ہمیں جو "متاع لوح و قلم" اور "عشق رسول" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم دولت تفویض کی آلہ قرطاس و قلم سے اس کے ابلاغ کے لئے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان ہر سال امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر "معارف رضا" کا اجراء کرتا ہے جس میں اردو، انگریزی اور عربی میں ملکی و عالمی سطح کے محققین، علماء اور دانشور حضرات کے مقالات اشاعت پذیر ہوتے ہیں۔ ہر سال کی طرح امسال بھی ملکی و غیر ملکی اسکالرز کے تین زبانوں میں مقالات شائع کئے جا رہے ہیں۔

عصر حاضر کے معروف عرب محقق ڈاکٹر حسین مجیب مصری (استاد کلیتہ الاداب جامعہ عین شمس، قاہرہ، مصر، جن کی تصانیف دنیا کی مختلف آٹھ زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں کئی بین الاقوامی ایوارڈز سے نوازے جا چکے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال کے حوالے سے کام کرنے پر حکومت پاکستان نے بھی ایوارڈ

سے نوازا) اور ڈاکٹر سید حازم محمد احمد المحفوظ (استاد' جامعتہ الازہر قاہرہ' مصر' جنہوں نے حدائق بخشش کا عربی میں انتخاب "بساتین الغفران" کے نام سے مرتب کیا نیز امام احمد رضا پر کئی مقالات تحریر فرما چکے ہیں) کے عربی مقالات شامل اشاعت ہیں۔

بھارت سے مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں (بریلی شریف)' علامہ محمد حنیف خاں رضوی بریلوی (بریلی شریف)' مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی و ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بریلی شریف)' مولانا محمد علی رضا قادری (ممبئی)' علامہ شمس الدین خاں مشاہدی (ناسک)' مولانا شبیہہ القادری (سیوان)' ڈاکٹر محمد صابر سنبھلی (مراد آباد) کے مقالات پیش کئے جا رہے ہیں جبکہ پاکستان سے تعلق رکھنے والے جن علماء و فضلاء اور اہل قلم کے مقالات معارف رضا کی زینت ہیں ان میں علامہ مفتی محمد خان قادری (لاہور)' علامہ مفتی غلام یٰسین امجدی (کراچی)' مفتی علیم الدین نقشبندی (جہلم)' علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی (بہاولپور)' ڈاکٹر جلال الدین نوری (کراچی)' ڈاکٹر محمد مالک (ڈیرہ غازی خان)' ڈاکٹر مجید اللہ قادری (کراچی)' پروفیسر مجیب احمد (راولپنڈی)' محمد طاہر نثار (لاہور)' ڈاکٹر اقبال احمد اخترالقادری (کراچی)' پروفیسر سلیم اللہ جندراں (منڈی بہاؤالدین)' محمد بہاء الدین شاہ (چکوال) اور محمد اکبر اعوان (کوئٹہ) شامل ہیں۔

ہم اپنے ان تمام مقالہ نگار حضرات کے ممنون ہیں جنہوں نے ہماری دعوت پر معارف رضا ۱۹۹۹ء کے لئے ہمیں اپنی نگارشات بھیجیں۔ ہم اپنے ان کرم فرماؤں کے بھی سپاس گزار ہیں جن کے دامے' درمے' قدمے' سخنے تعاون کی بدولت معارف رضا ۱۹۹۹ء کی طباعت و اشاعت ممکن ہو سکی' خصوصی طور پر ہمارے سرپرست اعلیٰ حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ' محترم شیخ نثار احمد صاحب چیئرمین پراچہ ٹیکسٹائل ملز' محترم حاجی امین برکاتی صاحب' محترم حاجی رفیق برکاتی صاحب' برادران محترم جاوید حبیب اور محترم زبیر حبیب' جناب حاجی حنیف جانو صاحب سابق چیئرمین چیمبر آف کامرس کراچی اور دیگر معاونین حضرات۔

خاص طور سے ہم یہاں ادارے کے اعزازی فائنانس سیکریٹری جناب منظور حسین جیلانی صاحب زید مجدہ کا ذکر کریں گے جن کی ذاتی اور بے لوث جدوجہد کی وجہ سے ہمیں کسی مرحلے پر وسائل کی کمی کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور تمام اہم مواقع پر وافر وسائل مہیا کرنے کا اہتمام کیا۔ ادارہ اس سلسلہ میں جناب منظور حسین جیلانی صاحب کا اور ان تمام حضرات کا جنہوں نے ان کی معرفت ہمارے ساتھ مالی تعاون کیا' شکرگزار ہے۔ نیز جناب جیلانی صاحب کو حبیب بینک کے سینئر وائس پریذیڈنٹ کے عہدے پر ترقی پانے پر مبارکباد بھی پیش کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں ہم ادارہ کے اعزازی رابطہ سیکریٹری محترم عبدالطیف قادری صاحب کے بھی

سپاس گذار ہیں کہ انہوں نے اپنی گوناں گوں کاروباری اور نجی مصروفیات کے باوجود مالی وسائل مہیا کرنے میں ادارے سے خصوصی تعاون کیا' **فجزا کم اللہ احسن الجزاء**

معارف رضا ۱۹۹۹ء صوری اور معنوی زیب و آرائش اور اس کی طباعت و اشاعت کو خوب سے خوب تر بنانے میں ادارے کے مرکزی آفس سیکریٹری محترم اقبال احمد اخترالقادری صاحب' اکاؤنٹینٹ محترم سید خالد سراج قادری' آفس اسسٹنٹ محترم سید زاہد اللہ قادری کی پرخلوص انتھک کاوشوں کو بھی بڑا داخل ہے جن کے بغیر معارف رضا ۱۹۹۹ء کی بروقت طباعت ممکن نہ تھی۔ ان کی کاوشیں ہر اعتبار سے لائق ستائش ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان تمام مذکورہ حضرات گرامی کو دنیا و آخرت میں اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے (آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

قارئین کرام! ہم نے اپنی دانست میں کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ میں حتیٰ المقدور احتیاط برتی ہے لیکن اس کے باوجود اگر الفاظ اور جملوں میں کوئی فروگذاشت رہ گئی ہو تو اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔

آخر میں ہم محترم جناب سید لخت حسنین شاہ صاحب (چیئرمین مسلم ہینڈز' برطانیہ) اور ان کے رفقاء کے تہہ دل سے ممنون و مشکور ہیں کہ انہوں نے گذشتہ برس ہمارے اسلام آباد آفس اور اب مرکزی دفتر (کراچی) کے لئے کمپیوٹر سیٹ بمعہ پرنٹرو فیکس مشین عطیہ کئے' اللہ تعالیٰ ان حضرات کو دین و دنیا میں اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ (آمین)

محترم قارئین! یہ راقم گذشتہ اکتوبر (۱۹۹۸ء) سے کافی ابتلاء میں رہا۔ عارضہ قلب (ہارٹ اٹیک) ہوا' پھر اینجیو پلاسٹی آپریشن ہوا' کئی ماہ صاحب فراش رہنے کے بعد بحمداللہ شفایاب ہوا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ شافی وکافی بطفیل سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حقیر پر تقصیر کو شفاء کاملہ صحت عاجلہ عطا فرمائے۔

آخر میں ہم اللہ بزرگ و برتر کے آگے سربسجود ہیں کہ اس نے ہمیں یہ توفیق رفیق عطا فرمائی کہ ہم "معارف رضا" کے اجراء کی صورت میں "نقش قدم حضرت حسان الہند" پر گامزن رہتے ہوئے علم حقیقی کے ابلاغ اور "محبت رسول" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چراغ جلانے کے نیک عمل میں مشغول ہیں' **الحمدللہ علی احسانہ** اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس پیشکش کو شرف قبول عطا فرمائے' ہماری کاوشوں کو سعی مشکور بنائے اور ہمیں اخلاص عمل عطا فرمائے۔ آمین

بجاہ سیدالمرسلین و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ و علی الہ واصحابہ وازواجہ و زرہاتہ و علماء ملتہ اجمعین و بارک وسلم

یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

مولانا احمد رضا خان كما عرفته

بقلم : دكتور حسين مجيب المصرى

الاستاذ بكلية الآداب من جامعة عين شمس والعضو الخبير

بالمجمع اللغوى و عميد دراسات الادب الاسلامى المقارن

من المعلوم على وجه اليقين ان المعرفة لاتنتهى ابدا بل تقبل الزيادة ابدا' وان العلم لن يقف عند نهايه كما لا يحيط به من كل نواحيه وشتى مراميه كائن من يكون ولو امتد به العصر طويلا. فالعلم يحيط الانسان بقدر منه واهل العلم فى مقدار علمهم على تفاوت وهذا متعارف معلوم.

ان العلم ليس حكرا على احدٍ وقد يعرف منه شاب فى ريق شبابه مالا يعرف شيخ فى شيخوخته الفانية ' ولقد سعدت منذ اشهر معدودات حينما اقترح على تلميذى حازم محفوظ فور عودته من باكستانٍ ان انقل الى الشعر العربى منظومة مولانا احمد رضا خان التى تسمى (المنظومة السلامية) والتى نظمها فى مدح سيد الانبياء. صلى الله عليه وسلم. وهى تستمد عنوانها من ان الشاعر كرر فى نهاية كل بيت قوله "عليه مئات الوف التسليمات" وهذا مبالغة فى التكثير و رغبة فى الافصاح عن فرط الاكرام والاعظام.

قطبت بذالك نفسا ووعدته خيراً ولكنى رغبت اليه ان نتعاون معا فى تصدير هذه المنظومة. وهى فى مائة و واحد وسبعين بيتا. بلدراسة مستفيضة نبلغ فيها الوسع متعرفين على صاحب المنظومة وعلى منزلة منظومته خاصة ان انبئنى بان ابيات منها تتلى بعد صلاة الجمعة فى مساجد اهل السنة والجماعة فى باكستان والهند و بنجلاديشٌ فايقنت ان لها سيرورة عظيمة و رفعة المنزلة فى قلوب اهل لا اله الا اللهُ على النطاق الاوسع. ولما كنت من نذر من عمره عمرا طويلا فى التساليف فى الادب الاسلامى المقارن استخرت الله و اتكلف عليهٔ وصح منى العزم على ان نهيى هذه التقدمة المستوعبة ونخلى ذرعنا لمراجعة كل اوجل ماكتب عنها من دراساتٌ وان نضيف اليها من عندياتناً وان نعقد المقارنات بينها وبين ما يشبههاً كما نقارن بين

نظامها و من يشبهه من اعلام الاسلام فى العصر الحاضر وهو العلامة محمد اقبال ثم نقوم بشرحها شرحا نستطرد فيه استطرادا مفيداً وذلك توسيعا للمعرفة وتحقيقا المنفع.

ووالله ما عرفت من تلك الدراسة. التى بذلت فيها غاية الوسع. الامام يقوم بها الدليل على ان مولانا احمد رضا خان علم من اعلام الاسلام الذين انجبتهم شبه القارة فى العصر الحديث' وان له رفعة المنزلة و علو الدرجة عند المسلمين من اهل السنة والجماعة فى باكستان والهند وبنجلاديش و افغانستان' وبلغ من تكريم المسلمين لهذا العلم من علماء الاسلام حد انهم اطلقوا اسمه على عشرات الجامعات و مراكز البحوث فى باكستان والهند وعديد من الجوامع والمساجد. وعرفت من سيرته انه كان موصول الصلة بعلماء الدين الجهابذة فى ارض الحجاز فقد ادى مناسك الحج مرتين' وهناك وصل اسبابه باسباب علماء الدين واخذ معهم باطراف الاحاديث. وكان لارائه وقع فى نفوسهم' فبجلوه ماشاء الله ان يبجلوه. ودامت صلة المودة بينه وبينهم طويلا وطالما قدموا عليه زوارا فى مسقط راسه.

وبالذكر حقيق ما قبل بان اكثر من ثلاثه الاف كتاب كتبت عند هذا العلم و مولفاته' وقد يكون الكتاب الذى يصدر بعد قليل عنه' وهو ترجمة منظومته. التى شرحتها ونقتها الى الشعر العربى. فى عداد هذه الكتب.

اما ما قل من ان لهذا العالم من الاراء ما يبلغ حد الشطط' فهذا مالم يمرلى بسمع ولا وقعت عليه فى صحيفة عين' والله على ما اقول شهيد. وحسبى ان اكون اخرجت هذا الكتاب عنه' وانا احتسب ذلك عندالله على انه صدقة العلم. ومعلوم ان كل يوم جديد ات من العلم بمزيد.

وبناء على ما اسلفنا من قول لا ارى وجه لتجريحنا ونرجو كف الملامة عنا' وما عرفنا على مولانا "احمد رضا الاالخير... كل الخير"

ولقد امتدحه العلامة "محمد اقبال" الذى عايشته فى مؤلفاته. اكثر من اعوام ثلاثين. واخرجت عنه ثمانية كتب ونلت عليها وسام الجدارة من الرئيس محمد ضياء الحق عام ۱۹۸۰م' و "اقبال" هو من هو فى نزعته الاسلامية الاصلاحية وضد التطرف والشطط. يقول ان شبه القارة الهندية من اقصاها الى اقصاما لم يولد فيها من يشبه "احمد رضا خان" فى عبقريته التى لايجود الزمان على احد بما يدانيها' وهذا واضع بالوضوح الاثم فى فتاويه' انها شاهد صدق على حدة ذكائه و عمق تفكيره فى تدبير ما يبدى الراى فيه على انه الفقيه الحق بالمعنى الاصح الادق الذى تضلع فى شتى علوم الدين على نحولا تصادفه عند غيره. انه داب على تعميق

التفكير والتأهل قبل الاعلان عن راية' فهو لا يلو رايه من فراغ بل على النقيض من ذلك' يلتمس اليه كل وسيلة لترجيع ذلك الرأى. و ترتب على ذلك انه عرف فى جزم ويقين ان رايه هو الصواب الاصوب' وبذلك انه فى غنيه عن الرجوع عما قاله فى شتى الفتاوى. ويسعنا قولنا انه يعد ابا حنيفة فى عصرنا الحاضر".

ان الاشارة الى رأى "اقبال" فيه . وهو' من هو فى رجاحة العقل ونفاذ البصيرة. مما تغنى فيه الاشارة عن العبارة.

لقد انشد "اقبال" بعض اشعار "احمد رضا" فى مجالسه فى نشوة اعجابه بها' وهى اشعار فى مدح الرسول صلى الله عليه وسلم.

ان "احمد رضا" اشهر واكبر شاعر من شعراء الاردية مدح سيد الخلق عليه الصلاة والسلام.

والسيد عبدالحى الكهنوى. والد العلامة ابى الحسن الندوى (ابرز علماء الاسلام فى هذا العصر) اطال فى مدح احمد رضا' فاقر بفضله وسعة علمه واعجابه بمؤلفاته فى الفقه الحنفى فقال انه منقطع النظير فى الفقه الحنفى.

كما قيل ان مؤلفات "احمد رضا" بلغت الالف فى خمسة و خمسين علما وفنا' فهذه عبقرية لا شك فيها.

ولا نذكر اننا وقعنا على كلمة فى كتاب اونطق بها لسان ذكرت عنه السوء اين كان .

ومما يجدر ذكره ان جامعة الازهر الشريف اجازت عام ١٩٩٧م رسالة تخصص. ماجستير. تحت عنوان "الامام احمد رضا خان واثره فى الفقه الحنفى"

بقى ان نقول ان مؤلف الموسوعة الميسرة فى الاديان والمذاهب والاحزاب المعاصرة. مع ماله عندنا من كل الاحترام والجلال. لم يدرس اللغة الاردية حتى يقتدر على التعرف على هذا العلامة' مما كتب عنه فيها وخاصة من عايشوه و عاصروه واطلعوا على كل ماجرى به قلمه وانطلق به لسانه.

ونحن نلتمس له المعذرة ان كان عرف شيئا وغابت عنه اشياء والعصمته لله وحده.

اما ولدنا البار حازم محفوظ فنرى ان مقاله لاغبار عليه ويلزمنا بان نستند اليه فيما وردت فيه من معلومات' لانه بارى القوس فقد عرفه احسن من معرفتنا له' لانه عرفه فى قومه و بيئته و من كتبوا عنه' وجمع ورتب و نشر ديوانه العربى المسمى "بساتين الغفران" كما اخرج كتابا قيما عنه تحت عنوان "احمد رضا والعالم العربى".

"محمد أحمد رضا خان" الحنفى القادرى البريلوى
شيخ مشايخ التصوف الاسلامى وأعظم شعراء المدح النبوى فى العصر الحديث

بقلم : دكتور حازم عبدالرحيم المحفوظ

الاستاذ كلية اللغات والترجمة جامعة الأزهر الشريف' قاهره (مصر)

ارغب فى اطلاع القارئ' الكريم على شخصية علم من أعلام الاسلام فى القرن الحالى' أحب العرب. على الاخص. ووقف حياته كلها من أجل نشر الاسلام بين الهندوس والسيخ فى موطنه شبه القارة الهندية' واصلاح أحوال الشعب المسلم فى بلاده. و دعا الى وحدة الامة الاسلامية فى فترة كان الاستعمار الغاشم يهيمن فيها على مقدرات أمتنا الاسلامية.

"محمد أحمد رضا خان" بن "نقى على خان" بن "رضا على خان" يرجع نسبه الى قبيلة افغانية تسمى "برهيج" من قبائل ضواحى مدينة "قندهار" بأفغانستان. قدم أباؤه الى شبه القارة واستوطنوا مدينة بريلى باقليم اتربرديش. وكان والده "نقى على خان" وجده "رضا على خان" من اكابر علماء اهل السنة والجماعة الذين أسهموا بدور كبير فى التصدى لعقائد الفرق الضالة' بالتاليف والتصنيف والموعظة الحسنة والمناظره.

ولد "محمد أحمد رضا خان" فى مدينة "بريلى" فى شوال ١٢٧٢ھ يونيو ١٨٥٦ م وتوفى فى صفر ١٣٤٠ھ اكتوبر ١٩٢١ م ودفن بمشهده الحالى بمدينة "بريلى"

وكانت حياته حافلة فى خدمة الاسلام واهله وقد اشتهر بين معاصريه بتقواه وودعه وتصوفه المستنير ولعمه الغزيز وحبه الصادق لسيدى حضرة الرسول الاعظم. صلوات ربى و تسليماته عليه. والدفاع عن مذهب و عقائد اهل السنة و الجماعة. وانقاد اكابر العلماء ورجال الدين فى العصر الحاضر والمعاصر. فى كل من باكستان و بنجلاديش وافغانستان والهند. لكل فتاواه واجتهاداته التى اساسها القرآن الكريم والحديث النبوى الشريف

واجماع علماء الامة والقياس.

تتلمذ رضا خان على يد علماء اجلاء و شيوخ اعلام. وأنهى دراسته ولما يتجاوز الرابعة عشرة من عمره. وبعدها عكف على تثقيف نفسه بالبحث والمطالعة فى شتى العلوم.

شرع "محمد احمد رضا خان" حياته العلمية بالتدريس والافتاء والتصنيف والوعظ والارشاد. الا انه خصص معظم وقته وجهده فى اصدار الفتاوى وفق المذهب الحنفى الى جانب التاليف. وقد الف اكثر من الف كتاب باللغات الاردوية والعربية والفارسية فى خمسة و خمسين علما وفناء بالاضافة الى ثلاثة دواوين شعرية هى ديوان اردوى فى ثلاثة اجزاء تحت عنوان "حدائق بخشش" و ديوان عربى تحت عنوان "بساتين الغفران" و ديوان فارسى تحت عنوان "ارمغان رضا" وقد عرف بلقبه الشعرى الشهير "رضا".

وأعظم قصائده فى المديح النبوى الشريف. وفى اللغة الاردوية على الاطلاق. قصيدته التى تسمى "القصيدة السلامية" والتى تشتهر بكونها "قصيدة البردة فى الاردوية"

وهو صاحب منهج مستنير فى المديح النبوى الشريف يقول: "لقد تعلمت المديح النبوى من القرآن الكريم" كما كان يشعر بأن المديح النبوى الشريف أصعب وأدق الأغراض الشعرية عند الشاعر الصادق فى محبته لحضرة الرسول الأعظم صلى الله عليه وسلم. ولهذا نجده يبين الطريق الصحيح للذين يتصدون للنظم فى هذا الفن فيقول: "مدح حضرة النبى صلى الله عليه وسلم كالمشى على حد السيف ان بالغت زاحمت الالوهية، ولو قصرت ارتكبت النقيصة".

وفى ضوء منهجه المستنير هذا نظم مئات المنظومات باللغات الاردوية والعربية والفارسية، تدل دون ريب على شدة محبته لحضرة الرسول الأعظم صلى الله عليه وسلم وآل بيته الأطهار و صحابته الكرام وأولياء الله _ ولقد لقبه اكابر معاصريه بلقب: "محب الرسول المطصفى" ولقبه اكابر العلماء و رجال الدين فى الوقت الحاضر بلقب: "حسان العصر".

قام "محمد أحمد رضا خان" باعداد كتب كثيرة فى بيان مقام و منزلة حضرة الرسول الاعظم صلى الله عليه وسلم تلك المنزلة السامية التى لايدنو منها أحد من الخلق على الاطلاق. نذكر، أسماء بعضها. على سبيل المثال. والتى أعدها باللغة الاردوية "سلطنة المصطفى فى ملكوت كل الورى" "هدى الحيران فى نفى الفئى عن سيد الاكوان" "مبين الهدى فى نفى امكان مثل المصطفى".

ولايفوتنا أن نذكر له الترجمة الاردوية العظيمة لمعانى ألفاظ القرآن الكريم والتى تحمل

اسم: "كنزالايمان فى ترجمة القرآن" وقد امتدحها أكابر علماء أهل السنة والجماعة فى شبه القارة.

"وعن مكانته يقول حكيم الأمة وشاعر الاسلام العلامة "محمد اقبال" : "لم يولد فى الأونة الأخيرة فى شبه القارة الهندية عبقرى مثل الامام "محمد رضا خان" رحمة الله عليه. كما هو ظاهر فى فتاواه. فهى شاهدة على ذكائه وجودة طبعه و كمال فقهه و تبحره فى العلوم الدينية ومما اعتاده الاقدام على التفكير العميق قبل اظهار الرأى. وهذا هو السبب فى تصلبه بارائه و عدم احتياجه الى الرجوع فى فتاواه."

ولهذه المكانة والمنزلة يحتفى المسلمون فى شبه القارة الهندية بهذا الرجل فتعقد الاحتفالات الرسمية والشعبية سنوياً' وكان أخرها المؤتمر العالمى الذى نظمه مركز بحوث الامام احمد رضا خان بمدينة كراتشى فى شهر صفر من العام الحالى ١٤١٩ و شارك قيه علماء وأدباء من عدة دول' وشرفت بالمشاركة فيه ببحث عن (الدراسات الرضوية فى مصر العربية) تضمن الدراسات العلمية التى أجريت حول هذا العالم فى الجامعات المصرية وجامعة الأزهر على الأخص' وأعتقد أن هذه الاحتفالات هى أبسط تكريم لعلماء الأمة ومفكريها وأفضل وسيلة لبعث الأمة الاسلامية من جديد.
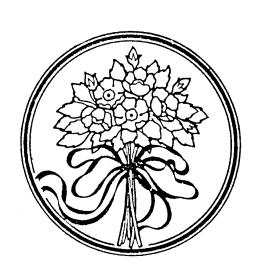
فنِ تجوید و قرأت اور محدث بریلوی

مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی
(ریسرچ اسکالر، بہار یونیورسٹی، مظفر پور، بہار)

دنیائے اسلام میں ایسی شخصیتوں کی کمی نہیں جنہوں نے اپنے علم و فضل اور عقل و بصیرت سے ساری دنیا کو مستفیض اور متحیر کیا۔ بوعلی سینا، عمر خیام، امام رازی، امام غزالی، البیرونی، فارابی وغیرہ وہ ہستیاں ہیں جن کے علمی کارناموں پر رہتی دنیا تک فخر کیا جائے گا۔ ان میں کوئی فلسفہ و حکمت کا امام ہے، کوئی ریاضی ہیئت کا، کوئی فلسفۂ اخلاق کا اور کوئی فلسفۂ یونان کا، کوئی اور کسی فن کا، لیکن ان سب سے زیادہ حیرت انگیز شخصیت سرزمین ہندوستان پر پیدا ہوئی۔ جن کا نام نامی اسم گرامی مولانا احمد رضا خاں ہے۔ جن کو دنیا اعلیٰ حضرت مجددین و ملت فاضل بریلوی کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔ ان کی شخصیت ایسی پہلو دار اور جامع علوم ہے کہ ان کے کسی ایک پہلو پر سیر حاصل بحث کے لئے اس فن کا ماہر ہی اس سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے یہ بات نہایت افسوس ناک ہے کہ اعلیٰ حضرت کی زیادہ تر تصانیف اب تک زیور طباعت سے محروم ہیں ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ ان کی شخصیت کا پورا مطالعہ ممکن نہیں، فاضل بریلوی کے علمی کمالات کا جائزہ لینا ہمارے موضوع علم اور دائرہ فکر سے بھی باہر ہے۔ یہ وہ سمندر ہے جس کی وسعت و گہرائی ناپنے کے ہم اہل نہیں۔ وہ تو صرف چند موجیں ہیں جو ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔ اور صرف یہی موجیں کسی بحرزخار کا پتہ دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں فاضل بریلوی کے کارناموں پر ریسرچ ہورہی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً" تیس پینتیس یونیورسٹیوں میں ڈاکٹریٹ کے مقالے لکھے جارہے ہیں ہند و بیرون ہند کے بہت سے اسکالروں نے مختلف موضوعات پر ڈاکٹریٹ کی

ڈگری حاصل بھی کرلی ہے۔

مذکورہ بالا چند سطور صرف اس لئے لکھی گئی ہیں کہ اس پس منظر کے بغیر اعلیٰ حضرت کی شخصیت کے کسی پہلو کا مطالعہ یا تعارف اس شخصیت کے بارے میں قاری وسامع کے دل و دماغ میں صحیح احساس نہ پیدا کرسکے گا۔ جن علماء و فضلاء اور عقلاء کے نام ہم نے اوپر تحریر کئے ہیں ان میں سے اکثر کسی ایک فن کے امام تھے۔ لیکن فاضل بریلوی کا حال یہ ہے کہ جس فن کی طرف نظر کی وہ ان کے تار نگاہ کا اسیر ہو کر رہ گیا۔ جس علم کی طرف توجہ کی اسے کمال تک پہنچا دیا۔ جس بحر میں غوطہ لگایا تو اس کی پوری گہرائی تک پہنچ کر گوہر ہائے گوناگوں کتاب کے صفحات پر بکھیر دیئے۔ جس چمن کی سیر کی اس میں اپنی بصیرت کے پھول کھلا دیئے اور دراصل علم کا اصلی معیار تصانیف میں تحقیق و بصیرت اور وہ قیاسات عقلیہ ہیں جن سے منقولات پر صحیح حکم لگایا جاسکے۔ لیکن فاضل بریلوی ان علمی حدود سے گزر کر عقل و خرد کی اس منزل پر بھی نظر آتے ہیں جہاں مختلف دنیاوی علوم میں بھی وہ ایجادات و اختراعات کے نمونے پیش کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اس طرح کہ نہ ان کے پاس کوئی تجربہ گاہ تھی اور نہ ہی اس فن میں ان کا کوئی استاد۔ ایسے شخص کو اپنے وقت کا امام کہنا اس دور میں اس لفظ کی آبرو کو قائم رکھنا ہے۔

فاضل بریلوی کسی ایک فن ہی کے امام نہیں بلکہ جدید تحقیق کے مطابق وہ ستر ۷۰ علوم و فنون کے امام تھے۔ ساتھ ہی ساتھ امام القراء بھی تھے۔ اب آپ حضرات اس تناظر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت ملاحظہ فرمائیں۔

اس سلسلہ میں کچھ تحریر فرمانے سے قبل یہ جان لینا ضروری ہے کہ قاری کسے کہتے ہیں؟

اور اس کے لئے کتنے علوم کا جاننا ضروری ہے مزید یہ کہ قراءت کی کتنی صورتیں ہیں؟

کیونکہ کسی علم و فن کے جاننے اور اس کے ماہرین کا اندازہ کرنے کے لئے اس فن کے لوازمات کا جاننا بھی لازمی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اختصار کے ساتھ اس کا بیان ناگزیر ہے۔

قاری کی تعریف اور قراءت کی صورتیں

اصطلاح فن تجوید و قراءت میں قاری علم تجوید، علم وقف، علم رسم، علم قراءت کے جاننے والے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ استاذ القراء قاری احمد ضیا صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں

قاری مقراء کے لئے جس طرح علم تجوید، علم وقف، علم رسم قرآنی حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح علم قراءت کا جاننا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ دراصل قاری ہونا اسی علم کے جاننے پر موقوف ہے۔(۱)

قراءت کی مستقلاً" دو صورتیں ہیں ایک قراءت سبعہ دوسرے قرات عشرہ۔ قراءت سبعہ ساتوں امام یعنی امام نافع مدنی، امام ابن کثیر مکی، امام ابو عمرو بصری، امام ابن عامر شامی، امام عاصم کوفی، امام حمزہ کوفی، امام کسائی کوفی کے اختلاف قراءت کے ساتھ قرآن عظیم پڑھنے کو کہتے ہیں۔ قراءت عشرہ۔ مذکورہ ساتوں اماموں کے علاوہ امام جعفر مدنی، امام یعقوب حضرمی، امام خلف بزار کی قراءتوں کے ساتھ قرآن عظیم پڑھنے کو کہتے ہیں۔

اختلاف قراءت کا فائدہ

اختلاف قراءت سے متعلق کوئی معترض سوچ سکتا ہے۔ کہ آخر ان اختلافات میں کیا خوبی اور کیا حکمتیں تھیں کہ منسوخ نہ ہوئے۔ بلکہ باقی رکھے گئے ایسے معترض کا جواب دیتے ہوئے استاذ گرامی مولانا محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ اپنی کتاب "تدوین قرآن" میں رقم طراز ہیں۔

ان اختلافات میں بھی سے فوائد اور بہت سی حکمتیں ہیں جن میں سے چند یہ ہیں (۱) اُمت کے لئے اس میں بہت نرمی سہولت اور آسانی ہے کہ ان مختلف طریقوں میں سے جس طریق پر کوئی چاہے قرآن کی تلاوت کرے اس کی نماز جائز، اس کا مقصود حاصل اور اس کے لئے اجر ثابت۔ (۲) اگر کوئی شخص تمام طرق کی قراءت کرے تو اس کا ثواب اس حیثیت سے بہت عظیم و کثیر ہے۔ (۳) ان اختلافات کے باعث اہل علم و اجتہاد کے لئے معانی میں فکر و تدبر کی مزید راہیں کھلتی ہیں۔ ہر قراءت کے نظم کی عبارت دلالت، اشارت اور اقتضاء سے احکام و مسائل کے استنباط کا امکان پیدا ہوتا ہے۔ (۴) پھر ان کثیر اختلافات اور ان کی بقا میں حفاظت ربانی کا اعجاز بھی نمایاں ہے کہ اس نے اپنی مقدس کتاب کو ان تمام وجوہ کثیر اور قرات مختلفہ کے ساتھ اسی عالم رنگ و بو اور اسی دنیائے متغیرہ میں ہر قسم کی تحریف اور تغیر و تبدل سے محفوظ رکھا۔ الخ(۲)

علم تجوید و قراءت کی اہمیت

زیر نظر مقالے میں تجوید و قراءت کی اہمیت و عظمت پر روشنی ڈالنا مقالے کی مناسبت سے میں مفید سمجھتا ہوں کیونکہ دور حاضر میں لوگ اس فن کو سیکھنا غیر ضروری تصور کرتے ہیں۔ اور مخارج کی ادائیگی میں لاپرواہی برتتے ہیں۔

لہٰذا فن تجوید و قراءت کی اہمیت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیلی بھیت سے خلیفہ الٰہی بخش نے ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ میں ایک استفتاء بھیجا تھا۔ جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ

"کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ میں اکثر جہلا کو قواعد تجوید سے انکار ہے اور ناحق جانتے ہیں؟ اس استفتاء کے جواب میں اعلیٰ حضرت

فاضل بریلوی رقم طراز ہیں۔

"تجوید نبص قطعی قرآن و اخبار متواترہ سید الانس و الجان علیہ وعلی آلہ افضل الصلواۃ والسلام واجماع تام صحابہ و تابعین و سائرائمہ کرام علیہم الرضوان المستدام حق و واجب و علم دین شرع الٰہی ہے قال اللہ تعالیٰ۔ **ورتل القرآن ترتیلا** اسے مطلقاً ناحق بتانا کلمہ کفر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہاں جو اپنی ناواقفی سے کسی خاص قاعدے پر انکار کرے وہ اس کا جہل ہے اسے آگاہ و متنبہ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(۴)

مذکورہ حکم سے فن تجوید و قراء ت کی اہمیت و عظمت مکمل طور سے واضح ہو گئی۔ اس حکم کے صدور سے اقتضا" میرے حاشیۂ ذہن میں اس بات نے انگڑائی لی کے اعلیٰ حضرت نے بھی بالالتزام اس فن کے حصول کے لئے کوشش کی ہوگی۔ اس سلسلہ میں جب ہم نے اعلیٰ حضرت، کی تصنیفات کا مطالعہ کیا تو یہ عقدہ حل ہو گیا اور میرا اندازہ سو فیصد درست ثابت ہوا۔ کیونکہ فن تجوید اور قراء ت سے متعلق اعلیٰ حضرت کے تین ایسے رسالوں کے نام سامنے آئے کہ جن کی نظیر نہیں ملتی۔ یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی صرف قاری ہی نہیں بلکہ ایک عظیم مفتی بھی تھے یہی وجہ ہے کہ جہاں انہوں نے تجوید و قرات کے مسائل کو بیان کیا ہے وہیں پر انہوں نے فقہ کی معتبر کتابوں سے تلاوت اور نماز سے متعلق مسائل شرعیہ کو بھی بیان کیا ہے کہ کن صورتوں میں نماز ہوگی اور کن صورتوں میں نماز نہیں ہو گی اس کے علاوہ ان لوگوں کا آپ نے رد بلیغ بھی فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے بغیر کسی تحقیق و جستجو کے من مانی جواز و عدم جواز کے فتوے صادر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک ان لوگوں کی زبان گنگ ہے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حرف ضاد کی تحقیق میں ایک رسالہ بنام "نعم الزاد لروم الضاد" مرتب فرمایا۔ مذکورہ رسالہ ایک استفتاء کے جواب میں منصۂ شہود پر آیا۔

ضلع رام پور سے مولوی محمد یحیٰی صاحب نے ۲۴ شوال المکرم ۱۳۱۵ھ میں بزبان فارسی استفتاء کیا تھا کہ "چہ می فرمانید علماء دین و مفتیان شرع متین دریں باب کہ در قراء ت غیر **المغضوب علیہم ولا الضآلین** درچند اشخاص نزاع می مانند و اکثر رسائل وفتاوی دریں باب مختلف ہستند بعضے خواندن ضاد رابدال توارث بین الناس دلیل می آرند و بعضے برائے تبدیل ظاوز اشتابہ صوت رادلیل می گردانند---- الخ"

مذکورہ استفتاء کے جواب میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا جس

میں انہوں نے دلائل و براہین نیز شواہد سے اپنا موقف واضح کیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ ضاد کو دال کی سی آواز میں پڑھنا ناجائز نہیں ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اس کے برخلاف اگر کوئی ضاد کو ظا یا زا یا ذال کی سی آواز میں پڑھتا ہے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے فاضل بریلوی رقم طراز ہیں۔

"چہ قدر نصوص روشن است کہ ایں تبدیلها از کج مج زبانی ہائے کردیاں و ترکیاں و دھقانیان کوفہ وغیرہم عوام وا عجام است و لہٰذا اکثر علمائے متاخرین کہ در محل مشقت روبہ تیسیر کردہ انداں ترخیص راہم بحق عامیاں مقصود داشند۔

بعبض اختصار و در و جوب اداز مخرج بر معنی کہ مسلم است جملہ حروف متساویتہ الاقدام است ہیچ خصوصیت ض رانیست بلکہ تواں گفت کہ چوں ادائے صادق در و اعسراز جمہ حروف است حکم وجوب بعارض مشقت در وے بنسبت سائر حروف رد بتخفیف است **فان المشقتہ تجلب التیسیر و ماضاق امر الا تسع ولا یکلف اللہ نفسا الا و سعها وما جعل علیکم فی الدین من حرج یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر والحمد اللہ رب العالمین** آرے خصوصیت بوجہ عسر مراد درشدت احتیاج باہتمام درآں تحفظ و تیقظ در ادائے آنست۔(۴)

اسی طرح سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا دوسرا رسالہ "**الجام الصاد عن سنن الضاد**" کے نام سے مقبول عام ہوچکا ہے' مذکورہ رسالہ میں آپ نے مسائل حرف ضاد اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ تحریر فرمایا ہے یہ رسالہ بھی ایک استفتاء کے جواب میں زیر تحریر آیا' دربھنگہ سے مولوی محمد یسین صاحب نے ۱۰ر جمادی الاخر ۱۳۱۷ھ کو ایک استفتاء بھیجا تھا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ۔

کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ میں کہ ان اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ ض **معجمہ** کو قصداً" ظا یاذ بلکہ ز **معجمات** پڑھتے ہیں اور اس کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حرف ادا کیا جاتا ہے جس سے بوئے دال مہملہ پیدا ہوتی ہے۔ اس سے نماز مطلقاً" فاسد و باطل بتاتے ہیں اور اپنے دعووں کی سند میں اہل ندوہ وغیرہ ہندیان زمانہ کے چھ فتوے دکھاتے ہیں جن کا خلاصہ کلام و محصل مرام نماز میں ض کو مشابہ و مہملہ پڑھنے پر حکم فساد---- الخ

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی تفصیلی استفتاء کے جواب میں اپنے قلم فیض رقم سے مسائل قراءت اور مسائل شریعت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"کہ ض ظ ذ ز **معجمات** سب حروف متبائنہ

متغ رہ ہیں ان میں کسی کو دوسرے سے تلاوت قرآن میں قصداً" بدلنا اس کی جگہ اسے پڑھنا نماز میں ہو خواہ بیرون نماز حرام قطعی وگناہ عظیم افتراء علی اللہ و تحریف کتاب کریم ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ "نعم الزاد و لروم الضاد" میں اس پر دلائل قاہرہ و باہرہ قائم کیے ہیں۔"

زیر بحث مسئلہ کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ نے اس پر دس دلیلیں پیش کی ہیں اور اپنا موقف ثابت کردیا ہے اور فقہ کی مختلف کتابوں سے یہ حکم بیان کیا کہ **کثیر من المشائخ افتوابہ لعموم البلوی فان العوام لا یعر فون مخارج الحروف** آگے اسی فتوے میں علماء ندوہ پر معارضہ قائم کرتے ہوئے آپ نے لکھا ہے کہ۔

"یہ نزاع خاص اس حرف میں کیوں ہے جہل اور عوام اہل سنت کے جہلا کا علم ض کا دشوار ترین حروف ہونا ظاہر ادا نہ ہوسکنے میں وہ علماء اور یہ جہلا برابر مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذاللہ کلام اللہ و تحریف حرف منزل من اللہ کا قصد نہ کیا وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف یہاں اللہ عزوجل نے اتارا ہے اسی کو پڑھیں اسی کا ارادہ کرتے اسی کا نیت رکھتے اور اپنے زعم میں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ حرف جہان تک ہم سے ادا ہوسکتا ہے اس کی یہی آواز ہے مگر علما وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجزو جہل کے معنی سمجھیں۔ دقتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں۔ وہاں تو مذہب کی بنا ہی آرام پروری پر ہے۔ تراویح کی آٹھ وتر کی ایک رکعت میں قسمت سے انہیں اوروں کے قول مل گئے ورنہ اصل مقصود ہی آرام نفس ہے جاڑا لگتا ہے تیمم کرلو، جماع میں انزال نہ ہو غسل نہ کرو، سال دو سال مرد کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کردو۔ تین طلاقیں ایک جلسہ میں کہیں، بے حلالے سمجھو۔ چھ چیز کے سوا سب میں سو درواء۔ خون و مردار وغیرہ دو ایک چیزیں ناپاک باقی تمام اشیاء حتیٰ کے شراب بھی طاہر---- الخ لاحول ولا قوۃ الا باللہ الواحد القھار(۵)

مذکورہ دونوں رسالوں کے علاوہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حرف ضاد کی تحقیق پر ایک مکمل رسالہ بنام "**بسرا الزاد لحن ام الضاد**" تحریر فرمایا تھا۔ افسوس کہ اس کا مسودہ کہیں گم ہوگیا۔ اے کاش وہ رسالہ بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوتا تو اس سے بھی قارئین کو مواد فراہم ہوتا۔

حوالہ جات

۱۔ جامع القراءت ص ۳)
۲۔ مولانا محمد احمد مصباحی، تدوین قرآن ص ۱۸۷، ۱۸۸
۳۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۱۱۸، ۱۱۹
۴۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۱۱۰
۵۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۱۱۵

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
(ریسرچ اسکالر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا)

امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کی گرانقدر خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں--- ان کی علمی خدمات دنیائے علم و فن کی فضاؤں میں بادل بن کر چھا رہی ہیں، عالم اسلام میں دور دور تک ایسی عظیم ہستی نظر نہیں آتی--- وہ اپنی مثال آپ ہیں---

امام احمد رضا کی قرآن فہمی سے لے کر شعر گوئی تک کے تمام موضوعات ایک جہان نو لئے ہوئے ہیں--- جسٹس میاں محبوب احمد، چیف جسٹس، فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان نے خوب فرمایا کہ وہ مترجم کی حیثیت میں ہوں تو شعور و بیان اور اداؤ زبان کا ایک دلستان جدید نظر آتے ہیں--- محدث کی حیثیت سے دیکھیں تو امام نووی، امام عسقلانی، امام قسطلانی اور امام سیوطی یاد آجاتے ہیں--- فقہ میں امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے کرم توجہ سے کشکول فکر بھرے نظر آتے ہیں--- علم کلام میں امام رضا ابو منصور ماتریدی اور اشاعرہ کے آئمہ وقت اور دقت نظری کا نمائندہ ہیں--- منطق و فلسفہ کا میدان بھی ان کی شہسواری فکر سے پامال ہے، الغرض علوم معقول و منقول کا کون سا شعبہ ہے جس میں انہیں دسترس حاصل نہیں--- بے شک وہ اپنی مثال آپ ہیں---

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں فرمایا کہ تفسیر لکھنے لئے مفسر کو چودہ علوم و فنون میں مہارت لازمی ہے، ورنہ اس کی تفسیر، تفسیر نہیں اور وہ تحریف قرآن کا مرتکب ہوگا--- ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے ۱۹۸۰ء میں تحریر کردہ "حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی" میں امام احمد کو پچپن علوم و

فنون میں مہارت تحریر کی ہے---- ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے اپنے مقالہ "قرآن' سائنس اور امام احمد رضا" میں تقریباً" ستر علوم و فنون کا ذکر کیا ہے' راقم نے اپنے مقالہ "نادرِ زمن ہستی" اور "اِمام العُلوم" میں اکھتر (۷۱) علوم و فنون کی فہرست پیش کی تھی---- مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمتہ اللہ علیہ ایک مقالہ تحریر فرما رہے تھے جس میں انہوں نے سو سے بھی زائد علوم و فنون پر دلائل سے دسترس ثابت کی تھی مگر افسوس کہ اس مقالہ کی تدوین سے قبل ہی ان کا وصال ہوگیا---- تقریباً" پانچ سو برس قبل عہد اکبری میں ہندوستان میں شاہ وجیہہ الدین علوی گجراتی' ایک جلیل القدر عالم و عارف گذرے ہیں جن کے بارے میں تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ چون (۵۴) علوم و فنون پر عبور رکھتے تھے مگر جدید تحقیق نے ثابت کر دیا کہ امام احمد رضا ان پر بھی سبقت لے گئے---- ہاں' ہاں---- بے شک' وہ اپنی مثال آپ ہیں----

علمِ قرآن میں امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن "کنزالایمان" بھی اپنی مثال آپ ہے---- اگر یہ کہا جائے کہ یہ ترجمۂ قرآن تمام مستند تفاسیر قرآن کا نچوڑ ہے تو بے جا نہ ہوگا---- اس کی رفعت و عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان کی سب سے بڑی یونیورسٹی' کراچی یونیورسٹی نے پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کو کنزالایمان کے حوالے سے تحقیقی مقالہ لکھنے پر ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ سند جاری کی ہے---- اتنی بڑی یونیورسٹی کی طرف سے کنزالایمان کے حوالے سے مقالہ پر اعلیٰ ترین ڈگری کا اجراء اس بات کی دلیل ہے کہ امام احمد رضا کی طرح ان کا ترجمۂ قرآن بھی اپنی مثال آپ ہے----

امام احمد رضا نے قرآن کریم کے ترجمہ کے علاوہ جزوی تفسیر بھی لکھی تھی چنانچہ مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی کے عرس میں شرکت کے لئے جب بدایوں گئے تو وہاں چھ گھنٹے مسلسل سورۂ والضحیٰ پر تقریر فرمائی اور بعد میں فرمایا کہ اس سورۂ مبارک کی بعض آیات کی تفسیر لکھی تھی جو اسی (۸۰) جز تک لکھ کر چھوڑ دی کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن کریم کی تفسیر لکھ سکوں۔ اس میں شک نہیں کہ اگر آپ باقاعدہ تفسیر قرآن لکھتے تو ترجمہ کی طرح وہ بھی اپنی مثال آپ ہوتی----

امام احمد رضا نے سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی بعض ابتدائی آیات کے ترجمہ پر حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں جو کہ پیغام رضا' بہار (ہندوستان) کے "امام احمد رضا نمبر ۱۹۹۶ء" میں شائع ہوئے' بعد میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' پاکستان نے اپنے تحقیقی مجلّہ سالنامہ "معارف

رضا" ۱۹۹۷ء میں بھی شائع کئے----

بریلی شریف کے ایک جلسہ میں آپ نے بسم اللہ کی تفسیر بیان کی اور اس سے عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت فرمائی۔ اس کا کچھ حصہ علامہ ظفرالدین رضوی کی "حیات اعلیٰ حضرت" جلد اول میں شامل ہے---- آپ کے متعدد رسائل قرآن کریم کی بعض سورتوں اور آیات کی تفسیر پر مبنی ہیں جن میں چند ایک یہ ہیں :

- ○ الصمصام علی مشکک فی آیتہ علوم الارحام
- ○ النفحتہ الفائحہ من مسلک سورۃ الفاتحہ
- ○ نائل الراح فی فرق الریح والریاح
- ○ مشغلتہ الارشاد
- ○ انوار الحکم فی معنی میعاد استجب لکم
- ○ المحجتہ المؤتمنہ فی آیتہ الممتحنہ
- ○ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان
- ○ ابناء الحی ان کتابہ المصون تبیان بکل شئی

اگرچہ امام احمد رضا کو مستقل طور پر پورے قرآن حکیم کی تفسیر لکھنے کا موقع نہ مل سکا مگر آپ کی کتب و رسائل اور فتاویٰ میں جابجا آیات قرآنیہ کی تفسیر اور ابحاث موجود ہیں۔ ضرورت تھی کہ کوئی فاضل ان کو جمع کرے، چنانچہ علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی (بہاولپور) نے یہ کارنامہ سرانجام دیا اور اس حوالے سے ایک جلد بنام "تفسیر امام احمد رضا" تیار کرلی ہے جس کی اشاعت عہد حاضر کی اہم ترین اشاعت ہوگی۔ ناشرین رضویت کو فوراً اس کے لئے اہم اقدام کرنا چاہئے---- فقیر کے خیال میں یہ مجموعہ تفسیر بھی دنیائے تفاسیر میں اپنی مثال آپ ثابت ہوگا----

امام احمد رضا نے بعض اہم تفاسیر پر حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں جن میں :

- ○ حاشیہ تفسیر بیضاوی
- ○ حاشیہ تفسیر خازن
- ○ حاشیہ الدر المنثور
- ○ حاشیہ عنایتہ القاضی
- ○ حاشیہ معالم التنزل
- ○ حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی

وغیرہ اہم اور قابل ذکر ہیں---- اس امر کی بھی نہایت ضرورت ہے کہ امام احمد رضا کے ان حواشی کو اصل متون پر چڑھا کر متن اور حاشیہ ایک ساتھ شائع کیا جائے کیونکہ عالم اسلام کی ان اہم تفاسیر پر امام احمد رضا کے تفسیری حواشی بھی اپنی مثال آپ ہیں----

ماخذ

۱۔ جلال الدین سیوطی، امام، الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ مصر

۲۔ ظفرالدین رضوی، ملک العلماء، حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ بریلی
۳۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ سیالکوٹ
۴۔ مجلّہ، امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۲ء/ ۱۹۹۴ء، مطبوعہ کراچی
۵۔ مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، قرآن، سائنس اور امام احمد رضا، مطبوعہ کراچی
۶۔ اقبال احمد اختر القادری، نادر زمن ہستی، مطبوعہ حیدر آباد سندھ
۷۔ رحمت اللہ صدیقی، مولانا، پیغام رضا (امام احمد رضا نمبر ۱۹۹۶ء) مطبوعہ بہار، انڈیا
۸۔ مقصود حسین اویسی، اقبال احمد اختر القادری، علم کے موتی، مطبوعہ کراچی
۹۔ فیض احمد اویسی، علامہ، امام احمد رضا اور فن تفسیر، مطبوعہ بہاولپور
۱۰۔ سید ریاست علی قادری، امام احمد رضا کی جدید علوم پر دسترس، مشمولہ سالنامہ معارف رضا ۱۹۹۱ء مطبوعہ کراچی

امام احمد رضا اور علم حدیث

علامہ محمد حنیف خان رضوی بریلوی

(صدر مدرس، جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج بریلی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی عبقری اور عظیم المرتبت شخصیت پچاس سے زیادہ علوم و فنون کی حامل تھی، اس پر آج بھی ان کی تصانیف شاہد عدل ہیں، وہ کون سا علم و فن تھا جس میں آپ نے اپنی یادگار تصانیف نہیں چھوڑیں، بارہ ضخیم جلدوں میں فتاوی رضویہ ان کا ایسا فقید المثال تحقیقی کارنامہ ہے جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ان فتاویٰ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ یہ کتنے علوم پر مشتمل ہیں اور فتاویٰ رضویہ جلد اول تو اپنی مثال آپ ہے۔

یہ ہی وجہ ہے کہ آپ کے تفقہ فی الدین کے قائل صرف معتقدین و متوسلین ہی نہیں بلکہ مسلکی اختلاف رکھنے والے بھی اس بات کے معترف ہیں کہ امام احمد رضا علم فقہ میں ایک کوہ گراں تھے اور میدان فقاہت میں آپ کی مجتہدانہ شان تھی۔

حکیم عبدالحی لکھنوی صاحب لکھتے ہیں:

ان (امام احمد رضا) کے زمانہ میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید ہی کوئی ان کا ہم پلہ ہو، اس حقیقت پر ان کے فتاویٰ اور ان کی کتاب کفل الفقیہ شاہد ہے جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی(۱)

لیکن اپنے والد گرامی کے اس اعتراف کے بعد بھی ان کے بیٹے مولوی ابوالحسن علی میاں ندوی نے نہایت متعصبانہ لب و لہجہ اختیار کرتے ہوئے قوسین میں اس عبارت کا بے بنیاد اضافہ کر ڈالا۔

"کان قلیل البضاعۃ فی الحدیث والتفسیر"(۲)

اسی طرح انوار الباری شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں مولوی احمد رضا بجنوری نے بھی

آپ کو فقیہ تسلیم کیا لیکن ساتھ ہی حدیث میں ضعیف قرار دیا۔

حالانکہ یہ سب بے بنیاد باتیں اور آپ کی تصانیف سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہیں، حقیقت یہ ہے کہ دیگر علوم و فنون میں تبحر حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ علم حدیث میں بھی آپ کا مقام و مرتبہ نہایت بلند تھا جیسا کہ آپ کی تصانیف سے ظاہر ہے، چشم بینا ہو تو آپ کی تصانیف میں آپ کے تبحر فی علم الحدیث کی کثیر مثالیں مل جائیں گی بلکہ آپ کو علم فقہ میں فقید المثال تسلیم کر لینے کے بعد تو یہ بات بھی ناقابل انکار حقیقت بن جاتی ہے کہ آپ جب عظیم فقیہ ہیں تو بلا شبہ عدیم النظیر محدث بھی کہ فقیہ کے لئے علم حدیث میں تبحر لابدی اور لازمی چیز ہے۔

اس مختصر مقالہ میں راقم نے اہل علم اور صاحب نظر حضرات کے لئے اس بات کا وافر ثبوت فراہم کیا ہے کہ بلاشبہ امام احمد رضا محدث بریلوی علم حدیث میں ہر حیثیت سے یگانہ روزگار اور اپنی مثال آپ تھے۔

محدث اعظم ہند حضرت سید محمد اشرفی کچھو چھوی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے استاذ محترم عمدۃ المحدثین حافظ بخاری حضرت علامہ شاہ وصی احمد صاحب محدث سورتی علیہ الرحمتہ والرضوان سے معلوم کیا کہ علم حدیث میں امام ۲ احمد رضا کا کیا مرتبہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

"وہ اس وقت امیر المومنین فی الحدیث ہیں" پھر فرمایا: "صاحبزادے! اس کا مطلب سمجھا؟ یعنی اگر میں اس فن میں عمر بھر ان کا تلمذ کروں تو بھی ان کے پاسنگ کو نہ پہنچوں میں نے کہا سچ ہے۔

ولی راولی می شناسد و عالم را عالم می داند(۳)

خود محدث اعظم کچھوچھوی فرماتے ہیں:

"علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں، ہر وقت پیش نظر، اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم حدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے، اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے، اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا۔ اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت"(۴)

امام احمد رضا محدث بریلوی سے ایک مرتبہ سوال ہوا کہ آپ نے حدیث شریف کی کون کون سی کتابیں درس کی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

مسند امام اعظم، موطا امام محمد، کتاب الاثار،

کتاب الخراج، کتاب الحج، شرح معانی الاثار، موطا امام مالک، مسند امام شافعی، مسند امام احمد، سنن دارمی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، خصائص نسائی، منتھی الجارود، علل متناہیہ، مشکوۃ، جامع کبیر، جامع صغیر، منتقی ابن تیمیہ، بلوغ المرام، عمل الیوم واللیل، الترغیب و الترھیب، خصائص کبریٰ، الفرج بعد الشدۃ، کتاب الاسماء والصفات وغیرہ پچاس سے زائد کتب حدیث میرے درس و تدریس و مطالعہ میں رہیں۔(۵)

امام احمد رضا نے چند کتب شمار فرما کر پچاس سے زائد کی بات اجمالاً" ذکر کر دی، یعنی آگے شمار کرنے کے لئے میری تصانیف کا مطالعہ کرو، تم پر خود ہی واضح ہو جائے گا کہ میں نے علم حدیث میں کن کن کتابوں کو پڑھا اور پڑھایا ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں جب راقم الحروف نے تلاش و جستجو کی شروع کی تو اب تک امام احمد رضا محدث بریلوی کی ۳۵۶ کتب و رسائل میں مجھے ۲۴۰ کتب حدیث کی نشان دہی ملی جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

کتاب	مصنف	وفات
۱۔ امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲ھ
۲۔ الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی	۴۱۶ھ
۳۔ الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴ھ
۴۔ الادب المفرد	محمد ابن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶ھ
۵۔ اعتلاء القلوب	محمد ابن جعفر الخزائطی	۳۲۷ھ
۶۔ احیاء العلوم	محمد ابن محمد الغزالی	۵۰۵ھ
۷۔ ارشاد الساری، ۱۰ اجزاء	شہاب الدین احمد بن القسطلانی	۵۲۳ھ
۸۔ ازالۃ الخفاء	الشاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی۔	
۹۔ الاکتفاء فی فضل الخلفاء الاربعہ	ابراہیم الشافعی	
۱۰۔ الفیہ		
۱۱۔ انسان العیون، ۳ اجزاء	شیخ نورالدین علی ابراھیم الشافعی الحلبی	۱۰۴۴ھ
۱۲۔ بھجتہ المجالس		
۱۳۔ بسیط		
۱۴۔ تفسیر معالم التنزیل	محی السنتہ ابو محمد حسین ابن مسعود الفراء البغوی	۵۱۶ھ (مصری)

کتاب	مصنف	سن وفات
۱۵۔ التاریخ الکبیر	محمد ابن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶ھ
۱۶۔ تاریخ بغداد، ۱۴ اجزاء	ابو بکر احمد ابن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
۱۷۔ تلخیص المتشابہ	ابو بکر احمد ابن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
۱۸۔ التاریخ الکبیر لدمشق، ۷ اجزاء	علی بن الحسن الدمشقی المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
۱۹۔ تاریخ مدینہ	علی بن الحسن الدمشقی المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ
۲۰۔ تفسیر طبری جامع البیان	محمد ابن جریر الطبری	۳۱۰ھ
۲۱۔ تفسیر نیشاپوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشاپوری	۷۲۸ھ
۲۲۔ تفسیر در منثور	امام جلال الدین السیوطی	
۲۳۔ تفسیر کبیر	محمد ابن عمر الامام فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
۲۴۔ تفسیر ابن منذر		
۲۵۔ تفسیر ابن ابی حاتم		
۲۶۔ الترغیب والترھیب	الحافظ ذکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی	۶۵۶ھ
۲۷۔ التوبیخ	ابو الشیخ الاصبحانی	
۲۸۔ تاریخ ابن النجار	محمد ابن محمود ابن النجار البغدادی	
۲۹۔ تاریخ	سلیمان ابن احمد الطبرانی	۳۶۰ھ
۳۰۔ ثواب العبادات	ابو الشیخ الاصبحانی	
۳۱۔ جزء حدیثی	ابو الحاتم محمد الخزاعی	
۳۲۔ جزء حدیثی	عبد الصمد ابن عبد الرحمٰن البزار	
۳۳۔ جزء حدیثی	شاذان الفضلی	
۳۴۔ جزء حدیثی	حسن ابن عرفہ	
۳۵۔ جامع	ابو بکر عبد الرزاق ابن ھمام الصنعانی	۲۱۱ھ
۳۶۔ الجامع للبخاری	محمد ابن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶ھ
۳۷۔ الجامع للترمذی	ابو عیسیٰ محمد ابن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹ھ
۳۸۔ الجامع المسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱ھ

۳۹۔ الجامع الصغیر	جلال الدین ابن عبد الرحمٰن السیوطی	۹۱۱ھ
۴۰۔ جعدیات	حسین ابن منصور البغوی	۵۱۶ھ
۴۱۔ حصن حصین	محمد بن محمد بن محمد الجرزی	۸۳۳ھ
۴۲۔ حلیفۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبحانی	۴۳۰ھ
۴۳۔ حلیفۃ المجلی	محمد بن محمد بن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹ھ
۴۴۔ الخصائص الکبریٰ	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱ھ
۴۵۔ خلافیات	ابو بکر احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸ھ
۴۶۔ دلائل النبوۃ	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبحانی	۴۳۰ھ
۴۷۔ دلائل النبوۃ	ابو بکر احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸ھ
۴۸۔ ذم الغیبتہ	عبد اللہ ابن محمد ابن ابی الدین القرشی	۲۸۱ھ
۴۹۔ ذخائر العقبیٰ	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰ھ
۵۰۔ رد المحتار	محمد امین بن عمر عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ
۵۱۔ الریاض النضرۃ	حافظ محب الدین الطبری	
۵۲۔ امالی	ابو جعفر محمد طوسی	۴۶۰ھ
۵۳۔ زیادات مغازی	محمد ابن اسحاق ابن حزیمہ	۳۱۱ھ
۵۴۔ السنن لدار قطنی	علی ابن عمر دار قطنی	۳۸۵ھ
۵۵۔ السنن لدارمی	عبد اللہ ابن عبد الرحمٰن الدارمی	۲۵۵ھ
۵۶۔ السنن لابن منصور	ابو عبد اللہ محمد ابن یزید ابن ماجہ	۲۷۳ھ
۵۷۔ السنن لابن منصور	سعید ابن منصور الخراسانی	
۵۸۔ السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان ابن اشعث	۲۷۵ھ
۵۹۔ السنن للنسائی	ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب انسائی	۳۰۳ھ
۶۰۔ السنن الکبریٰ	ابو بکر احمد بن حسین البیہقی	۴۰۸ھ
۶۱۔ السنن الصغریٰ	ابو بکر احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸ھ
۶۲۔ الطب النبوی	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴ھ

۶۳۔ سیرت	ملا عمر بن محمد	
۶۴۔ سیرت کبریٰ	ابن اسحاق	
۶۵۔ شرف المصطفیٰ	حافظ ابو سعید	
۶۶۔ شرح الشفاء	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۶۷۔ شرح مواہب	محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲ھ
۶۸۔ شرح معانی الاثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱ھ
۶۹۔ شمائل ترمذی	ابو عیسیٰ محمد ابن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹ھ
۷۰۔ شعب الایمان	ابو بکر احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸ھ
۷۱۔ شرح السفتہ	حسین ابن منصور البغوی	۵۱۶ھ
۷۲۔ صحیح ابو عوانہ		
۷۳۔ صحیح ابن حیان	محمد ابن حبان التیمی	۳۵۴ھ
۷۴۔ صحیح ابن خزیمہ	محمد ابن اسحٰق ابن خزیمہ	۳۱۱ھ
۷۵۔ صفوۃ الصفوۃ، ۴ اجزاء	عبدالرحمٰن ابن علی الشہیر بابن الجوزی	۵۹۷ھ
۷۶۔ صواعق محرقہ	احمد بن محمد بن علی الشہیر بابن الحجرالمکی الشافعی	۹۷۳ھ
۷۷۔ طیوریات	ابو طاہر سلفی	
۷۸۔ الطبقات الکبیرا ابن سعد	ابو عبداللہ محمد ابن سعد ابن منیع الزہری الواقدی	۲۳۰ھ
۷۹۔ الطب النبوی	ابو نعیم احمد ابن عبداللہ الاصبحانی	۴۳۰ھ
۸۰۔ علل متناھیہ	حافظ ابو الفرج ابن جوزی	۵۹۷ھ
۸۱۔ عمدۃ القاری	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵ھ
۸۲۔ العظمتہ	ابو الشیخ الاصبحانی	۴۳۰ھ
۸۳۔ عمل الیوم واللیلتہ	ابو بکری احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴ھ
۸۴۔ الفرج بعد الشدۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱ھ
۸۵۔ فوائد تمام	تمام بن محمد بن عبداللہ البجلی	۴۱۴ھ
۸۶۔ فوائد ابن عبدالبر	ابو عمر و یوسف بن عبداللہ القرطبی	۴۶۳ھ

۸۷۔ فوائد سمویہ	اسمٰعیل بن عبداللہ المقلب بہ سمویہ	۲۶۷ھ
۸۸۔ فوائد مخلص		
۸۹۔ فوائد حاجب طوسی		
۹۰۔ فوائد شاشی	ہیثم بن کلعب الشاسی	
۹۱۔ فوائد حسن بن سفیان		
۹۲۔ فوائد خلعی		
۹۳۔ فوائد ثقفیات		
۹۴۔ فوائد ابن الفریس		
۹۵۔ فوائد ابن عربی		
۹۶۔ فضائل الصحابہ	خیثمہ بن سلیمان	
۹۷۔ فضائل الصدیق	ابو طالب غشاری	
۹۸۔ فضائل	درلانی	
۹۹۔ فتاویٰ	سراج الدین بلقینی	
۱۰۰۔ فتح الباری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲ھ
۱۰۱۔ قضاء الحوائج	عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا	۲۸۱ھ
۱۰۲۔ کتاب القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷ھ
۱۰۳۔ کتاب المغازی	یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۸ھ
۱۰۴۔ کتاب الزھد	ابو بکر احمد بن حسین البیھقی	۴۵۸ھ
۱۰۵۔ کتاب الاسماء والصفات	ابو بکر احمد بن حسین البیھقی	۴۵۸ھ
۱۰۶۔ کتاب الاخرہ	احمد بن محمد المعروف بابن اسنی	۳۶۴ھ
۱۰۷۔ کتاب الجامع	ابو بکر احمد بن علی الغطیب البغدادی	۴۶۳ھ
۱۰۸۔ کتاب الافراد	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵ھ
۱۰۹۔ کتاب الزھد	احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱ھ
۱۱۰۔ کتاب الاثار	محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹ھ

۱۱۱۔ کتاب الاثار	ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲ھ
۱۱۲۔ کتاب الخراج	ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲ھ
۱۱۳۔ کتاب الضعفاء	محمد ابن حبان التیمی	۳۵۴ھ
۱۱۴۔ کتاب الجرح والتعدیل	محمد ابن حبان التیمی (ابن ابی حاتم رازی)	۳۵۴ھ
۱۱۵۔ کتاب الکنی	ابو عبد اللہ الحاکم النیساپوری	۴۰۵ھ
۱۱۶۔ کتاب التاریخ	ابو عبد اللہ الحاکم النیساپوری	۴۰۵ھ
۱۱۷۔ کتاب الرد علی الجھمیہ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰ھ
۱۱۸۔ کتاب الاثار	عبد اللہ بن مبارک المروزی	۱۸۰ھ
۱۱۹۔ کتاب الزھد والرقائق	عبد اللہ بن مبارک المروزی	۱۸۰ھ
۱۲۰۔ کتاب العلم	ابو عمرو بن عبد البر	
۱۲۱۔ کتاب الافراد	ابن شاہین	
۱۲۲۔ کتاب السنہ	احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱ھ
۱۲۳۔ کتاب الاموال	ابو عبید قاسم بن سلام	
۱۲۴۔ کتاب الطاعۃ والمعصیتہ	علی بن سعید	
۱۲۵۔ کتاب الصلواۃ	ابو محمد ابراہیم	
۱۲۶۔ کتاب الابانہ	ابو طاہر سنجری	
۱۲۷۔ کتاب السنہ	لامکانی	
۱۲۸۔ کتاب الفتوح، ۸ اجزاء	ابو محمد احمد	
۱۲۹۔ کتاب الامثال	سامھرمزی	
۱۳۰۔ کتاب الامثال	عسکری ابو اسحاق ابراہیم بن الحرب العسکری السمار	
۱۳۱۔ کتاب السنہ	البلخی	
۱۳۲۔ کتاب المتفق والمفترق		
۱۳۳۔ کتاب الفتن	نعیم بن حماد	
۱۳۴۔ کتاب الصلواۃ	محمد بن النصر	

۱۳۵۔ کتاب فضل العلم	موہبی	
۱۳۶۔ کتاب الشفاء	ابو الفضل قاضی عیاض بن دموسی	
۱۳۷۔ کتاب مکہ	عمرو بن ابی شیبہ	
۱۳۸۔ کتاب موسیٰ	ابو قرہ ابن طارق	
۱۳۹۔ کتاب خیر البشر	ابن ظفر	
۱۴۰۔ کتاب الوفاء	حافظ ابو الفرج ابن الجوزی	
۱۴۱۔ الکامل	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵ھ
۱۴۲۔ کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵ھ
۱۴۳۔ کتاب الاخوان	عبد اللہ ابن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱ھ
۱۴۴۔ کتاب الصمت	عبد اللہ ابن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱ھ
۱۴۵۔ کتاب الدعاء	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰ھ
۱۴۶۔ مسند بزار	ابو بکر احمد بن عمر بن عبد الخالق البزار	۲۹۲ھ
۱۴۷۔ مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیاسی	۲۰۴ھ
۱۴۸۔ مسند ابی یعلی	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷ھ
۱۴۹۔ مسند اسحاق	حافظ اسحاق راھویہ	۲۳۸ھ
۱۵۰۔ مسند امام اعظم	ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰ھ
۱۵۱۔ مسند الفردوس	ابو نصر شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸ھ
۱۵۲۔ مسند عبد اللہ ابن حمید	ابو محمد عبد اللہ ابن محمد حمید الکشی	۲۹۴ھ
۱۵۳۔ مسند مسدد	ابو الحسن محمد مسدد	
۱۵۴۔ مسند احمد	احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱ھ
۱۵۵۔ مسند قریابی		
۱۵۶۔ مسند حسن بن سفیانی		
۱۵۷۔ مسند الشہاب	قضاعی	
۱۵۸۔ مسند شافعی		

۱۵۹۔ مسند عقیل	ابو جعفر عقیلی	
۱۶۰۔ مسند وکیع		
۱۶۱۔ مسند ابن سنجر		
۱۶۲۔ المعجم	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶ھ
۱۶۳۔ مسند حارث	ابن ابی اسامتہ الحارث بن محمد التیمی	
۱۶۴۔ مسند ابن ابی عمر	ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ العدنی	
۱۶۵۔ مسند رزین		
۱۶۶۔ مسند ابن منیع	احمد بن منیع	
۱۶۷۔ المختارہ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی	۶۴۳ھ
۱۶۸۔ معرفتہ الصحابہ	ابو نعیم الدین عبداللہ الاصبحانی	۴۳۰ھ
۱۶۹۔ معرفتہ الصحابہ	ابو بکر احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸ھ
۱۷۰۔ مدخل	ابو بکر احمد بن حسین البیہقی	۴۵۸ھ
۱۷۱۔ مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲ھ
۱۷۲۔ مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷ھ
۱۷۳۔ مدخل الشرع	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری اکملی	۷۳۷ھ
۱۷۴۔ الموطا	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹ھ
۱۷۵۔ المستدرک علی الصحیحین	ابو عبداللہ الحاکم النیشاپوری	۴۰۵ھ
۱۷۶۔ منتخب کنز العمال	علاء الدین علی المتقی ابن حسام الدین	۹۷۵ھ
۱۷۷۔ المستزج علی البخاری	احمد بن موسیٰ مردویہ	۴۱۰ھ
۱۷۸۔ المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰ھ
۱۷۹۔ المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰ھ
۱۸۰۔ المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰ھ
۱۸۱۔ المصنف لابن ابی شیبہ	ابو بکر عبداللہ ابن محمد احمد النسفی	۲۳۵ھ
۱۸۲۔ المصنف لعبد الرزاق	ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱ھ

۱۸۳۔ الموطا	الامام مالک بن انس المدنی	۱۷۹ھ
۱۸۴۔ میزان الاعتدال	محمد بن اصر الذہبی	۷۴۸ھ
۱۸۵۔ موارد الظمان	نور الدین علی بن ابی بکر الہیتمی	۸۰۷ھ
۱۸۶۔ مواہب لدنیہ	شہاب الدین احمد القسطلانی	
۱۸۷۔ ماتین	ابو عثمان اسمٰعیل ابن عبد الرحمٰن الصابونی	
۱۸۸۔ مدارج النبوۃ	شیخ عبد الحق المحدث الدھلوی	۱۰۵۲ھ
۱۸۹۔ ماء معین شرح اربعین	برھان خجندی	
۱۹۰۔ مہرانیات		
۱۹۱۔ مطائع المسرات	علامہ فاسی	
۱۹۲۔ مشیخہ	خلیلی	
۱۹۳۔ المواعظ	ابو اسحاق ابراھیم بن حرب العسکوی السمار	
۱۹۴۔ نوادر الاصول	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵ھ
۱۹۵۔ نسیم الریاض	شہاب الدین احمد الخفاجی المصری	۱۰۶۹ھ
۱۹۶۔ النجلاء	ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ
۱۹۷۔ باوردی		
۱۹۸۔ کتاب السنہ	خلال	
۱۹۹۔ مسند ابو المسحاسن رویانی		
۲۰۰۔ مسند ابن ابی عاصم (پچاس ہزار حدیثیں)	ابو بکر احمد بن عمر الشیبانی	
۲۰۱۔ ابن السکن		
۲۰۲۔ ابن لال		
۲۰۳۔ آجری		
۲۰۴۔ ابن سبع	شفاء الصدور	
۲۰۵۔ عرفی		

۲۰۶۔ دیلمی	
۲۰۷۔ واسطی	
۲۰۸۔ فاکہی	
۲۰۹۔ لامکانی	
۲۱۰۔ ابن مرزوق	
۲۱۱۔ ابو مسلم الکجی	
۲۱۲۔ ابن مندہ	ابو عبداللہ محمد ابن ابی یعقوب
۲۱۳۔ ابن قانع	
۲۱۴۔ رافعی	
۲۱۵۔ حسن بن جراح	
۲۱۶۔ کتاب الرویتہ	امام بیہقی
۲۱۷۔ مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)	امام رازی
۲۱۸۔ ابن بشکوال	
۲۱۹۔ فریابی	
۲۲۰۔ مسند ابن شیبہ	ابو بکر عبداللہ بن محمد بن القاضی
۲۲۱۔ مسند ابی هریرہ	ابو اسحاق ابراھیم بن حرب العسکری السمار
۲۲۲۔ مسند شاشی	هیثم بن کلیب الشاشی
۲۲۳۔ مسند کبیر	محب الدین محمد بن محمود بن النجار البغدادی
۲۲۴۔ مصحف	ابن الانباری
۲۲۵۔ فضائل قرآن	ابن الفریس
۲۲۶۔ زوائد الزھد	عبداللہ بن احمد
۲۲۷۔ اتحاف شرح احیاء العلوم	
۲۲۸۔ فتوحات مدافعی	
۲۲۹۔ ابن شعبان	

۲۳۰۔ تیسیر شرح جامع صغیر	علامہ مناوی	
۲۳۱۔ تحفہ	ابن حجر المکی	
۲۳۲۔ فضل العلم	موہبی	
۲۳۳۔ مفاتیح الغیب	امام رازی	
۲۳۴۔ مطالع المسرات		
۲۳۵۔ فتح المغیث، ۴ اجزاء	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی	۹۰۲ھ
۲۳۶۔ مسند ابی عوانہ ۲ جلدیں	امام شیخ ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی	۳۱۶ھ
۲۳۷۔ مسند امام شافعی	ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی	۲۰۴ھ
۲۳۸۔ مسند الحمیدی	ابو بکر عبداللہ ابن الزهید الحمیدی	
۲۳۹۔ اتحاف السادۃ المتقین		
بشرح اسرار احیاء العلوم (دس جلدیں)	محمد بن محمد بن عبدالرزاق الزبیدی الحنفی	۱۲۰۵ھ
۲۴۰۔ امالی	ابو جعفر محمد طوسی	

حدیث کی یہ دو سو چالیس کتابیں ابھی ہماری تحقیق و تلاش کے مطابق ہیں ورنہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تمام تصانیف کی تعداد تو تقریباً" ایک ہزار ہے تو ابھی یہ کہنا نہایت مشکل ہے کہ حدیث کی تمام کتابوں کی تعداد جو ان کے مطالعہ میں رہیں کتنی ہے۔

ہم ان کتب کے حوالے اس بات کی بھرپور وضاحت کر رہے ہیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا علمِ حدیث میں نہایت وسیع تھا۔ آپ نے جن کتابوں کا بطور حوالہ تذکرہ فرمایا ہے وہ کتابیں بھی کوئی معمولی ضخامت کی حامل نہیں بلکہ اکثر کتب دس، پندرہ، بیس اور پچیس جلدوں پر مشتمل ہیں۔ **مثلاً"**

سنن کبریٰ للبیھقی	دس جلدیں
کنزالعمال لعلی المتقی	اٹھارہ جلدیں
معجم کبیر للطبرانی	پچیس جلدیں

اس عظیم ذخیرہ حدیث کا **استقصاء** و **احاطہ** اور پھر **استحضار** یہ سب آپ کا ہی حصہ تھا۔ متعدد مقامات پر ایک وقت میں ایک ایک حدیث کے حوالے میں دس دس، بیس بیس اور پچیس پچیس کتابوں کا تذکرہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ بیک وقت آپ کے پیش نظر وہ تمام کتابیں

رہتی تھیں بلکہ گویا ان سب کو حفظ کر لیا گیا تھا کہ جب جس مسئلہ میں ضرورت پیش آئی' ان کو فی البدیہہ اور برجستہ تقریراً" یا تحریراً" فرما دیتے' حافظہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسا عظیم الشان عطا فرمایا تھا کہ جو کتاب ایک مرتبہ دیکھ لی حفظ ہو گئی۔

جن موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا' احادیث کا وافر ذخیرہ امت مسلمہ کو عطا فرمایا' تحقیق کے دریا بہائے' فتاویٰ رضویہ اور اس کے علاوہ تصانیف سے چند نمونے صرف علم حدیث سے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔

ہم اس مقالہ میں علم حدیث سے متعلق چند حیثیات سے نمونے پیش کریں گے جن کا اجمالی خاکہ اس طرح ہے:

۱۔ کسی ایک موضوع سے متعلق احادیث
۲۔ حوالوں کی کثرت
۳۔ اصطلاحات حدیث کی تحقیق و تنقیح
۴۔ راویان حدیث پر جرح و تعدیل

۱۔ کسی ایک موضوع سے متعلق احادیث

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز سے کسی مسئلہ میں سوال ہوا تو آپ نے قرآن کریم سے استدلال کے بعد احادیث سے استدلال فرمایا اور موضوع سے متعلق احادیث کا وافر ذخیرہ جمع کر دیا۔ مثلاً"

○ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ مولانا کرامت اللہ صاحب نے دہلی باڑہ ہندوراؤ سے سے ۱۳۱۱ھ میں ایک استفتاء اس مضمون کا بھیجا کہ زید درود تاج پڑھنے کو شرک و بدعت کہتا ہے کیوں کہ اس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو "دافع البلاء و الوبا" وغیرہ کہا گیا ہے جو کھلا شرک ہے۔ العیاذ باللہ۔

یہ پڑھ کر امام احمد رضا کا قلم حرکت میں آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دافع بلا اور صاحب عطا ہونے کو تین سو احادیث کریمہ کے ذریعہ ثابت فرما کر وہابیہ کے خودساختہ شرک کو ہمیشہ کے لئے خاک میں ملا دیا یہ کتاب "الامن والعلی" کے نام سے مشہور ہے۔ امام احمد رضا نے اس کا ایک دوسرا نام بھی رکھا۔

اکمال الطامتہ علی شرک سوی بلامور العامہ(٦)

(وہابیوں کے اس شرک پر پوری قیامت ڈھانا جو امور عامہ کی طرح موجود کی تمام قسموں پر صادق ہے۔)○ امام احمد رضا قدس سرہ کے استاذ گرامی حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کی معرفت مونگیر لعل دروازہ سے ۱۳۰۵ھ میں ایک استفتاء آیا کہ وہابیہ نے حضور سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افضل

المرسلین کا انکار کیا ہے اور کہتے ہیں قرآن و حدیث سے دلیل لاؤ۔

اس کے جواب میں امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل المرسلین، سیدالاولین و الاخرین ہونا قطعی ایمانی یقینی اذعانی اجماعی ایقانی مسئلہ ہے جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ بددین، بندہ شیاطین والعیاذ باللہ رب العالمین۔ (۷)

پھر ایک مبسوط کتاب "تجلی الیقین" کے نام سے تحریر فرمائی اور ایک سو احادیث سے اس مسئلہ کو واضح فرما کر تحقیق انیق کے دریا بہائے۔

○ مولانا محمد حسن صاحب کانپوری کے شاگرد مولوی احمداللہ صاحب نے کانپور سے ۱۳۱۲ھ میں ایک سوال بھیجا کہ ہمارے دیار میں ہیضہ، چیچک اور قحط سالی آجائے تو لوگ بلاء کے دفع کے لئے چاول، گیہوں وغیرہ جمع کر کے پکاتے ہیں اور پھر علماء کو بلا کر اور خود محلے والے کھاتے ہیں کیا یہ طعام ان کے لئے جائز ہے؟

امام احمد رضا نے جواب باصواب مرحمت فرمایا کہ یہ طریقہ اور اہل دعوت کے لئے اس طعام کا کھانا جائز ہے۔ اس دعوی کے ثبوت میں ساٹھ حدیثیں بطور دلیل پیش فرمائیں جو امام احمد رضا کے عظیم محدث ہونے کا واضح ثبوت ہیں۔(۸)

○ مرزا قادیانی کی جعلی نبوت کو دفناتے ہوئے امام احمد رضا محدث بریلوی نے "جزاء اللہ عدوہ" نامی کتاب تحریر فرمائی اور ایک سو اکیس احادیث صحیحہ نقل فرما کر مرزا کے دعوئی کو خاک میں ملا دیا جو بلاشبہ آپ کے تبحر فی فن الحدیث کا بین ثبوت ہے۔(۹)

○ جمعہ کے دن اذان ثانی کے موضوع پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے ایک کتاب "شمائم العنبر" نامی عربی زبان میں تحریر فرمائی جس میں ۴۵ احادیث سے کتاب کو مزین فرمایا۔ (۱۰)

○ سماع موتی سے متعلق ساٹھ احادیث کریمہ "حیاۃ الموات" میں ذکر فرمائیں اور تحقیق انیق کے دریا بہائے۔(۱۱)

○ تخلیق ملائکہ کے عنوان پر چوبیس احادیث سے استدلال فرمایا،(۱۲)

○ خضاب کے عدم جواز میں ۱۶ احادیث سے استدلال(۱۳)

○ معانقہ کے ثبوت میں ۱۶ احادیث(۱۴)

○ داڑھی کی ضرورت و اہمیت پر ۵۶ احادیث(۱۵)

○ والدین کے حقوق پر ۹۱ احادیث(۱۶)

○ سجدہ تحیت کی حرمت میں ۷۰ احادیث(۱۷)

○ شفاعت کے عنوان پر ۴۰ احادیث(۱۸)

○ تصاویر کے عدم جواز پر ۲۷ احادیث(۱۹)

اسی طرح بے شمار عناوین و موضوعات پر ان گنت احادیث کریمہ سے استدلال فرما کر امت مسلمہ کو احادیث کا بیش بہا خزانہ مرحمت فرمایا۔

درحقیقت امام احمد رضا کی تصانیف احادیث کریمہ کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے جس موضوع پر اشہب قلم کو مہمیز لگائی اس میدان میں ظفرو کامیابی نے آپ کے قدم چومے۔

راقم الحروف نے اب سے چار پانچ سال قبل امام احمد رضا محدث بریلوی کی تصانیف سے احادیث نقل کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا جو تاہنوز جاری ہے اب تک ۳۵۶ تصانیف سے احادیث نقل ہو چکی ہیں جن کی تعداد ایک اندازے کے مطابق ۴ ہزار ہوگی جو فل اسکیپ سائز کے تقریباً" دو ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں مزید نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سلسلہ کہاں تک پہنچے۔

۲۔ حوالوں کی کثرت

یہاں تک تو چند نمونے احادیث کی کثرت سے متعلق تھے اب ملاحظہ فرمائیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی جب کوئی حدیث نقل فرماتے ہیں تو ان کی نظر اتنی وسیع و عمیق ہوتی ہے کہ بسااوقات وہ کسی ایک کتاب پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ پانچ، دس اور بیس بیس کتابوں کے حوالے دیتے چلے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام کتابیں اس موضوع پر ان کے سامنے کھلی رکھی ہیں اور سب کے نام لکھتے جا رہے ہیں، ساتھ ہی یہ بھی بتاتے جاتے ہیں کہ کس محدث نے کس صحابی سے روایت کی مثلاً"

○ الامن والعلی میں صفحہ ۷۰ پر ایک حدیث تحریر فرمائی :

اب ذرا راوی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کتب حدیث کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں :

اطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ

یعنی بھلائی اور اپنی حاجتیں خوش رویوں سے مانگو۔

اب ذرا راوی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کتب حدیث کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

☆ **رواہ الطبرانی فی الکبیر والعقیلی والخطیب و تمام الرازی فی فوائد والبیھقی فی شعب الایمان عن ابن عباس۔**

☆ **وابن ابی الد نیا فی قضاء الحوائج والعقیلی والد ارقطنی فی الافراد والطبرانی فی الاوسط و تمام والخطیب فی رواۃ مالک عن ابی ھریرۃ**

☆ **وابن عساکر والخطیب فی تاریخھا عن انس ابن مالک**

☆ والطبرانی فی الاوسط و العقیلی والخرائطی فی اعتلاء القلوب و تمام ابو سهل و عبدالصمد بن عبدالرحمن البزار فی جزء ہ و صاحب المهرانیات فیها عن جابر ابن عبدالله۔

☆ وعبد بن حمید فی مسنده وابن حبان فی الضعفاء و ابن عاری فی الکامل والسلفی فی الطیوریات عن ابن عمر

☆ وابن النجار فی تاریخه عن امیرالمومنین علی

☆ والطبرانی فی الکبیر عن ابی خصیفه

☆ و تمام عن ابی بکره

☆ والبخاری فی التاریخ و ابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج وابو یعلی فی مسنده والطبرانی فی الکبیر والعقیلی و البیهقی فی شعب الایمان و ابن عساکر عن ام المومنین الصدیقه رضی الله تعالی عنهم اجمعین(۲۰)

یہ نو (۹) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت ۳۴ کتابوں سے نقل فرمائی۔

○ اسی کتاب کے صفحہ ۷۳ پر ایک حدیث یوں ہے۔

☆ اللهم اعزالاسلام با حب هذ بن الرجلین الیک بعمر ابن الخطاب اوبابی جهل بن هشام۔

(الٰہی اسلام کو عزت دے ان دونوں مردوں میں جو تجھے زیادہ پیارا ہو اس کے ذریعہ' یا تو عمر ابن خطاب یا ابو جہل بن ہشام)

اب اس کی رواۃ ملاحظہ ہو :

☆ رواه احمد و عبد بن حمید والترمذی بسند حسن و صحیح عن امیر المومنین عمر ابن خطاب و عن انس ایضا و عن ابن عباس ایضا۔

☆ وابن سعد و ابویعلی و حسن بن سفیان فی فوائده والبزار و ابن مردویه و خیثمه سلیمان فی فضائل الصحابه وابونعیم والبیهقی فی دلائلهما وابن عساکر کلهم عن امیرالمومنین عمر۔

☆ والترمذی عن انس

☆ والنسائی عن ابن عمر

☆ احمد و ابن حمید و ابن عساکر عن خباب بن الارت

☆ والطبرانی فی الکبیر و الحاکم عن عبدالله ابن مسعود

☆ والترمذی و الطبرانی و ابن عساکر عن ابن عباس

☆ والبغوی فی الجعدیات عن ربیعته السعدی رضی الله تعالی عنهم اجمعین۔(۲۱)

یہ دس (۱۰) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت ۲۳ کتب حدیث سے نقل فرمائی۔

○ اسی کتاب الامن والعلی میں صفحہ ۱۲۹ پر ایک حدیث نقل فرمائی۔

انا محمد واحمد المقفی والحاشر و نبی التوبہ و نبی الرحمۃ (میں محمد ہوں اور احمد اور سب نبیوں کے بعد آنے والا اور خلائق کو حشر دینے والا اور توبہ کا نبی اور رحمت کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔)

اب اس کے رواۃ و حوالہ جات دیکھیں :

☆ **رواہ احمد و مسلم والطبرانی فی الکبیر عن ابی موسی الاشعری**

☆ **ونحوہ وابنا سعد وابی شیبہ والبخاری فی التاریخ والترمذی فی الشمائل عن حذیفہ**

☆ **وابن مردویہ فی التفسیر و ابو نعیم فی الدلائل وابن عدی فی الکامل و ابن عساکر فی تاریخ دمشق والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی الطفیل۔**

☆ **وابن عدی عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہم (۲۲)**

یہ چار صحابہ کرام کی روایت ۱۴ کتابوں سے نقل فرمائی۔

○ "رادلقحط والوباء" میں صفحہ ۱۲ پر ایک حدیث نقل فرمائی۔

الد رجات افشاء السلام واطعام الطعام والصلوۃ باللیل والناس نیام۔ (اللہ عز و جل کے یہاں درجے بلند کرنے والے ہیں، سلام کا پھیلانا، ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور رات کو جبکہ لوگ سو رہے ہوں نمازیں پڑھنا۔)

☆ **رواہ امام الائمہ ابوحنیفہ والامام احمد و عبدالرزاق فی مصنفہ والترمذی والطبرانی عن ابن عباس**

☆ **واحمد والطبرانی وابن مردویہ عن معاذ ابن جبل**

☆ **وابن خزیمہ والدارمی والبغوی و ابن السکن وابونعیم و ابن بسطہ عن عبد الرحمن بن عائش**

☆ **واحمد والطبرانی عنہ عن صحابی**

☆ **والبزار عن ابن عمرو ثوبان**

☆ **والطبرانی عن ابی امامہ**

☆ **وابن قانع عن ابی عبیدۃ ابن الجراح**

☆ **والدارمی وابو بکر النیسا پوری فی الزیادات عن انس**

☆ **وابو الفرح فی العلل تعلیقا عن ابی ہریرۃ**

☆ **وابن ابی شیبہ مرسلا عن عبد الرحمن بن سالط۔ رضی اللہ تعالی عنہ اجمعین (۲۳)۔**

یہ دس صحابہ کرام اور ایک تابعی کی روایت ۲۳، کتابوں سے نقل فرمائی۔

☆ فتاوی رضویہ نہم رسالہ "عطایا القدیر" میں حصہ دوم ص ۴۷ پر ایک حدیث نقل فرمائی **لا تد خل الملئیکتہ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ** رحمت کے

فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

☆ رواہ الائمتہ احمد والسنتہ والطحاوی عن ابی طلحہ

☆ والبخاری والطحاوی عن ابن عمرو عن ابن عباس

☆ وسلم وابو دائود والنسائی والطحاوی عن ام المومنین میمونہ

☆ وسلم وابن ماجد والطحاوی عن ام المومنین الصدیقتہ

☆ واحمد و مسلم والنسائی والطحاوی وابن حبان عن ابی ہریرہ

☆ والا مام احمد والدارمی وسعید بن منصور وابو دائود والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمتہ وابو یعلی والطحاوی وابن حبان والضیاء والشاشی وابو نعیم فی الحلیہ عن امیر المومنین علی

☆ والامام مالک فی الموطا والترمذی والطحاوی عن ابی سعید الخدری

☆ واحمد والطحاوی والطبرانی فی الکبیر عن اسامہ بن یزید

☆ والطحاوی والحاوی عن ابی ایوب الانصاری۔ رضی اللہ تعالی عنہ اجمعین (۲۴)۔

یہ دس صحابہ کرام کی روایت ۴۳' کتابوں سے نقل فرمائی۔

فتاوی رضویہ جلد سوم میں صحفہ ۳۲۶' پر ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔

قل ھواللہ تعدل ثلث القران (قل ھواللہ احد) پوری سورت مبارکہ کی تلاوت کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے۔)

اب رواۃ اور کتب کے بیان میں امام احمد رضا کے قلم کی جولانی دیکھیں :

☆ رواہ الامام مالک واحمد والبخاری وابوداود والنسائی الخدری عن ابی سعید۔

☆ والبخاری عن قتادہ بن النعمان۔

☆ واحمد و مسلم عن ابی الدرداء۔

☆ ومالک و واحمد و مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن ابی ہریرہ۔

☆ واحمد و الترمذی والنسائی عن ابی ایوب الانصاری۔

☆ واحمد والنسائی والضیاء فی المختارۃ عن ابی ابن کعب

☆ والترمذی وابن ماجہ عن انس ابن مالک۔

☆ واحمد وابن ماجہ عن ابی مسعود البدری۔

☆ والطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ ابن مسعود۔

☆ والطبرانی فی الکبیر والحاکم وابو نعیم فی

الحلیتہ عن عبداللہ ابن عمرو۔

☆ والطبرانی فی الکبیر عن معاذ ابن جبل۔

☆ والبزار عن جابر ابن عبداللہ۔

☆ وابو عبید عن عبداللہ ابن عباس۔

☆ واحمد عن ام مکتوم بنت عقبہ۔

☆ والبیہقی فی السنن عن رجاء الغنوی رضی اللہ تعالی عنہم (۲۵)۔

یہ کل پندرہ صحابہ کرام کی روایت ۴۴ کتابوں سے نقل فرمائی۔

یہ چند اور اس طرح کی سیکڑوں مثالیں امام احمد رضا محدث بریلوی کی وسعت مطالعہ اور عمیق نظری کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔

۳۔ اصطلاحات حدیث کی تنقیح و تحقیق

اب آپ امام احمد رضا کی فن حدیث میں مہارت، اصول حدیث اور اصطلاحات حدیث کے بیان میں ان کی تحقیق و تنقیح ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے ایک رسالہ "منیرالعین فی حکم تقبیل الابھامین" تصنیف فرمایا جس میں حضور پر نور، شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اقدس کو سن کر انگوٹھے چومنے کا جواز و استحباب ثابت فرمایا، مخالفین نے بعض محدثین کے اقوال کا سہارا لے کر یہ ثابت کرنے کی سعی بے جا اور ناکام کوشش کی تھی کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں بلکہ موضوع و بے اصل ہے لہٰذا یہ عمل شریعت میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اس رسالہ نافعہ میں اصول حدیث کی وہ معرکتہ الآرا بحث فرمائی کہ ہر وہ شخص جو اس علم سے شغف رکھتا ہے پڑھ کر جھوم اٹھے اور مخالف حیران و ششدر رہ جائے۔

مقاصد حسنہ، موضوعات کبیر اور ردالمحتار میں بس اس قدر ہے کہ انگوٹھے چومنے کے سلسلہ میں کوئی مرفوع حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچی، بس کیا تھا مخالفین نے بے پر کی اڑادی کہ اس سلسلہ کی تمام روایات موضوع و من گڑھت ہیں، اس پر امام احمد رضا نے خوب جم کر نہایت نفیس بحث فرمائی جو فتاوی رضویہ میں تقریباً" دو سو صفحات پر مشتمل ہے جس کی تلخیص کی بھی یہاں گنجائش نہیں پھر بھی "مشتے از خروارے" کے طور پر چند اہم گوشوں کی نشاندہی قارئین کے ذوق کی تسکین کا ضرور باعث ہوگئی۔

فرماتے ہیں۔

خادم حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں فنی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں، نہ کہ نفی صلاح تماسک و صلوح تمسک نہ کہ دعویٰ وضع و کذب، عندالتحقیق ان احادیث پر جیسے

باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں' یوں ہی حکم وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بہ تصریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان منصور اور عمل علماء و قبول قدما حدیث کے لئے قوی' دیگر اور نہ سہی تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول' اور اس سے بھی گذریئے تو بلاشبہ یہ فعل اکابرین سے مروی و منقول اور سلف صالحین میں حفظ صحت' بصرو روشنائی چشم کے لئے مجرب و معمول' ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلا" نقل بھی نہ ہو تو تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف اور نفع حاصل تو منع باطل' بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے واللہذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا:

"قلت واذاثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین"

(الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ موضوعات کبری ص ۲۱۰)

یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے اس فعل کا ثبوت عمل کو بس ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفاء راشدین کی سنت"۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (۲۶)

اس کے بعد افادات کا سلسلہ شروع فرمایا جو تیس (۳۰) کے عدد پہ جاکر رکا' افادہ اول میں فرمایا۔

"محدثین کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے"۔ پھر اس دعویٰ پر دلائل قائم فرماتے ہوئے حلیہ شرح منیہ' صواعق محرقہ' اذکار امام نووی' موضوعات کبیر' جواہرالعقدین' شرح مواہب' شرح صراط مستقیم اور مرقات کی تصریحات پیش فرمائیں اور پھر حدیث کے مراتب کی طرف اشارہ کیا' فرماتے ہیں۔

"صحیح" کے بعد "صحیح لغیرہ" پھر "حسن لذاتہ" پھر "حسن لغیرہ" پھر "ضعیف بضعف قریب" اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاط راوی' یا سوئے حفظ یا تدلیس وغیرہا' اول کی تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر رسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بھا ہیں اور آخر کی قسم صالح' متابعات و شواھد میں کام آتی ہیں' اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے' اس وقت وہ صلاحیت احتجاج

اور قبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے ورنہ در بارہ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے پھر درجہ ششم میں ضعف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو' یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں' ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً" اور بعض کے طور پر بعد انجبار **تبعدد** مخارج وتنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے **کما سنبینہ ان شاء اللہ تعالی** (ان شاء اللہ عنقریب اس کی تفصیلات آرہی ہیں)۔

پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ "مطروح" ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا **متھم بالکذب** ہو' یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کی رو سے مطلقاً" اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع یا نظر تدقیق میں یوں کہئے کہ ان اطلاقات پر داخل "موضوع حکمی" ہے' ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے' یہ بالا جماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے حقیقتاً" حدیث نہیں محض **مجعول** و افتراء ہے **والعیاذ باللہ تبارک و تعالی وسیردعلیک و تفاصیل جل ذلک انشاء اللہ العلی الاعلی** (اس کی روشن تفاصیل انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے بیان کی جائیں گی۔ ت) طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف و جازت محصل و مخلص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں' **وللہ الحمد والمنتہ** (۲۷)

یہ مختصر جملے بلاشبہ اپنے دامن میں کثیر اور اہم معانی و مفاہیم لئے ہوئے ہیں جس کی شرح و **بسط** کے لئے دفتر درکار' یہ ہمارے امام کی خصوصیات سے ہے کہ الفاظ کم سے کم ہوتے ہیں مگر معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے ہر حیثیت سے اصولی بحث فرمائی ہے اور حق تحقیق ادا کر دیا ہے۔ راوی کی جہالت سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے اور مجہول کی کتنی قسمیں ہیں پھر ہر ایک کے جداگانہ احکام اور ہر حکم و اثر کی متعلقہ کتب سے تحقیق انیق' نیز "حدیث منقطع" کی وضاحت میں علماء اعلام کے اقوال سے تائید' مضطرب' منکر اور مدرج کا مقام و حیثیت' راوی کے **مبہم** ہونے کا اثر' اسباب طعن کی تعداد و شمار ارو ان میں سبب غفلت کی حیثیت' متروک راوی کا مقام' یہ تمام باتیں نہایت تحقیق سے بیان فرمائیں' جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث ان میں سے کسی وجہ کے سبب موضوع نہیں ہوتی پھر آپ نے ان پندرہ وجوہ کی نشان دہی فرمائی جن کے سبب حدیث موضوع ہو

جاتی ہے' بیان ایسا جامع کہ دوسری کتب میں اس کی نظیر نہ ملے۔

خود فرماتے ہیں۔

"یہ پندرہ باتیں ہیں کہ اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں گی۔"(۲۸)

غرض کہ ہر افادہ میں نہایت نفیس اور معرکتہ الآراء بحث ہے جس کی سطر سطر امام احمد رضا محدث بریلوی کے فن حدیث میں مہارت تامہ کی روشن دلیل ہے' پوری کتاب اصول حدیث کا بحرزخار ہے جس کا ہر افادہ پھوٹتا ہوا آبشار ہے'

من شاء التفصيل فليرجع اليه۔

۴۔ راویان حدیث پر جرح و تعدیل

راویان حدیث پر جرح و تعدیل اور مخالفین کے مدعا کا ابطال امام احمد رضا کے قلم سے ملاحظہ کریں' اس حیثیت سے جب رضویات کا مطالعہ کیا جائے تو کثیر مثالیں موجود ہیں' ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں۔

جمعہ کے دن اذان ثانی کہاں ہو' امام احمد رضا محدث بریلوی نے فتویٰ دیا کہ اذان مطلقاً" اندرون مسجد مکروہ ہے لہٰذا اذان اول ہو یا ثانی بیرون مسجد ہی ہوگی' اس کے ثبوت میں خاص اسی اذان کے بارے میں ایک حدیث ابوداؤد سے نقل فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں یہ اذان خارج مسجد ہوتی تھی اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے دور خلافت میں بھی ایسا ہی عمل رہا۔

امام احمد رضا کے اس فتویٰ کو رد کرتے ہوئے بعض حضرات نے حدیث ہی کو ساقط الاعتبار قرار دے دیا کہ اس کی سند میں محمد ابن اسحاق ہیں جن پر رافضی ہونے کی تہمت ہے لہٰذا حدیث معتبر نہیں'

اب امام احمد رضا قدس سرہ نے مخالفین کی دہن دوزی کے لئے ایک معرکتہ الاراء کتاب " **شمائم العنبر فی اداب النداء عندالمنبر**" نام سے عربی زبان میں تصنیف فرمائی اور اس موضوع پر بحث آخری حد کو پہنچا دی' محمد ابن اسحاق پر جو جرح کی گئی تھی اس کی دھجیاں اڑا دیں اور ان کے تعدیل و توثیق میں تحقیقات کے ایسے دریا بہائے جو اپنی مثال آپ ہیں' سنیئے اور امام احمد رضا کی راویان حدیث پر عمیق نگاہ کا اندازہ لگایئے۔

اس حدیث کے راوی محمد ابن اسحاق قابل بھروسہ' نہایت سچے اور امام ہیں ان کے بارے میں

☆ امام شعبی' محدث ابوزرعہ اور ابن حجر نے فرمایا۔ "**صدوق**" یہ بہت سچے ہیں۔

☆ امام عبدالوہاب ابن مبارک فرماتے ہیں۔ ہم نے انہیں "**صدوق**" پایا' ہم نے انہیں " **صدوق**" پایا' ہم نے انہیں "**صدوق**" پایا"۔

☆ امام سفیان ابن عینیہ (الف) فرماتے ہیں:

میں ستر سال سے اوپر ابن اسحاق کی خدمت میں رہا، اہل مدینہ میں سے کسی نے ان پر اتہام نہیں رکھا، نہ ان پر تنقید کی۔

☆ امام ابو معاد نے فرمایا:

"ابن اسحاق سب لوگوں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے"۔

☆ امام ابواللیث نے فرمایا:

"یزید ابن حبیب سے روایت کرنے والوں میں ابن اسحاق سے زائدہ ثبت کوئی نہیں"۔

ابن یونس فرماتے ہیں کہ ان یزید بن حبیب سے اکابر علماء مصر نے روایت کی، عمرو بن حارث، حیوۃ ابن شریح، سعید ابن ایوب اور خود لیث ابن سعد یہ سب کے سب ثقہ اور ثبت ہیں اور پانچویں یحییٰ بن ایوب غافقی صدوق ہیں، اور رجال شیخین میں سے ہیں اور عبداللہ ابن مہیعہ صدوق اور حسن الحدیث ہیں ان کے بارے میں اسی امر

(حاشیہ الف)

(ا) سفیان ابن عینیہ کے اس قول سے اس شخص کا جھوٹ ثابت ہوگیا جو یہ کہتا ہے کہ "حضرت سفیان ابن عینیہ نے ابن اسحاق پر جرح کی ہے" خدا کی پناہ انہوں نے ابن اسحاق کی شاگردی اختیار کی ہے اور ان کی طرف سے مدافعت کی ہے اور فرماتے ہیں کہ میں نے امام زہری کو دیکھا کہ ابن اسحاق سے پوچھا آپ کہاں تھے انہوں نے جواب دیا کوئی آپ کے یہاں باریابی بھی تو پائے یعنی دربان روکے ہوئے تھے۔ تو امام زہری نے اپنے دربان کو بلا کر کہا، آئندہ ابن اسحاق کو اندر آنے سے کبھی بھی مت روکنا۔

حضرت ابن عینیہ کی ہی روایت ہے کہ کسی نے امام زہری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کے بارے میں پوچھا، انہوں نے ابن اسحاق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "یہ اس کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔"

حضرت علی ابن المدینی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان سے پوچھا کہ ابن اسحاق فاطمہ ابن منذر کے پاس بیٹھتے ہیں تو حضرت سفیان نے کہا کہ مجھ سے خود محمد ابن اسحاق نے کہا کہ مجھ سے فاطمہ نے حدیث بیان کی اور میں ان کے پاس گیا (تو پاس بیٹھنے کی حقیقت صرف یہ تھی کہ ان سے حدیث سنی) ابن عینیہ نے تو ابن اسحاق کی تعدیل میں امام شعبہ کا وہ شاندار قول نقل کیا کہ "یہ امیرالمومنین فی الحدیث" ہیں (کیا جرح ایسی ہی ہوتی ہے)

ہاں آپ نے ابن اسحاق کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے کہ لوگوں نے ان پر قدری ہونے کا الزام لگایا ہے لیکن کیا یہ جرح ہے، اگر یہ جرح ہے تو بخاری شریف ایسے مجروح راویوں سے بھری پڑی ہے۔ اس کے بہت سے راویوں پر قدریہ ہونے کا الزام ہے۔

اگر یہ جرح ہوتی تو ابن عینیہ کا ابن اسحاق سے حدیث روایت کرنا تو بڑی بات ہے ان کا ساتھ ہی چھوڑ دیتے، لیکن انہوں نے نہ تو ان کا ساتھ چھوڑا، نہ ان کی شاگردی ترک کی نہ ہی عوام کے الزام کی تصدیق کی یہ تہمتیں بے اصل ہیں۔

پر ائمہ رجال کی رائے مستقر ہوئی اور عبداللہ ابن عیاش ہیں یہ دونوں مسلم کے راویوں میں سے ہیں' ان کے علاوہ سلیمانؒ تمیمی بصری' زید بن ابی انیہ پر دونوں حضرات ثقہ اور رواۃ صحیحین میں سے ہیں اور عبدالحمید بن جعفر مدنی صدوق رجال مسلم سے ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے افراد ہیں تو بقول امام ابو اللیث ابن اسحاق ان سب سے افضل ہوئے۔

☆ امام شعبہ نے فرمایا:

"میری حکومت ہوتی تو میں ابن اسحاق کو محدثین پر حاکم بناتا' یہ تو امیرالمومنین فی الحدیث ہیں' ایک روایت میں ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا' آپ ایسا کیوں کہتے ہیں تو حضرت شعبہ نے فرمایا ان کے حفظ کی وجہ سے' دوسری روایت میں ہے حدیث والوں میں اگر کوئی سردار ہو سکتا ہے تو وہ محمد ابن اسحاق ہیں۔

☆ علی ابن المدینی سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں چھ آدمیوں میں منحصر ہیں پھر ان سب کے نام گنوائے اور فرمایا اس کے بعد بارہ آدمیوں میں دائر ہیں اور ابن اسحاق ان بارہ میں ہیں۔

☆ امام زھری فرماتے ہیں:

"مدینہ مجمع العلوم رہے گا' جب تک یہاں محمد ابن اسحاق قیام پذیر رہیں گے" آپ غزوات کی روایتوں میں ابن اسحاق پر ہی بھروسہ کرتے تھے ہر چند کہ آپ حدیث میں ان کے استاذ تھے بلکہ دنیا بھر کے شیخ تھے۔

☆ ابن اسحاق کے دوسرے استاذ عاصم ابن عمر ابن قتادہ نے فرمایا:

"جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں' دنیا میں علوم باقی رہیں گے"۔

☆ عبداللہ ابن قائد نے کہا:

"ہم ابن اسحاق کی مجلس میں ہوتے تو جس فن کا تذکرہ شروع کر دیتے اس دن مجلس اسی پر ختم ہو جاتی"۔

☆ ابن حبان نے کہا:

"مدینہ میں کوئی علمی مجلس' حدیث کی ہو یا دیگر علوم و فنون کی' ابن اسحاق کی مجلس کے **ھمسر** نہ ہوتی اور خبروں کی حسن ترتیب میں یہ اور لوگوں سے آگے تھے"۔

☆ ابو یعلی جلیلی نے فرمایا:

"محمد ابن اسحاق بہت بڑے عالم حدیث تھے' روایت میں واسع العلم اور ثقہ تھے"۔

☆ یحیٰ ابن معین' یحیٰ ابن یحیٰ' علی ابن عبداللہ المدینی استاذ امام بخاری' احمد عجلی' اور محمد ابن سعد وغیرہ نے کہا:

"محمد ابن اسحاق ثقہ ہیں"۔

☆ حضرت ابن البرقی نے فرمایا:

"علم حدیث والوں میں محمد ابن اسحاق کے ثقہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور ان کی حدیث حسن ہے"۔

☆ حاکم نے بوشنجی شیخ بخاری سے روایت کی کہ:

"ابن اسحاق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں"۔

☆ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

"ابن اسحاق ثقہ ہیں' اس میں نہ ہمیں شبہ ہے' نہ محققین محدثین کو شبہ ہے محمد ابن اسحاق کی توثیق حق صریح ہے اور امام مالک سے ان کے بارے میں جو کلام مروی ہے وہ صحیح نہیں اور برتقدیر صحت روایت ان کے کلام کو کسی محدث نے تسلیم نہیں کیا"۔ (۲۹)

اکیس (۲۱) محدثین کے اقوال سے محمد ابن اسحاق کی توثیق و تعدیل ہے اور وہ بھی نہایت زور دار الفاظ میں' اب بھی کیا کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث محمد ابن اسحاق کے سبب ساقط الاعتبار ہے۔

المحجتہ الموتمنہ میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ مسجد میں ذمی کافر کا داخلہ جائز ہے یعنی ذمی کتابی کا۔

اس حدیث کی سند کو امام بدر الدین عینی نے جید کہا تھا' حالانکہ تقریب التہذیب میں اس سند میں وارد "اشعث بن سوار" کو ضعیف بتایا گیا ہے۔

اس پر امام احمد رضا محدث بریلوی نے تنبیہہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس حدیث کی سند ہمارے اصول پر جید ہے' لہٰذا ہمارے لئے یہ درست نہیں کہ ہم محدثین کے اصول کی خاطر اپنے اصول ترک کر دیں چہ جائیکہ متاضرین علماء میں سے ایک شافعی عالم کے قول کے سبب' پھر اشعث بن سوار کی تعدیل و توثیق میں فرمایا:

یہ امام شعبہ' امام ثوری اور یزید بن ہارون وغیرہ ہم جیسے جلیل القدر ائمہ حدیث کے استاذ ہیں اور امام شعبہ کا روایت میں محتاط ہونا خوب معلوم ہے۔

اشعث کی جلالت شان کے پیش نظر ہی ان کے شیخ ابو اسحاق السبیعی نے ان سے روایت کی' حضرت سفیان ابن عینیہ کہتے ہیں کہ اشعث مجالد سے اثبت ہیں' ابن مہدی نے کہا یہ مجالد سے ارفع ہیں اور مجالد صحیح مسلم کے رجال میں سے ہیں۔

ابن معین کہتے ہیں' اشعث مجھے اسمٰعیل بن مسلم سے زیادہ محبوب ہیں' امام عجلی کہتے ہیں حدیث میں محمد بن سالم سے امثل ہیں' ابن معین کہتے ہیں یہ ثقہ ہیں' عثمان ابن ابی شیبہ کہتے ہیں' صدوق ہیں' ابن شاہین نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے' ابن عدی کہتے ہیں میں نے ان کی کسی حدیث کو منکر نہیں پایا' بزار کہتے ہیں ہم کسی ایسے محدث

کو نہیں جانتے جنہوں نے ان کی حدیث کو چھوڑا ہو ہاں بعض حضرات نے جو فن حدیث میں قلیل المعرفۃ ہیں'

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اشعت کے بارے میں یہ توثیق و تعدیل تو منقول ہے لیکن کوئی جرح مفسر مذکور نہیں' لہٰذا ان کی یہ حدیث حسن ہے' (۳۰)

---- مصافحہ کے سلسلہ میں حدیث نقل فرماکر نہایت نفیس تحقیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ حدیث میں لفظ "ید" اگرچہ واحد ہے لیکن استعمال دونوں ہاتھ کے لئے شائع و ذائع ہے تو اس حدیث کے ذریعہ ایک ہاتھ سے مصافحہ ہرگز ثابت نہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابل احتجاج مان بھی لیں' ورنہ اگر نقد و تنقیح پر آیئے تو وہ ہرگز نہ صحیح ہے نہ حسن بلکہ ضعیف و منکر ہے' مدار اس کا **حنظلہ** بن عبداللہ سدوسی پر ہے اور **حنظلہ** محدثین کے نزدیک ضعیف ہے' امام یحییٰ بن سعید قطان نے کہا۔ "**ترکتہ عمدا کان قد اختلط**" میں نے اس کو عمداً متروک کیا' صحیح الحواس نہ رہا تھا۔

امام احمد نے فرمایا ضعیف منکر الحدیث ہے "**یحدث باعاجیب**" تعجب خیز روایتیں لاتا ہے امام یحییٰ بن معین نے کہا۔ "**لیس بشی ء تغیر فی اخر عمرہ**" کوئی چیز نہ تھا آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا امام نسائی نے کہا۔ "ضعیف" ایک بار فرمایا "لیس بقوی"۔

یہ تمام تفصیلات امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں ذکر فرمائیں' یونہی امام ابو حاتم نے کہا قوی نہیں اور آخر میں خاتم **الحفاظ** امام ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں اس کے ضعف پر جزم فرمایا۔ (۳۱)

یہ ہے نقد رجال پر امام احمد رضا محدث بریلوی کی عمیق نگاہ کہ سات ائمہ حدیث کے اقوال سے **حنظلہ** سدوسی پر جرح مفسر مبہم نقل فرمائی۔

---- عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں وارد حدیث جو حضرت سالم بن عبداللہ سے مروی ہے' اس پر امام احمد رضا نے فرمایا:

حق یہ کہ یہ حدیث موضوع نہیں' اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ **متہم بالوضع**' نہ کوئی کذاب ہے نہ **متہم بالکذب**' نہ اس میں عقل یا نقل کی اصلاً مخالفت' لاجرم اسے امام جلیل خاتم **الحفاظ**' جلال الملت والدین السیوطی نے "جامع **صغیر**" میں ذکر فرمایا' جس کے خطبہ میں ارشاد فرمایا میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اسے ہر ایسی حدیث سے بچایا ہے جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

اس کے بعد ابن النجار کے حوالہ سے اس حدیث کی مکمل سند بیان فرمائی' جس میں چار راوی عباس ابن کثیر' ابو بشر بن سیار' محمد بن مہدی مروزی اور مہدی بن میمون کے بارے میں خاتم الحفاظ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی کا قول نقل کیا کہ یہ مجہول ہیں اور اسی وجہ سے علامہ ابن حجر اس حدیث کو منکر بلکہ موضوع کہتے ہیں۔

اب امام احمد رضا محدث بریلوی کی باادب تنقید و تحقیق ملاحظہ فرمائیں جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ حافظ ابن حجر پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوع کیسے کہہ دیا جب کہ اس کی سند میں کوئی وضاع ہے نہ کوئی متہم بالوضع' نہ کوئی کذاب ہے نہ متہم بالکذب' نیز ا سکا مفہوم بھی عقلاً" و شرعاً" محال نہیں' محض راوی کے مجہول ہونے سے حدیث موضوع نہیں ہو جاتی کہ فضائل میں بھی قابل استدلال نہ رہے۔

حالانکہ خود حافظ ابن حجر نے "القول المسدد" میں ایسی دو حدیثیں' جس کے راوی مجہول' ہیں ان کو موضوع نہیں کہا بلکہ یوں فرمایا کہ یہاں کوئی ایسی چیز نہیں جو ان احادیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ کرے' بلکہ دوسری حدیث کے لئے تو یہ فرمایا کہ اس حدیث میں تو ایسا کوئی مضمون بھی نہیں جسے عقل و شرع محال قرار دیتی ہو اور یہ احادیث باب فضائل کی ہیں لہٰذا مقبول۔

اب امام احمد رضا کا فیصلہ کن بیان ملاحظہ ہو:

"یہ ہی بات عمامہ والی حدیث میں کیوں نہیں کہی گئی حالانکہ یہ بھی باب فضائل سے ہے اور اس میں بھی کوئی بات ایسی نہیں جو شرعاً" و عقلاً" محال ہو بلکہ اس حدیث کے راویوں میں تو اس طرح کی وجوہ طعن بھی منقول نہیں جو ابن حجر کی پیش کردہ ہیں"۔ (۳۳)

غور فرمائیے' امام احمد رضا محدث بریلوی نے کیسی نقد و تنقید فرمائی اور خود انہیں کے قول سے اپنے مدعا کا ثبوت فراہم کر دیا لیکن نہایت مودبانہ طور پر۔

---- حالت سفر میں نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو حقیقی طور پر جمع کرنا ہمارے یہاں عرفہ مزدلفہ کے سوا جائز نہیں' غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے معیار الحق نامی کتاب لکھ کر احناف کی مستدل احادیث صحاح کو رد کرنے کی ناکام کوشش کی تو امام احمد رضا نے "حاجز البحرین" نامی ایک عظیم کتاب تحریر فرما کر میاں جی کے مزعومات باطلہ کی دھجیاں اڑا دیں' اور دعوی

محدثی کو خاک میں ملا دیا۔

پوری کتاب اسماء الرجال' جرح و تعدیل اور تحقیق و تنقیح کا عظیم شاہکار ہے' ملا جی کی اصول حدیث سے ناواقفی اور ان کی حدیث دانی کے ڈھول کا پول ظاہر کرنے کے لئے امام احمد رضائے چند لطائف تحریر فرمائے ہیں' ان میں سے فی الحال فقط ایک ملاحظہ فرمائیں۔

لطیفہ نمبر۳ میں لکھتے ہیں:

(ملا جی نے) امام طحاوی کی حدیث بطریق " ابن جابر عن نافع" پر بشر بن بکر سے طعن کیا ہے کہ وہ غریب الحدیث ہے ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف' **قاله الحافظ فی التقریب**

اقول کہہ کر فرماتے ہیں: **اولا** ذرا کچھ شرم کی ہوتی کہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں' صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے۔

ثانیا" اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا ہے وہ ہضم کر گئے۔

ثالثا" محدث جی! تقریب میں "ثقہ یغرب" ہے' کسی ذی علم سے سیکھو کہ "فلان یغرب" اور "فلان غریب الحدیث" میں کتنا فرق ہے۔

رابعا" اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف' محدث جی! غریب و منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو۔

خامسا" ' باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے' یا اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھئے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں کی نسبت یہ ہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود بھی موجود جو رجال بخاری سے ہیں۔

سادسا" ' ذرا میزان تو دیکھئے کہ **"اما بشر بن بکر التنیسی فصدوق ثقہ لاطعن فیہ"**

یعنی بشر بن بکر تنیسی خوب راست گو' ثقہ ہیں جنہیں اصلا" کسی وجہ سے طعن نہیں' کیوں! شرمائے تو نہ ہوگے' ایسی ہی اندھیری ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی حدیثیں ضعیف ہیں (۳۴)۔ فتاوی رضویہ ص ۱۷۷

اس طرح کے لطائف اور تنقیدات سے پوری کتاب مملو ہے۔ کامل تفصیل کے لئے کتاب کی طرف مراجعت ضروری ہے۔

قارئین کرام! امام احمد رضا محدث بریلوی کی چند کتب کے حوالہ جات سے آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ وہ علوم حدیث میں بھی اسی طرح بلند مرتبہ و مقام کے حامل ہیں جس طرح علوم فقہ اسلامی میں' یہی وجہ ہے کہ ان کے زمانے کے علماء عرب و عجم نے جہاں ان کو **"فقیہہ العصر"**

اور "مجدد ماۃ حاضرہ" تسلیم کیا ہے وہیں ان کو "امام المحدثین" بھی مانا ہے۔ اب اس کے باوجود اگر کوئی شخص ان کو "قلیل البضاعۃ فی الحدیث" کہنے پر مصر ہو تو اس کی دو ہی وجہ ہو سکتی ہے:

(ا) مسلکی تعصب و عناد' یا

(۲) وہ خود "قلیل المعرفۃ فی العلم حدیث" ہو یعنی علم حدیث سے وہ خود جاہل ہو۔

لیکن ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ اس مقالہ کے مطالعہ کے بعد منصب مزاج اہل علم حضرات کی نہ صرف یہ ہے کہ بدگمانیاں دور ہوں گی بلکہ وہ علوم اسلامیہ میں امام احمد رضا محدث بریلوی کو جو دستگاہ حاصل تھی اس کا صحیح ادراک حاصل کرنے اور ان کے گلستان علم سے خوشہ چینی کے لئے ان کے اصل ماخذ کی طرف بھی رجوع کریں گے جن کا اس مختصر مقالہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

واللہ خیر المستعان وللہ الحمد والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین والہ الطیبین واصحابہ المکرمین۔

"ماخذ و مراجع"

ا۔۲' نزھتہ الخواطر' حکیم عبدالحی لکھنوی' ۸/۴۱ ۔ ۴۴

۳' خطبہ صدارت ناگپور' محدث اعظم ھند علیہ الرحمہ' ۱۳۷۹ھ

۴۔ فتاویٰ رضویہ جدید' امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' ۹/۱

۵۔ اظہار الحق الجلی' امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' ص ۲۴

۶۔ الامن والعلی' امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' ص ۴۳

۷۔ تجلی الیقین' امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' ص ۱۰

۸۔ راد القحط و الو باء' امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' مجموعی صفحات

۹۔ جزاء اللہ عدوہ' امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' مجموعی صفحات

۱۰۔ شمائم العنبر' امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' مجموعی صفحات

۱۱۔ حیاۃ الموات' امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' مجموعی صفحات

۱۲۔ الھداتیہ المبارکہ' امام احمد رضا فاض بریلوی قدس سرہ' مجموعی صفحات

۱۳۔ فتاوی رضویہ قدیم' حصہ اول' امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' ۹/۳۱

۱۴۔ فتاوی رضویہ قدیم حصہ اول' امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' ۹/۱۱

۱۵۔ لمعتہ الضحیٰ' امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ' مجموعی صفحات

۱۶۔ شرح الحقوق' امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ'

مجموعی صفحات

۱۷۔ الزبدة الزکیہ، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، مجموعی صفحات

۱۸۔ الاربعین، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، مجموعی صفحات

۱۹۔ عطایا القدیر، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، مجموعی صفحات

۲۰۔ الامن والعلیٰ، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ص۷۰

۲۱۔ الامن والعلیٰ، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ص۷۳

۲۲۔ الامن والعلیٰ، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ص۱۲۹

۲۳۔ رادالقحط والوباء، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ص۱۲

۲۴۔ فتاوی رضویہ قدیم حصہ دوم، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ۴۷/۹

۲۵۔ فتاوی رضویہ قدیم حصہ دوم، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ۳۲۶/۳

۲۶۔ فتاوی رضویہ قدیم حصہ دوم، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ۴۳۲/۵

۲۷۔ فتاوی رضویہ قدیم حصہ دوم، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ۴۴۰/۵

۲۸۔ فتاوی رضویہ قدیم حصہ دوم، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ۴۶۲/۵

۲۹۔ شمائم العنبر، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ص۵

۳۰۔ المحجتہ الموتمنہ، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ص۵

۳۱۔ صفائح اللجین، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ص۲۴

۳۲۔ فتاوی رضویہ جدید، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ۲۱۵/۶

۳۳۔ فتاوی رضویہ جدید، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ۲۱۹/۶

۳۴۔ فتاوی رضویہ جدید، امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ، ۱۷۷/۵

علامہ مفتی غلام یٰسین امجدی اعظمی (شیخ الحدیث دارالعلوم قادریہ رضویہ، ملیر، کراچی)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی عظیم و دقیق اور مشکل ترین کتاب جدالممتار علی حاشیہ ردالمحتار جو نہایت فصیح و بلیغ عربی میں ہے' فقہ اسلامی کا ایک ایسا بلند پایہ حاشیہ ہے کہ جس میں بین السطور (فٹ نوٹ) کے طرز پر نہایت قیمتی فقہی سرمایہ موجود ہے۔

علامہ محمد امین عابدین شامی صاحب ردالمحتار نے ۱۲۵۳ھ میں اور علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی صاحب درمختار شارح تنویر الابصار نے ۱۰۸۸ھ میں وفات پائی جب کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ۱۲۷۲ھ میں یعنی ان دونوں بزرگوں سے بالترتیب ۱۹ سال اور ۱۸۴ سال بعد دنیا میں قدوم میمونت لزوم فرمایا۔ لیکن امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ذہن رسا' آپ کی قوت حافظہ اور توقیر علمیت کا عالم یہ ہے کہ جب آپ نے شہرہ آفاق کتاب ردالمحتار علی درالمختار جو فقہ حنفی کی مایہ ناز کتب فتاویٰ میں انتہائی معتبر ہے' مطالعہ فرمایا تو بہت سے تسامحات پائے اور بہت سے مسائل جو مختلف فیہ تھے ان میں بڑا الجھاؤ محسوس فرمایا تو آپ نے قلم برداشتہ' برجستہ' نہایت لطیف انداز میں ان کے تسامحات نہ صرف اجاگر فرمائے بلکہ بطریق احسن اصلاح فرمائی اور الجھے ہوئے مسائل کی گھتیاں سلجھا کر مکمل تنقیح فرمائی۔ ان کے قلم کی یہ جولانیاں ان کی ہر تحریر میں خواہ فتاویٰ ہوں یا حواشی' تشریحات ہوں یا تواریخ' احادیث کریمہ ہوں یا اسناد احادیث' اصول حدیث ہوں یا اصول فقہ یا اصول تفسیر' جلوہ آراء نظر آتی ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ ہر علم و فن میں یکساں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء' یقینا** " اللہ و

رسول جلا جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پر گونا گوں عنایات تھیں۔ امام احمد رضا کی تحاریر' تقاریط و براہن کا بغور مطالعہ کیا جائے تو مسالک احناف کے بیان میں صاحب ہدایہ سے کہیں بڑھ کر دکھائی دیتے ہیں۔

پہلا حصہ ۴۰۸ صفحات پر مشتمل ہے جدالممتار کے نام سے اعلیٰ حضرت نے ردالمحتاد حاشیہ درمختار کے پانچوں حصوں پر حاشیہ تحریر کیا ہے۔

اس کا دوسرا حصہ بھی بنام جدالممتار حصہ دوم رضا اکیڈمی بمبئی سے چھپ چکا ہے **بفضلہ** راقم جدالممتار کے اس حصہ اول کا اردو ترجمہ اور تحشی "مسند الابصار علی جدالممتار" کے نام سے کر رہا ہے امید واثق ہے کہ اردو ترجمہ تین حصوں پر مشتمل ہو گا۔

دوران مطالعہ فقیر نے اپنی علمی بے بضاعتی کے باوجود یہ محسوس کیا کہ جدالممتار امام احمد رضا کے فقہی فہم کے کمال اور وسعت مطالعہ اور بے شمار خصوصیات و انفرادیت کا مظہر ہے۔ معارف رضا کے تنگ دامانی کی وجہ سے تمام کا احاطہ ممکن نہیں اس لئے چند خصوصیات بطور نمونہ پیش خدمت ہیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ برجستگی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے اس عظیم فقہی کارنامے میں جو چیز بڑی حد تک نمایاں نظر آتی ہے وہ برجستگی ہے وہ کتاب کا مطالعہ کرتے چلے جاتے ہیں اور دوران مطالعہ جہاں کوئی بات ایسی نظر آتی ہے جس میں بطور شارح کوئی ذمہ داری محسوس کرتے ہیں تو فوری قلم اٹھاتے ہیں اور قول' لکھ کر علامہ شامی کا قول نقل کر کے اس کی شرح اقول سے شروع کر دیتے ہیں اور بطور شارح اپنی ذمہ داری سے اس طرح عہدہ برآ ہوتے ہیں کہ کوئی سقم' تشنگی یا وضاحت طلب نکتہ وہاں باقی نہیں رہتا اگر کوئی سقم مصنف کی عبارت میں پاتے ہیں تو اس کو دور فرماتے ہیں مصنف کے قول میں وضاحت کی ضرورت ہو تو اس کو واضح فرماتے ہیں اور اس کے ابہام اور تشنگی کو دور کرتے ہیں اور مصنف کو کوئی تسامح ہو رہا ہو تو بڑے خوبصورت پیرائے میں اس کا اظہار فرما کر اپنا مدعا بیان کرتے ہیں اور اصل صورتحال کو تحقیق کے ساتھ واضح کرتے ہیں اعلیٰ حضرت کی برجستگی تحریر اس طرح واضح ہوتی ہے کہ سب سے پہلے ردالمحتار ص ۴ سے اپنی کتاب جدالممتار کا آغاز کرتے ہیں اور علامہ شامی کے بیان کردہ سلسلہ رواۃ پر اعتراض وارد کر کے اس کا جواب دیتے ہیں عبارت کا اردو ترجمہ یہ ہے۔ "علامہ شامی کا قول کہ فخر الاسلام بزدوی سے مروی ہے (امام احمد رضا فرماتے ہیں) کہ یہ قابل

غور ہے کہ صاحب ہدایہ" علامہ علی بن ابو بکر مرغینانی کا وصال ۵۹۳ھ میں ہوا اور علامہ فخر الاسلام بز دوی کا وصال ۴۸۳ھ میں ہوا اور ان حضرات میں ایکسو گیارہ سال کا فرق ہے (لہٰذا غور طلب بات یہ ہے کہ صاحب ہدایہ کی فخرالاسلام سے روایت کیوں کر درست ہو سکتی ہے؟) ہاں' صاحب ہدایہ مفتی ثقلین نجم العین ابو حفص عمر بن محمد کے شاگرد رشید ہیں اور مفتی ثقلین علامہ صدر الاسلام ابو السیو بزدوی کے شاگرد ہیں اور صدر الاسلام بزدوی اپنے حقیقی بڑے بھائی فخر الاسلام بزدوی کے شاگرد ہیں۔" (جدالممتار ص ۸۷)

اس کے بعد علامہ شامی کے قول "البھنسی" کو موضوع گفتگو بنا کر ان کا نام بتاتے ہیں تعارف کراتے ہیں' علمی حیثیت اور علمی کارنامے سے روشناس کراتے ہیں اور سن وفات تحریر کرتے ہیں۔ اس کے بعد "الباقانی" کو ردالمحتار سے نقل کر کے فرماتے ہیں کہ **بعینہ** یہ نام تو نہیں ہے البتہ "البلقینی" ہے جن کا نام نور الدین علی القادری ہے۔ **بھنسی** علیہ الرحمتہ کے شاگرد رشید ہیں اور انہوں نے "مجری الانہر" کے نام سے **ملتقی** الابجر کی شرح لکھی جو پانچ سال میں مکمل کی۔ اس کے بعد **ردالمحتار** ص ۳۱ حضرت علی کے دیوان سے متعلق عبارت رد **المحتار** سے نقل فرما کر علامہ شامی کے تسامح کو دور کرتے ہیں عبارت (اردو ترجمہ) اس طرح ہے۔

علامہ شامی کا ارشاد کہ "دیوان علی میں درج ذیل اشعار علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ کے ہیں" میں (امام احمد رضا) کہتا ہوں کہ مذکورہ دیوان علی کو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کی طرف سے منسوب کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ علمائے کرام نے ذکر فرمایا ہے بلکہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ سے تو صرف چند اشعار مروی ہیں' نہ کوئی دیوان ہے اور نہ مجموعہ اشعار۔ اب رہے مذکورہ اشعار تو محاضرات ابرار میں امام سیدی محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ اشعار علی بن ابی طالب قیروانی کے ہیں' حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کے نہیں۔" (جدالممتار ص ۸۸)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت رد المحتار ص ۳۳ پر منقول علامہ شامی کا قول نقل کر کے "سحر" یعنی جادو کے بارے میں وضاحت فرماتے ہیں عبارت یہ ہے۔ (ترجمہ) "علامہ شامی کا قول کہ کافر جادوگر سے دفاع کے لئے سحر (جادو) کا سیکھنا فرض ہے اور میاں بیوی کے درمیان تفریق ڈالنے کے لئے حرام ہے" میں (امام احمد رضا) کہتا ہوں کہ شاید علامہ شامی نے سحر سے وہ وظائف

(اعمال علویہ) مراد لئے ہیں جن میں دفاع اور تفریق دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ ان میں سے جو برائے دفاع ہو درست ہے اور جو برائے تفریق ہو حرام ہے۔ لیکن مشہور معروف جادو تو بہرحال قطعی اور یقینی حرام ہے۔ اس لئے کہ کوئی سحر ایسا نہیں ہوتا کہ جس میں حاجت روائی کے لئے شیاطین سے مدد طلب نہ کی جاتی ہو اور ان کی دہائی نہ دی جاتی ہو بلکہ ان کی ایسی بندگی کی جاتی ہے جو کھلے کفر تک پہنچا دیتی ہے اور جن کلمات سے ان کی مدح سرائی کی جاتی ہے وہ ایسے کلمات ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے لئے بھی نہیں بولے جاسکتے یہ چہ جائیکہ سرکش شیطانوں کے لئے بولے جائیں۔ العیاذ باللہ۔ (جدالممتار ص ۸۸)

۲۔ تحقیق و تدقیق

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ رد المحتار کے مطالعے کے دوران جہاں عبارت میں سقم پاتے ہیں تو تحقیق و تدقیق کا اعلیٰ مظاہرہ کرتے ہوئے اس سقم کو اس طرح دور فرما دیتے ہیں کہ صورت مسئلہ پوری طرح روشن اور واضح ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر مذکورہ بالا سطور میں علامہ شامی کا بیان کردہ سلسلہ رواۃ اس طرح تھا کہ صاحب ہدایہ، فخر الاسلام بزدوی سے روایت کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں، حالانکہ دونوں کے درمیان سو سال سے زائد کا فرق ہے۔ پھر روایت کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ یہ بیان کا بہت بڑا سقم تھا جسے اعلیٰ حضرت نے پوری طرح برجستہ تحقیق سے واضح کر دیا کہ صاحب ہدایہ، فخر الاسلام سے اگر براہ راست روایت نہیں کرتے بلکہ درمیان میں دو واسطے اور ہیں اور وہ یہ کہ صاحب ہدایہ علامہ علی مرغینانی مفتی ثقلین نجم الدین عمر بن محمد کے شاگرد ہیں اور وہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی کے شاگر ہیں جبکہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی، فخر الاسلام بزدوی کے حقیقی چھوٹے بھائی اور شاگرد ہیں یہی نہیں بلکہ غور و فکر کے بعد اس ناچیز (مترجم و شارح جدالممتار) پر یہ بھی واضح ہوا کہ صاحب ہدایہ سے شمس الائمہ کردری کی براہ راست روایت بھی درست نہیں کیوں کہ صاحب ہدایہ کی وفات کے چھ روز بعد شمس الائمہ کردری کی پیدائش ہوئی اور ان کی وفات صاحب ہدایہ کی وفات کے ۴۹ سال بعد ہوئی۔ اسی طرح دیوان علی کے بارے میں تحقیق کر کے امام محی الدین ابن عربی علیہ الرحمتہ کے حوالے سے بتایا کہ وہ اشعار جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہیں۔ دراصل علی بن ابی طالب قیروانی کے ہیں۔ حضرت علی کے نہیں ہیں اسی طرح رد المحتار ص ۷۱ سے عبارت نقل کی اور "تدارک" کے معنی کی تحقیق فرمائی"علامہ شامی کا

قول کہ لم یتدارک کا مفہوم یہ ہے کہ فوراً" یعنی یکے بعد دیگرے قطروں کا **متصلاً** " نہ بہنا بلکہ رک رک کر مہلت کے ساتھ بہنا ہے۔" میں (امام احمد رضا) کہتا ہوں کہ **لم یتدارک** کا معنی **لم یتتابع القطر کثیرۃ** یعنی بہت سے قطروں کا پے درپے نہ بہنا ہے۔ عربی زبان کا محاورہ ہے تدارک القوم کہ آنے والوں نے یکے بعد دیگرے منزل کو پالیا۔ اس میں تسلسل کے ساتھ ایک دوسرے کے پیچھے قطار در قطار کی قید نہیں ہے اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا قول **حتی اذا ادارکوا فیھا** ہے جیسا کہ صحاح میں ہے اور یہ تو تاریخ اسلام کا اہم واقعہ ہے جس کا ہمیں پورا علم ہے کہ فتح مکہ کے دن صحابہ کئی گروہ بن کر یکے بعد دیگرے وقفے وقفے سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔ جب کہ ایک دوسرے کے پیچھے بلا وقفہ مسلسل داخل ہونا ثابت نہیں۔ (جد الممتاز ص ۹۲)

۳۔ تصحیح اسماء الرجال

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے **رد المحتار** کی عبارت پر قلم برداشتہ کئی مقامات پر کئی لحاظ سے تصحیح کی۔ کہیں علامہ شامی کے مذکورہ نام کی تصحیح کی اور کہیں نام میں مغالطے کا ازالہ کیا، کہیں مذکورہ ناموں کا صحیح تلفظ واضح کیا۔

مثلاً" **رد المحتار** کے ص ۴۵ پر علامہ شامی کے الفاظ "**ابن مغلس السقطی**" کی تشریح اس طرح فرمائی۔ (ترجمہ) "یہ غبن کے ساتھ **تغلیس** مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ یعنی **مغکس** ایسا ہی ابن خلکان میں ہے۔ **مغلس** یا مفلس (بالفاء) نہیں ہے، جن کا نام ابو الحسن بن **مغلس سقطی** ہے، جو حضرت جنید کے ماموں اور استاد ہیں۔" (**جد الممتاز** ص ۸۹)

اسی طرح **رد المحتار** کے ص ۴۸ پر ایک صحابی رسول کا نام مقداد نقل کیا گیا ہے۔ امام احمد رضا اس کی تصحیح و درستگی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (ترجمہ) میں کہتا ہوں کہ درست نام مقدام ہے یہ معد یکرب کندی کے صاحبزادے ہیں صحابی رسول ہیں۔ (جدالممتار ص ۸۹) اسی طرح **رد المحتار** کے اسی صفحہ پر ایک اور صحابی کے نام کے غلط اندراج کی نشاندھی کر کے نہ صرف اس کی تصحیح کرتے ہیں بلکہ دیگر محققین کی تحاریر سے اس کی تائید میں ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: علامہ شامی کے قول "**سھل بن منیف**" کے بارے میں امام احمد رضا کہتے ہیں کہ صحیح نام "اسعد بن سہل بن حنیف ہے" (ص ۸۹) علامہ شامی کا قول کہ (صحابی رسول ہیں) علامہ ذہبی نے اس کو درست بتایا (امام احمد رضا نے فرمایا) اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کو درست قرار دیا۔

طبقات مجتہدین کی معرفت حاصل کرنے پر بھی زور دیا **مثلاً**" سب سے پہلے **جدالممتار** ص ۹۰

پر رد المحتار ص ۵۲ پر مذکورہ (تحریر) عبارت " فتاویٰ الطوری" کے تحت رقم طراز ہیں۔ علامہ شامی کا قول کہ "علامہ ابو السعود الازہری فتاویٰ طوری پر اعتماد نہیں فرماتے تھے۔" میں (امام احمد رضا) کہتا ہوں کہ کشف الظنون میں "ذخیرۃ الناظر فی الا شباہ و النظائر" کے تحت صاحب کتاب نے ذال سے یعنی "الذوری" فرمایا ہے بے شک علی طوری مصری حنفی بڑے عالم وفاضل تھے جن کا ۱۰۰۴ھ میں وصال ہوا۔ پھر فرمایا کہ علامہ امینی نے "خلاصتہ الاثر" میں فرمایا کہ علی طوری نے استاد زین الدین بن نجیم وغیرہ سے تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ بڑے لائق' فائق اور صاحب علوم و فنون ہوئے اور فقہ میں بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے۔ وہ فتوے جاری کرتے تھے اور ان کے فتوے بڑے عمدہ اور قابل قبول ہوتے تھے۔ خلاصہ کلام یہ کہ "موصوف نے فقہ حنفی میں جامع کبیر جیسی کتاب لکھی جو ان کے زمانہ حیات ہی میں شہرہ آفاق ہو گئی تھی۔" (جدالممتار ص ۹۰)

معلوم ہوا کہ علی طوری کے فتوں پر سب کا پورا اعتماد تھا اور فتاویٰ ابن نجیم و فتاویٰ علی طوری قابل اعتماد ہیں' ان سے فتوے دیئے جا سکتے ہیں۔

سلسلہ کلام یہ کہ اس مقام پر بتایا یہ جا رہا ہے کہ فتاویٰ ہمیشہ بڑی بڑی مبسوط کتابوں سے دیئے جائیں۔ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ چھوٹی کتابوں یعنی مختصرات جیسے نہر' کنز' شرح نقایہ وغیرہ سے فتاویٰ نہ دے بلکہ ہمیشہ بڑی کتابوں ہی سے فتویٰ دے۔

جدالممتار ص ۹۰ پر ہی فتاویٰ نویسی کا ایک اور اصول واضح فرماتے ہیں کہ جب کسی مسئلے میں مفتی کے سامنے دو مختلف قول ہوں تو ترجیح کسی ایک قول کو دینے کے لئے وجہ ترجیح ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو: (ترجمہ) علامہ شامی کا قول کہ "اس وجہ سے کہ ہم اس کو اس سے پہلے بحوالہ حاوی بیان کر چکے ہیں اور حاصل کلام یہ ہے کہ جب دو مختلف اقوال میں کسی ایک کی دلیل ہو تو اس کو ترجیح ہوگی۔" (امام احمد رضا نے فرمایا) اپنی کتاب شرح عقود میں اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ ان دونوں اقوال میں جو اس وقت کے لوگوں کے لئے زیادہ موافق ہو یا جس کے واضح ترین دلائل موجود ہوں تو اسی کو ترجیح ہو گی۔ لیکن یہ اہل نظر کے لئے خاص ہے عام لوگوں کے لئے نہیں۔

فتاویٰ نویسی کا ایک اور اصول یہ بھی واضح فرمایا کہ قول مرجوح پر فتویٰ جاری کرنا جہالت ہے اور اجماع امت کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا مفتی کو چاہیئے کہ قول راجح کے مطابق فتویٰ دے۔ جیسا کہ امام ابو یوسف کے قول کے ہوتے ہوئے امام

محمد کے قول پر فتویٰ جاری کرنا یا امام صاحب کے قول کے ہوتے ہوئے امام محمد کے قول پر فتویٰ جاری کرنا۔

فتاویٰ نویسی کے دیگر اصولوں کے علاوہ ایک اور انتہائی اہم بات یہ ہے کہ مفتی کو طبقات فقہاء سے آگاہی ہونا چاہیئے کہ فقہاء کی کتنی قسمیں اور طبقات ہیں اور کون سا فقیہہ کس طبقے سے تعلق رکھتا ہے نیز یہ کہ آیا وہ فقیہہ اس معیار و منصب کا ہے کہ اس کے قول پر فتویٰ دیا جا سکے یا نہیں۔ اس مقصد و اصول کی طرف بھی اعلیٰ حضرت نے اسطرح متوجہ کرایا ہے کہ رد المحتار ص ۵۷ پر تحریر عبارت "علی استخراج الاحکام" کے ضمن میں جدالممتار ص ۹۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "صاحبین امام اعظم کے قول سے ہٹ کر فتویٰ نہیں دیتے تھے اس لئے کہ امام اعظم پر ان کا یقین ٹھوس ہے۔ لہٰذا جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ امام اعظم ہی کے قول کی روشنی میں کہا ہے۔ لیکن اگر کسی معاملے میں امام اعظم کے دو یا دو سے زیادہ قول ہیں۔ جن میں سے کسی ایک کو اختیار فرمایا اور اس پر آپ کی رائے جم گئی تو مجتہدین فی المذہب کو اختیار ہے کہ امام اعظم کے ان چند معدول عنہا اقوال میں سے کسی ایک کو اختیار فرما کر فتویٰ جاری فرمائیں، اسی وجہ سے تو یہ لوگ مجتہدین فی المسائل سے ممتاز ہیں۔

طبقات فقہاء سے آگاہی کی اہمیت کے پیش نظر ہم فقہاء کے ساتوں طبقات کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں تاکہ ناواقفوں کے لئے سبب آگاہی اور اہل علم کے لئے تصدیق کا داعی و باعث ہو۔

۱۔ طبقہ مجتہدین فی الشرع : اور یہ آئمہ اربعہ ہیں یعنی امام اعظم، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔

۲۔ طبقہ مجتہدین فی المذہب : اور یہ امام ابو یوسف یعقوب، امام محمد اور بقیہ تمام تلامذہ امام اعظم ہیں۔

۳۔ طبقہ مجتہدین فی المسائل : اور یہ امام خصاف، امام ابو جعفر طحاوی، امام ابو الحسن کرخی، شمس الائمہ حلوانی، شمس الائمہ سرخسی، فخرالاسلام عمر بن محمد بن عبد الکریم بزدوی، فخر الدین، قاضی خان وغیرہ ہم ہیں۔

۴۔ طبقہ اصحاب التخریج : جیسے امام رازی وغیرہ

۵۔ طبقہ اصحاب الترجیح : جیسے صاحب قدوری، صاحب ہدایہ، وغیرہ

۶۔ طبقہ مقلدین : جیسے صاحب کنز، صاحب درمختار، صاحب وقاریہ، صاحب مجمع وغیرہ

۷۔ طبقہ مقلدین محض : اور یہ وہ طبقہ ہے جو مذکورہ اوصاف نہیں رکھتے یعنی نہ تو استنباط پر قدرت رکھتے ہیں، نہ تخریج پر اور نہ ترجیح پر، حتی کہ یہ لوگ کھرے کھوٹے میں تمیز پر بھی قادر

نہیں ہوتے، ایسے حضرات کے لئے تقلید کے سوا چارہ نہیں۔

غرض یہ کہ جدالممتار کی خصوصیات اور امتیازات کے بارے میں جو کچھ بھی اب تک لکھا گیا ہے وہ ناکافی ہے اہل علم و تحقیق آئندہ بھی اپنے ذوق کے مطابق بہت کچھ لکھتے رہیں گے اسی لئے کہ یہ ایک ایسا علمی سمندر ہے جس میں غواصی بحرنا پیدا کنار کی طرح حدود سے ماورا ہے۔ لیکن ہم محدود و مجبور بندے اپنی وسعت و طاقت کے مطابق ہی سمندر کی تہوں سے موتی تلاش کر سکتے ہیں۔ لہٰذا چند الفاظ کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں عرض کرنے کی جسارت کی۔ جو کچھ عرض کیا گیا۔ اہل علم و فن اس سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ "**جدالممتار**" کتب اصول فقہ میں کس قدر قیمتی اضافہ ہے اور صاحب کتاب امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کا فقہی مقام اور علمی قدو قامت کس قدر بلند و بالا ہے ساتھ ہی یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اس عظیم شخصیت کے عظیم علمی خزانے کو اردو میں منتقل کرنا کیسا مشکل اور محنت و مشقت طلب کام ہے کہ اصل کتاب کے مغز و روح کو سلامت رکھتے ہوئے اردو کی سلاست و روانی میں کتاب کے مفاہیم کو بیان کر دیا جائے اور بالخصوص موضوع کلام کا عنوان باندھنے کے لئے جس محنت، توجہ اور عرق ریزی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اس کا اندازہ اصل کتاب دیکھنے والے بخوبی کر سکتے ہیں کہ سب سے پہلے **جدالممتار** اور **ردالمحتار** کا باہمی تعلق تلاش کرنا، پھر **رد المحتار** کی عبارت میں زیر شرح الفاظ کا سیاق و سباق سے تعلق تلاش کرنا اور اصل مفاہیم کو سمجھ کر اسے سلیس و حسین اردو کا قالب پہنایا جانا تب وہ موضوع کلام **جد المحتار** کی متعلقہ عبارت کو عام فہم بنانے کا سبب بنتا ہے۔

یہ وہ عظیم مشقت انگیز مگر شوق افزا کام ہے جو محض اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت اور فضل و کرم اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کی روحانی توجہ سے ہی پورا ہو سکتا تھا، **فلحمد لله علی ذالک**۔

مندرجہ بالا مختصر تحریر فقیر کی زیر تکمیل کتاب "مسند الابصار علی **جدالممتار**" سے ماخوذ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ **الصلوٰۃ والتسلیم** کے وسیلہ و طفیل سے قبول و مقبول فرمائے اور ہمیں اپنے دین کی خدمت پر کاربند رکھے (آمین)

فقہ حنفی کے ارتقاء میں فاضل بریلوی کا کردار

ڈاکٹر جلال الدین نوری

ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی میں بحیثیت استاد تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں اور ان کی نگرانی میں پروجیکٹ آف فتاویٰ اسلام ایک تحقیقاتی ادارہ کام کررہا ہے جو برصغیر اور عالم اسلام کے مختلف کتب فتاویٰ پر جامع تحقیقات کر کے مجلات میں شائع کرتا ہے۔ یہ تحقیقاتی مقالہ بھی پروجیکٹ آف فتاویٰ اسلام جامعہ کراچی کی طرف سے مجلہ معارف رضا کے قارئین کے لئے نذر ہے۔

برصغیر (پاک و ہند) میں سلاطین تیموریہ کی آمد سے پہلے سلاطین خلجی اور لودھی کے ادوار سلطنت میں بھی برصغیر کے مسلمان عوام اور حکومت وقت کا سرکاری مذہب فقہ حنفی ہی تھا۔ جب یہاں مغلیہ سلطنت کی بنیاد ظہیر الدین بابر کے ہاتھوں سے پڑی اس وقت سے آج تک برصغیر میں مسلمانوں کا فقہی مذہب حنفی ہی ہے۔ البتہ ہندوستان کے بعض سواحلی علاقوں میں آج بھی شافعی المذہب مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد موجود ہے۔ عہد مغلیہ میں دور اکبری سیاسی اعتبار سے جتنا تابناک دور کہا جاسکتا ہے اتنا ہی مذہبی اعتبار سے انحاط پذیر دور بھی کہا جاسکتا ہے لیکن علماء احناف اس دور میں بھی فعال نظر آتے ہیں، لیکن جہانگیری اور اس کے بعد شاہ جہاں دور میں دہلی علماء احناف کا ایک عظیم فقہی مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس دور کے علمائے احناف میں خاص طور سے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی اور عبدالحق محدث دہلوی کی مساعی جلیلہ فقہ حنفیہ کے علاوہ احیائے حدیث مصطفویہ علیہ التحیتہ والثناء اور اس کے فروغ و اشاعت میں ناقابل فراموش

ہیں۔ ان کے علاوہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، علامہ دوراں سعداللہ خاں، مولانا عبدالسلام وغیرھم، فن تفسیر و فقہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آخر الذکر مولانا تو لشکر شاہی کے جلیل القدر منصب پر فائز تھے، علاوہ ازیں ملا عوض وجیہہ، علامہ یعقوب لاہوری بھی یگانہ روزگار حضرات تھے علامہ یعقوب لاہوری وہی صاحب ایمان و انصاف بزرگ ہیں جنہوں نے شہنشاہ وقت اورنگ زیب عالمگیر کے اصرار کے باوجود شاہزادہ دارا شکوہ کے محضرالحاد پر دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ غرض کہ یہ تمام حضرات فقہ حنفیہ کی ترویج و اشاعت میں ہمہ وقت مصروف و مشغول رہا کرتے تھے۔

شاہ جہاں کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کے عہد پر نظر ڈالئے تو تمام ہندوستان میں فقہ حنفی کو خوب پھولنے پھلنے کا موقع ملا۔ اسی دور میں مولانا نظام ٹھٹھوی کی قیادت و سرکردگی میں علماء احناف کی ایک منتخب ٹیم نے فقہ حنفیہ کا ایک شاہکار مجموعہ مدون کیا جو بعد میں (فتاویٰ ہندیہ) یعنی فتاویٰ عالمگیریہ کے نام سے موسوم و مشہور ہوا۔ لیکن قارئین کرام کے ذہنوں سے اس مغالطہ کو دور کرنا ضروری ہے کہ اسلامی ہند میں صرف فتاویٰ عالمگیریہ کو ہی اولیت کا شرف حاصل نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شرف سلطان فیروز تغلق کو بھی عطا فرمایا تھا کہ اس سلطان نے اپنے عہد حکومت میں صوبہ بہار کے سپہ سالار تتار خاں (یا تاتار خاں) کی ہمت افزائی سے اس دور کے ایک مشہور عالم اور فقیہہ حضرت علامہ علاؤالدین نے فتاویٰ حنفیہ کا ایک ضخیم مجموعہ (جو چار جلدوں پر مشتمل ہے) مدون فرمایا اور تتار خاں کے نام سے اس کو معنون کیا یہ وہی فتاویٰ تتار خانیہ ہے جو مابعد کے فقہا کے لئے مفتی بہ مجموعہ رہا ہے۔ آپ فقہ حنفیہ یا فتاویٰ حنفیہ کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں پائیں گے جو عہد فیروزی کے بعد مدون یا مرتب ہوئی ہو اور اس میں فتاویٰ تتار خانیہ کا حوالہ موجود نہ ہو(ا)۔ یہاں مزید ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ فتاویٰ ہندیہ کی تدوین ایک مجلس فقہا (اکیڈمی) کے زیر نگرانی ہوئی جس کے سربراہ علامہ نظام الدین برہان پوری (متوفی ۱۱۰۹ھ) ہے اور ایک اندازہ کے مطابق مجلس میں تقریباً" چالیس سے زائد علماء کرام و مفتیان عظام اس کی تدوین و ترتیب میں مشغول و مصروف تھے۔ جب کہ تتار خانیہ صرف ایک عالم کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے اپنے بعض تلامذہ یا رفقاء سے بھی اس سلسلے میں اعانت حاصل کی ہو لیکن ایسی باوثوق صراحت کسی تاریخی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ صاحب نزھۃ الخواطر نے کسی قیاسی اندازے پر ایک رائے قائم کی ہے جو ان کی اپنی رائے

ہے۔ جب کہ فتاویٰ ہندیہ کی تدوین میں فقہائے وقت کا اشتراک عمل تھا ہاں یہ ضرور ہے کہ فتاویٰ تاتار خانیہ کو عوام میں وہ شہرت حاصل نہ ہو سکی جو فتاویٰ ہندیہ کو حاصل ہوئی حکومت وقت کی مالی اعانت سے کئی سال کی شبانہ روز کاوشوں سے فقہ حنفیہ کی تمام کتب "ظاہر الروایتہ و نوادر" اور دوسری مستند کتابوں سے مسائل کی تخریج اور جزئیات پر بحث و جرح کے بعد مسائل فقیہہ کی تبویب کے ساتھ راجح اقوال کی بنیاد پر مرتب کیا گیا۔ فتاویٰ ہندیہ کی جامعیت کے باعث اس کا شہرہ صرف ہند تک محدود نہیں رہا بلکہ تمام ممالک اسلامیہ میں اس کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا گیا اور آج بھی اس فتاویٰ کو اسی طرح معتبر اور مستند سمجھا جاتا ہے۔ بلاد اسلامیہ میں فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی ایسا دارلافتاء ہو جہاں تخریج مسائل میں اس سے استفادہ نہ کیا جاتا ہو۔ سلطان عالمگیر اورنگ زیب کے بعد ملک میں طوائف الملوکی نے جگہ لے لی اور فرزندان اورنگ زیب' سلطان اورنگ زیب کی وصایا کے مطابق تقسیم مملکت پر کسی طرح راضی نہ ہوئے اور ایک دوسرے کا خون بہانا ہی پسند کیا عہد عالمگیری کی تاریخ پھر دہرائی گئی اور شہزادے نے بہت جلد اس بار گراں سے سبکدوشی حاصل کرلی جو عالمگیر نے ان ناتواں کندھوں پر رکھ دیا تھا۔ بہت جلد حکومت عالمگیر کی حدود سمٹنا شروع ہو گئی اور جاٹوں' سکھوں اور راجپوتوں نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے اس کو تاریخ کا ایک عظیم سیاہ باب ہی کہا جاسکتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان مظالم کا ذکر اپنی تصانیف میں تفصیل سے بیان کیا ہے(۲)۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اٹھارھویں صدی عیسوی کے وسط کے بعد کی دہائی میں سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہو گیا اور اس کی آخری شمع عالم رنگون میں بجھ گئی۔

اس دور اختلال و فتن میں کسے اتنا ہوش تھا کہ علوم اسلامیہ کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ میں روغن ڈالتا اور اس کی لو کو "اٹھاتا" ایسے موقعہ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے نامور فرزندوں نے علوم اسلامیہ کی جو گراں قدر خدمات انجام دیں اسے باآسانی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحب کی تصانیف اسلامی ہند میں اسلامی علوم کے چراغ مردہ کی آخری لو تھی جو ایک بارگی تیزی سے بھڑکی اور پھر چراغ بجھ گیا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کا ترجمہ قرآن (بزبان فارسی)' اصول تفسیر و حدیث' اور مشہور زمانہ کتاب "حجتہ اللہ البالغتہ" اس سلسلے میں آپ کی قابل ذکر تصانیف ہیں۔ شاہ صاحب کے فرزندوں میں شاہ رفیع الدین دہلوی اور شاہ عبدالقادر دہلوی نے بھی قرآن حکیم کے اردو ترجمے کئے آپ کے

خاندان کی ایک عظیم ہستی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی لکھ کر ایک بڑا تاریخی کام کیا۔ چونکہ اس وقت دہلی مسلمانوں کا مرکزی مقام تھا اس لئے مسلمانان ہند اپنی ضروریات دینی سے متعلقہ مسائل شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہی کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور دور دراز مقامات کے رہنے والے بذریعہ مراسلت استفسار کرتے شاہ صاحب جوابات دیتے اور ارسال کرتے۔ فتاویٰ عزیزیہ ان ہی فتووں کا مجموعہ ہے (۳)۔ یاد رہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جو اقوال فقیہہ (مسائل دینی و معاملات دینوی) ہم تک پہنچے ہیں وہ آپ کے تلامذہ گرامی کے ذریعے سے پہنچے ہیں خود امام صاحب قدس سرہ کی تصانیف فقہ میں ایک رسالہ "الفقہ الاکبر" کے نام سے موسوم ہے یہ ایک کم ضخامت و حجم کا رسالہ ہے اور علامہ ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۰۱ھ) نے اس رسالے کی شرح لکھی ہے اس کا متن اس شرح کے ساتھ مصر میں طبع ہوا۔ حضرت امام اعظم کے تلامذہ میں چار شاگرد ایسے ہیں جن پر فقہ حنفیہ نازاں ہے اور جن کی مساعی سے فقہ حنفیہ کاگراں بہا خزانہ آج بھی ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ہیں حضرت امام ابو یوسف (یعقوب بن ابراہیم۔ م ۱۸۳ھ) امام زفر بن ہذیل (م ۱۵۸ھ) امام محمد حسن بن فرقد شیبانی اور امام حسن بن زیاد لٹوی۔ ان چاروں حضرات میں امام ابو یوسف اور امام محمد دنیائے فقہ میں صاحبین کے معزز لقب سے یاد کئے جاتے ہیں (۴) ان ہی چاروں ائمہ کے ذریعے حنفی فقہ دنیا میں پھیلا اور حنفی مذہب میں تحقیق و تدقیق اور تصنیف و تالیف کا لامتناہی سلسلہ ان ہی حضرات کی مساعی جمیلہ سے ہر دور میں جاری و ساری رہا' فقہ حنفی پر آج مسائل کی جزئیات اور کلیات کے اعتبار سے لڑیچر کا جو گرانقدر اور وسیع خزانہ موجود ہے وہ ان ہی چار حضرات محترم کی کاوشوں کا مرہون منت ہے۔ اگر یہ حضرات امام اعظم کے اقوال کو منضبط نہ کرتے تو شاید فقہ حنفیہ آج اس مقام بلند پر نہ ہوتا(۵) امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ اقوال کس طرح منضبط ہوئے اس کا مختصر حال بھی ملاحظہ کیجئے!

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تدوین فقہ کا اہم کام ۱۲۱ھ سے شروع کیا(۶) آپ نے اپنے تلامذہ میں سے چالیس حضرات منتخب فرما کر ایک مجلس تفقہ فی الدین قائم کی اس مجلس میں امام ابو یوسف' امام زفر' امام محمد' خواجہ داؤد طائی' شیخ فضیل بن عیاض (رحمتہ اللہ علیہم اجمعین) جیسے مشاہیر و اکابر شامل تھے۔ ان حضرات کے علاوہ جو اور حضرات تھے وہ بھی ایسے ارباب فطانت و ذکاوت اور صاحب فضل و کمال تھے جن کی مسائل دینی اور اجتہاد پر بہت گہری نظر تھی۔

ان چالیس حضرات میں تمام حضرات تفسیر' احادیث و آثار' علوم عربیہ اور لغت عرب میں یگانہ روزگار تھے۔ اس مجلس میں تدوین مسائل کا طریقہ یہ تھا کہ ایک مسئلہ پیش کیا جاتا اگر مجلس کے تمام افراد اس مسئلہ میں ایک رائے پر متفق ہوتے تو اسی وقت معرض تحریر میں لے آتے ورنہ بصورت اختلاف اس پر آزادانہ بحث و تمحیص ہوتی ارباب مجلس اپنی اپنی رائے پیش کرتے۔ امام صاحب ان تمام آرائے مختلفہ کو سن کر فیصلہ صادر فرماتے اور اس فیصلہ کو تحریر کر لیا جاتا۔ اس طرح ۱۵۰ھ تک یہ مجلس تدوین فقہ قائم رہی اور اس تیس (۳۰) سال کی مدت میں جرح و تحقیق و اجتہاد کے بعد فقہ کا ایک عظیم الشان ذخیرہ مرتب ہوا۔ امام موفق رحمتہ اللہ تعالیٰ تحریر کرتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۸۳ ہزار مسئلے املا کرائے جن میں اڑتیس ہزار عبادات میں اور پینتالیس ہزار معاملات میں ہیں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر تلامذہ میں امام محمد اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہم نے مسائل فقہی کی ایسی توضیح اور تشریح کی کہ امام صاحب کے اصل مجموعہ کی پھر ضرورت باقی نہ رہی کہ ان توضیحات و تشریحات کی اصل امام صاحب کے اقوال اور فیصلے ہی تو تھے اس طرح اصل ماخذ اس قدر قابل اعتنا نہیں رہا۔ جس قدر آپ کے تلامذہ کی تالیفات۔ امام محمد اور امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہم کی یہ توضیحات اور تشریحات آج تمام دنیا میں موجود ہیں اور یہی فقہ حنفیہ کا ماخذ و منبع ہیں۔ ان دو حضرات یعنی صاحبین کے علاوہ اور بہت سے فاضل و مشاہیر فقہا نے مذہب حنفیہ پر ایک گرانقدر سرمایہ اپنی یادگار چھوڑا ہے اور ان حضرات کی کتب بھی فقہ حنفیہ میں مفتیٰ بہ ہیں البتہ یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ مذہب حنفیہ پر تالیفات میں عظیم ترین حصہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ امام محمد (بن حسن شیبانی) نے فقہ حنفیہ پر جو کتابیں تالیف کی ہیں وہ دو طرح کی ہیں ایک وہ جن کا نام بحیثیت مجموعی' کتب ظاہر الروایتہ ہے اور قسم دوئم میں وہ کتب ہیں جن کو "کتب النوادر" کہتے ہیں (۷)۔

فقہ حنفیہ میں کتب ظاہر الروایتہ یہ ہیں۔ المبسوط' الجامع الکبیر' الجامع الصغیر' کتاب السیر الکبیر' کتاب الیسر الصغیر اور زیادات' ان چھ کتابوں کو علامہ شیخ ابو الفضل مروزی نے اپنی تصنیف' الکافی میں جمع کیا ہے۔ فقہ حنفیہ کے مسائل کی زیادہ تر تخریج کتب ظاہر الروایتہ سے کی جاتی ہے کتب نوادر میں کتاب امائی محمد' کیسانیات (شعیب کیسانی نے اس کی روایت کی ہے) کتاب الرقیاۃ' ھارونیات' جرجانیات اور

کتاب المخارج فی الحیل ہے کتب نوادر میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "المجرد" بھی شامل ہے جس کی روایت آپ کے شاگرد امام حسن بن زیاد لوٹوی نے کی ہے' کتاب الا آثار بھی محمد حسن لوٹوی کی تالیف ہے۔

صاحبین اور امام حسن بن زیاد کے بعد فقہ حنفیہ کے مدونین و مولفین میں علامہ احمد بن مہر المعروف بہ حفاف (م ۲۶۱ھ) بھی قابل ذکر ہیں۔ آپ کی تالیفات میں کتاب الحیل اور کتاب الوقف بہت مشہور ہیں۔ علامہ حفاف کے بعد امام ابو جعفری طحاوی (م ۳۲۲ھ) میں جو کتاب جامع الکبیرفی الشروط کے مولف ہیں اور فقہ حنفیہ کے اولین مولفین کے زمرہ میں شامل ہیں۔ ائمہ مذکور اور دوسرے فقہائے حنفیہ کے بعد وہ طبقہ پیدا ہوا جو مجتہد نہیں بلکہ فقہ حنفیہ کے مقلد اور موید تھے ان اصحاب میں شیخ ابو الحسن کرخی (م ۳۰۴ھ) امام عبداللہ جرجانی (م ۳۹۸ھ) قابل ذکر ہیں۔ امام عبداللہ جرجانی فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب "خزانتہ الاکمل" کے مولف ہیں۔

پانچویں صدی ہجری کے مشہور مولفین فقہ حنفیہ میں احمد بن محمد قدوری ہیں(۸) آپ کی مشہور تالیفات میں المختصرالقدوری سب سے نمایاں ہے جس کی بہت سی شرح لکھی گئی ہیں۔ اسی صدی میں شمس الائمہ محمد بن احمد ابوبکر سرخسی نے المبسوط کے نام سے کتاب فقہ مدون کی امام علی بن محمد بزدوی (م ۴۸۲ھ) اپنی تالیف' کتاب الاصول کی وجہ سے مشہور ہیں۔ علامہ ابوبکر کاسانی (م ۸۵۷ھ) مشہور زمانہ کتاب "بدائع الصنائع" کے مولف ہیں۔ کتاب کا پورا نام "بدائع الصنائع فی الترتیب الشرائع" ہے یہ بدائع الصنائع کے مختصر نام سے مشہور ہے اور مفتیٰ بہ ہے۔

چھٹی صدی ہجری کے زندہ جاوید مصنف علامہ شیخ برہان الدین مرغینانی (م ۵۹۳ھ) ہیں جو اپنی بے مثل کتاب "کتاب الھدایہ" کے باعث مشہور زمانہ ہیں' صاحبین کی تصنیفات کے بعد "ہدایہ" جیسی شہرت فقہ حنفیہ کی کسی کتاب کو شاید ہی میسر آئی ہو۔ آپ کی ایک اور کتاب "شرح ہدایتہ المبتدی" ہے لیکن ہدایہ کے سامنے اس کی شہرت ماند پڑ گئی۔ ہدایہ چار جلدوں پر مشتمل ہے اور درسیات میں متداول ہے۔ کتاب ہدایہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کی متعدد شروح اور حواشی لکھے گئے ہدایہ کی شروح میں سروبی کی "کفایہ" اور علامہ کرلانی کی "وقایہ" ہیں تاج الشریعتہ محمود محبوبی نے وقایہ کا خلاصہ "نقایہ" کے نام کیا ان تمام شروح میں علامہ کمال الدین ابن ہمام کی فتح القدیر" (آٹھ جلدوں میں) شرح ہدایہ مشہور زمانہ ہے اور معتبرو مستند ہے۔

ساتویں صدی ہجری سے پہلے ہی تقلید کا

قطعی دور شروع ہوچکا تھا اب صرف فقہ کے متون اور ان پر **تعلیقات** اور ان کی شرح لکھنے پر اکتفا کی جانے لگی تھی پھر ان **تعلیقات** اور شرح کی شرح مرتب ہوئیں اور مسائل حنفیہ پر فتاویٰ مرتب ہونے شروع ہوئے۔ اب شرح اور **تعلیقات** کا ایسا دور شروع ہوا جس نے بہت جلد فقہی خزانے میں قیمتی اور معتد بہ اضافے کئے۔ اس دور کی مولفات اور شرح میں درج ذیل کتابوں نے بہت زیادہ شہرت حاصل کی اور متاخرین فقہا کے نزدیک یہ کتابیں معتبر اور مستند رہیں۔

المختصر: مولفہ احمد بن محمد قدوری، متاخرین فقہا میں وہ چار کتابیں جو چار متون کے نام سے مشہور ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) وقایہ مختصر الھدایہ (۲) مختار (۳) البحرین مولفہ ابن الساعاتی (م ۶۸۳ھ) (۴) کنزالدقائق مولفہ حافظ علاؤالدین نسفی (م ۷۱۰ھ) مذکورہ بالا چار چار متون میں "کنزالدقائق" سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ہدایہ کے بعد کنزالدقائق فقہ حنفیہ میں ایک ایسی کتاب ہے جس کے حواشی و شرح اس طرح مشہور ہوئے کہ اصل کتاب کی شہرت بھی دب گئی۔

تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں اردو زبان میں مسائل فقہی پر کچھ کتابیں لکھیں گئیں، لیکن مقصد تالیف کے تحت ان کا انداز بالکل عمومی تھا۔ ان تالیفات کا مقصد یہ تھا کہ عام مسلمانوں کو ان کے دینی احکام سے آگاہ کر دیا جائے اور غلط راستے پر چلنے سے ان کو روکا جائے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا رکن الدین صاحب الوری قدس سرہ نے "رکن الدین" جیسی آسان اور یسیر الفہم کتاب تصنیف کی۔ اس دور میں شرح و قایہ کے اردو ترجمہ بھی ہوئے۔ درس نظامی میں معقولات پر بھرپور توجہ کی جاتی تھی۔ درجہ چہارم میں جاکر کہیں تفسیر و فقہ سے روشناسی حاصل ہوتی تھی (وہ بھی تفسیر جلالین کی حد تک) اور فقہ میں فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب ہدایہ تک طلباء کے ذہنوں کی رسائی ہو سکتی تھی۔ ان مدراس میں فقہ کے نصاب میں صرف شرح وقایہ اور ہدایہ ہی متداول تھیں۔ ۱۸۵۶ء کی جنگ آزادی کے بعد کے ہوش روبا حادثات نے دلوں کا سکون چھین لیا تھا اس لئے ان دینی مدارس میں جو کچھ دینی تعلیم دی جارہی تھی وہ بھی بہت غنیمت تھی اسلامی معاشرہ منتشر تھا۔ ایسے پر آشوب اور کسمپرسی کے ماحول میں ہند منتشر تھا۔ حنفی مسلمانوں کے لئے **روہیلکھنڈ** کے صدر مقام بریلی میں اللہ تعالیٰ نے امام اہل سنت، **فقیہہ اعظم**، مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز کو پیدا فرمایا جنہوں نے بیدینی کی آندھیوں میں چراغ ایمان کو اپنے تبحر علمی کے دامن کی اوٹ میں اس طرح فروزاں رکھا کہ مسلمانوں کو ضلالت و گمراہی سے بچایا(۹)

اور اپنی علمی توانائیوں سے جرات مندانہ کام لیتے ہوئے اس ضلالت کے سیلاب کے آگے ایک مضبوط بند ھ باندھ دیا جو ناداں اور کم علم مسلمانوں کی متاع ایمان اور عظمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روح پرور جذبات کو اپنی تند رو میں بہالے جانے کے لئے بڑھتا چلا آرہا تھا۔ معاشی بدحالی نے بھی مسلمانوں کی کمر توڑ دی تھی۔ سرسید اور ان کے رفقا ملت اسلامیہ کا درد دل میں لے کر اٹھے اور انگریزی زبان ان کے علوم و فنون اور ان کی تہذیب کی تحصیل کو اس درد کا درماں قرار دیا۔ حضرت اکبر آبادی چلاتے رہ گئے کہ:

درمیان قصر دریا تختہ بذم کردہ ای
باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

سرسید اور ان کے رفقاء کی تحریک پر بعض دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلیاں کی گئیں اس سلسلہ میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مثال دی جاسکتی ہے۔ اس دور انحطاط میں ایک طبقہ نے کفر و شرک کی غلاظت کے انبار عشق سول کے متوالوں اور عظمت رسول کی شمع کے پروانوں پر پھینکنا اپنا شعار بنا لیا تھا۔ ایسے پر آشوب دور میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز نے مسلمانان ہند کی رہنمائی کا عزم صحیح فرمایا اور اس راہ پر خطر پر اپنے مضبوط قدم رکھ دیئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مساعی کو مشکور فرمایا۔ اس یگانہ روزگار' فقیہہ بے عدیل و محدث بے نظیر نے اپنی زندگی کے شب و روز اسی میں صرف فرما دیئے آپ کے زور قلم' قوت بیان و استدلال نے اعدائے دین کے منہ پھیر دیئے آپ نے زبان و بیان کی تمام توانائیوں کو اس راہ میں صرف کیا اور علم و تحقیق کے تمام وسائل بروئے کار لائے آپ کا ہر نفس اسی راہ جہاد میں صرف ہوتا تھا۔ آپ کے قلم سے جو کچھ نکلتا وہ اسی جذبہ کا ترجمان ہوتا۔

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑے رہو

اس سلسلے میں آپ نے صدہا رسائل تحریر فرمائے۔ گرچہ آپ کے تبحر علمی کی دنیا بہت وسیع تھی تمام علوم معقول اور منقول بشمول ریاضیات و طبیعات و مابعد الطبعیات آپ کی طبع وقار کی گرفت میں تھے اور یہ تمام رسائل آپ کا منتہائے علم اور غایت توجہات کبھی نہیں رہے۔ ان رسائل کی تصنیف سے آپ کا مقصد مسلمانوں کے عقائد کا تحفظ اور ان کی نگہداشت اور ضلالت و گمراہی پھیلانے والوں کے دام فریب سے عامتہ المسلمین کو ہوشیار رکھنا تھا' ان میں بعض رسائل اگرچہ مختصر ہیں لیکن اپنی جامعیت اور دلائل و براہین کے نظم کے اعتبار سے اہل علم و فن کے لئے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ہاں بعض رسائل خاصے ضخیم اور موضوع پر تحقیق کے

اعتبار سے ایک مکمل تھیسس کا درجہ رکھتے ہیں مثلاً "الدولتہ المکتہ" لیکن تفقہ فی الدین میں آپ کی فکر و قلم کا شاہکار آپ کا مجموعہ فتاویٰ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ہے جو "فتاویٰ رضویہ" کے نام سے مشہور ہے یہ بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور ان میں ہر ایک جلد ایک مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔ فتاویٰ رضویہ کی ہر جلد میں متعدد رسائل بھی موجود ہیں کہ بعض سوالات کے تفصیلی اور مدلل جواب کے لئے دوچار صفحات ناکافی تھے اس لئے جواب میں ایک رسالہ مرتب کرنا پڑا۔ اگر ہر جلد کے ان رسائل کو یکجا کر لیا جائے تو موضوع متعلقہ پر "فقہ حنفیہ" کی ایک مبسوط کتاب ہو سکتی ہے۔

تیرہویں صدی ہجری میں ممالک اسلامیہ میں مفتی مصر شیخ محمد عباسی مہدی کے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ مہدیہ" کے نام سے مصر میں طبع ہوا۔ یہی وہ زمانہ ہے کہ اس وقت برصغیر میں فتاویٰ رضویہ کی تدوین عمل میں آئی فتاویٰ رضویہ تیرہویں صدی کے عشرہ آخر اور چودہویں صدی کے اربع اول میں لکھے جانے والے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، فقیہ عصر، محدث علام، شاہ احمد رضا خان قادری برکاتی قدس سرہ کی فطانت و ذکاوت تبحر علمی اور تفقہ فی الدین کا ایک عظیم شاہکار ہے جو بارہ جلدوں پر منقسم کیا گیا ہے اور یہ عمل خود صاحب فتاویٰ کی اجازت سے سرانجام ہوا اس تدوین کے بعد بھی اعلیٰ حضرت کے وصال تک سینکڑوں فتاویٰ اور جمع ہو گئے تھے اور اس طرح اس کی اور جلدیں مرتب اور مدون کی گئیں اس طرح آج فتاویٰ رضویہ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے جو ہندوستان میں طبع ہوئیں اور پھر پاکستان میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہمارے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں اس برصغیر میں فتاویٰ رضویہ آخری گرانقدر فقہ حنفی پر مشتمل مجموعہ فتاویٰ ہے۔ چودہویں صدی ہجری کے اواخر تک ایسا مہتم بالشان کوئی اور فتاویٰ مرتب نہیں ہوا۔

فتاویٰ رضویہ کی ہر ایک جلد کا ایک مستقل موضوع ہے مثلاً" جلد اول کتاب الطہارۃ پر مشتمل ہے جس کے تحت مختلف ابواب ہیں۔ اسی طرح دوسری جلد کتاب الصلوۃ پر مشتمل ہے اور وہ بھی مختلف ابواب کی حامل ہے۔ قابل ذکر اور توجہ طلب بات یہ ہے کہ فتاویٰ کی ہر جلد میں ایسے نکات زیر بحث لائے گئے ہیں کہ ان تک ایک فقیہ بالغ نظر کی نگاہ ہی پہنچ سکتی ہے۔ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمتہ نے ان جزئی مسائل کو اپنی قوت استخراج و طبع وقار سے ان تمام دلائل و براہین کے ساتھ اس طرح پیش کیا ہے کہ جو ہمارے فقہائے متقدمین میں بھی اپنی مختلف

تصانیف میں بیان کر چکے ہیں اور ان دلائل و براہین کا **استقصا** اور ان دلائل پر اعتراضات اور ان کے رد میں دلائل اور براہین قاطعہ کی تخریج کوئی آسان بات نہیں ارباب علم و فضل جانتے ہیں کہ اس کے لئے صرف دقت نظر ہی درکار نہیں بلکہ وسعت معلومات اور بصیرت نامہ اور متون مختلفہ کا **استقصا** بھی اشد ضروری ہے بغیر اس کے ان جزئی مسائل پر بحث اور ان مسائل کی تخریج نہیں ہو سکتی پچھلے سطور میں بھی تاریخ فقہ حنفیہ میں جن معتبر و مستند کتابوں کی نشاند ہی کر چکا ہوں اور امام احمد رضا نے جن کو بطور صفت براعت **استہلال** اپنے مقدمہ **العطایا النبویہ** میں بیان فرمایا ہے ان تمام کتب پر حضرت والا کی نظر تھی اور آپ کو اپنے فقہی مسائل کی تائید یا استدلال میں ایسے مقامات کی تلاش، تجسس اور **تفحص** کے لئے ان کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ وہ آپ کے لئے بالکل **مستحضر** تھیں۔ آپ نہایت آسانی سے ان حوالوں کو ترقیم و تحریر کرتے چلے جاتے تھے جو مسئلہ زیر بحث کی تائید و استدلال کے لئے ضروری ہوتے صرف یہی نہیں بلکہ تقلید کے ساتھ ساتھ اکثر مقامات پر آپ کی گرانقدر رائے کے اجتہادی پہلو بھی ہمارے سامنے آتے ہیں۔ آپ فقہائے سلف سے اختلاف بھی کرتے ہیں لیکن آپ کا یہ اختلاف امت کے حق میں رحمت ہوتا ہے۔ آپ کا اختلاف برائے اختلاف کبھی نہیں ہوتا بلکہ آپ دوسرے فقہائے کرام سے نہایت ادب کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے اپنی جس رائے کو پیش فرماتے ہیں وہ براہین و دلائل سے مزین ہوتی ہے اور اس میں نہایت وزن ہوتا ہے اور آپ کی نگاہ دوررس اپنے قول اور اپنی رائے کی تائید میں متقدمین میں سے اس کا جزیہ مواد تلاش کر لیتی ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ اس کے لئے جس علمی کمال کی ضرورت ہے وہ ہر ایک فقیہ کو حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وصف خاص حضرت رضا قدس سرہ العزیز کی فکر دوررس اور نگاہ دوربین کو فیاضی و فراوانی سے عطا فرمایا تھا آپ ایسے مقامات پر بھی اصول فقہ سے سرمو انحراف نہیں فرماتے بلکہ اس کی پوری پوری پابندی فرماتے ہیں۔

آپ (حضرت رضا قدس سرہ) جس مسئلہ پر بھی خواہ وہ کوئی کلیہ ہو یا جزئیہ، جب قلم اٹھاتے ہیں تو اس کے ہر ایک پہلو پر بحث کرتے ہوئے اس کے ہر ممکنہ رخ یا صورت کو پیش فرماتے ہیں اس کے بعد اس کے جواز عدم جواز استحسان یا **استحباب** کا حکم صادر فرماتے ہیں اور یہ خوبی ان کے ہم عصر دیگر فقہا کی تصانیف میں نظر نہیں آتی بالخصوص وہ **تعمق فکر**، جودت طبع اور ذہن رسا کے ساتھ ساتھ علم قرآن، علوم تفسیر و حدیث اور

اصول حدیث پر کمال دسترس کے حوالے سے وہ منفرد نظر آتے ہیں صرف یہی نہیں کہ علوم منقولات پر آپ کی گرفت کافی قوی تھی بلکہ علوم معقول و نظری پر بھی کامل دسترس رکھتے تھے فلسفہ علم الکلام، منطق، فلکیات، طبعیات، مابعد الطبعیات اور خلاف و جدل پر بھی کامل عبور حاصل تھا اس لئے کہ ایک فقیہ کے پاس مختلف النوع اور گوناگوں قسم کے مسائل آتے ہیں اگر وہ ان تمام علوم سے بہرہ ور نہیں تو وہ جواب باصواب دینے سے قاصر رہے گا۔ پس فقہ کی دنیا بہت وسیع ہے اور اس کی قلمرو میں جمیع علوم و فنون داخل ہیں اور یہ سب حسب ضرورت آپ کو نہ صرف حاصل تھے بلکہ ان میں استاذانہ کمال رکھتے تھے۔ اور یہ اصولی قاعدہ ہے کہ مسائل فقہی کو فقہی زبان میں ہی پیش کرنا ضروری ہوتا ہے آپ اگر حضرت موصوف قدس سرہ کے فقیہانہ انداز بیان و زبان میں الفاظ و زبان کی شاعرانہ چاشنی دیکھنا چاہتے ہیں تو یہ آپ کی بھول ہوگی۔ حضرت امام رضا قدس سرہ نے مسائل فقہی کے استدلال میں اسی فقیہانہ اسلوب بیان کو اپنایا ہے البتہ فصاحت و بلاغت، براعت اور تسلسل بیان کا اعلیٰ معیار ان کے ہر جملہ سے جھلکتا نظر آتا ہے ہاں فتاویٰ رضویہ میں ایک خاص بات دیکھنے کی یہ ہے کہ جہاں آپ کا بیان یا مسئلہ کا جواب براہین سے مبرہن نہیں وہاں آپ کے بیان کی سادگی اور انداز تفہیم سلاست زبان سے آراستہ و پیراستہ ہے اور جہاں استدلال براہین یا تائید کلام میں اصول فقہ کے دلائل کو پیش کیا ہے وہاں سلاست بیان کی ضرورت ہے اور نہ آپ نے اس کا اہتمام فرمایا ہے جب کسی عالم کی طرف سے کوئی سوال پیش کیا جاتا تو حضرت امام رضاقدس سرہ اس کا جواب بھی عالمانہ رنگ مرحمت فرماتے اگر وہ عام یا معمولی لیاقت رکھنے والے شخص کی جانب سے ہوتا جس کا اندازہ امر مسئولہ اور سائل کی زبان ہی سے ہو جاتا تو حضرت اس کا جواب سوال کے انداز بیان ہی کے رنگ میں آسان اور سادہ اسلوب میں مرحمت فرماتے اسی طرح آپ سوال کی زبان کا بھی خیال رکھتے تھے اگر سوال اردو میں کیا گیا ہے تو جواب بھی اردو میں دیا گیا ہے اور اگر سوال عربی زبان میں کیا گیا ہے تو جواب بھی عربی زبان میں دیا گیا ہے اور اگر سائل نے فارسی زبان میں مسئلہ دریافت کیا ہے تو حضرت رضا قدس سرہ نے اس کا جواب بھی فارسی زبان میں مرحمت فرمایا ہے اور اگر کسی نے انگریزی زبان میں دریافت کیا ہے تو آپ نے انگریزی ہی میں جواب دیا ہے یہاں تک اہتمام فرمایا ہے کہ منظوم سوال کا جواب منظوم (عربی، فارسی، اردو) زبان میں دیا گیا ہے۔ حقیقت

یہ ہے کہ حضرت والا مرتبت ان تمام زبانوں پر کامل عبور رکھتے تھے۔ اور آپ کی اس قابلیت کے نمونے فتاویٰ رضویہ کے مختلف جلدوں میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں یاد رہے کہ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے عہد مسعود یعنی ۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء میں برصغیرپاک و ہند کی عام زبان اردو تھی اور آپ کی خدمت میں اسی زبان میں مسائل شرعیہ پر مبنی سوالات بھیجے جاتے تھے۔ آپ فقہی استدلال اور تائید بیان کے لئے اگر ضرورۃ" آپ کو فقہی متن پیش کرنا ہوتا تھا تو آپ فہم سائل کے لئے اس متن کا ترجمہ بھی رقم فرما دیا کرتے تھے۔

لیکن جہاں عالمانہ مسائل بیان فرماتے اور آپ سمجھتے کہ سائل یا میرا مخاطب صاحب علم و فضل ہے لیکن سوال اردو میں ہوتا تو آپ کے جواب میں بھی عالمانہ رنگ پیدا ہو جاتا تھا اور آپ متون فقہی کا ترجمہ اردو میں پیش کرنا ضروری خیال نہیں فرماتے تھے۔

اکثر علماء نے عربی زبان میں آپ سے کسی مسئلہ میں استفسار کیا تو اس کا جواب آپ نے نہایت شستہ' شگفتہ اور اکثر مقامات پر مسجع اور مقفی عربی میں جواب دیا۔ آپ نے شکوہ الفاظ سے زبان یا طرز ادا کو کبھی ژولیدہ' نہیں بنایا۔ اردو کی طرح آپ کی عربی زبان کا طرز ادا بھی بہت دلکش اور سلجھا ہوتا تھا قابل ذکر بات یہ ہے کہ اردو زبان کی طرح عربی عبارات یعنی طرز ادا میں بھی ایک بیساختگی اور استدلال میں وہی قوت بیان ہے جوارد و زبان میں آپ کے یہاں موجود ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کو علم الفقہ اور فتاویٰ میں بالخصوص اور جملہ ۵۰ سے زائد علوم و فنون میں بالعموم جو علم راسخ و ملکہ تامہ و حسن کمال عطا فرمایا تھا اور آپ کے فتاویٰ سے برصغیر کے علاوہ عالم اسلام کے مسلمانوں کی مذہبی' سیاسی' اقتصادی' اصلاحی' احیا دین میں رہنمائی حاصل ہوئی یہ عظیم خدمت کو انصاف پسند مئورخین نے تاریخ کے صفحات پر نقش فرما دیا ہے' جب ہم اور دیگر اہل علم مولانا موصوف کی کامیابی کے اصل اسباب کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو اس کا ایک جواب پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ڈائریکٹر ثقافت اسلامیہ لاہور کا اس جملہ سے مل جاتا ہے۔

"حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ اسلامی فقہ و فتاویٰ میں جو عبور و رسوخ حاصل تھی اس کی اصل وجہ آپ کی قرآن و سنت سے گہری وابستگی اور شیفتگی ہے جو دیگر عالم کو حاصل نہیں"(۱۰)

جب کہ پاکستان کے ایک اور معروف اسلامی اسکالر پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر سابق چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور بیان کرتے

ہیں کہ (۱۱)

برصغیر میں فقہ حنفیہ کے فروغ و اشاعت میں فتاویٰ رضویہ نے بلاشبہ ایک منفرد کردار ادا کیا ہے جو تاریخ کے صفحات پر ثبت ہوچکا ہے اور اہل علم اس کتاب سے رہتی دنیا تک مستفید ہوتے رہیں گے۔

حواشی و حوالاجات

(۱) بعض روایات کے مطابق سلطان غیاث الدین تغلق نے فتاویٰ تاتار خاں کی تدوین میں حصہ لیا' (نزھتہ الخواطر' جلد ۲' ص ۱۸

(۲) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات' ص ۱۲۰

(۳) نزھتہ الخواطر' جلد اول' ص ۳۵

(۴) امام ابوحنیفہ احوال و آثار' ابوزہرہ مصری

(۵) ایضاً" ص ۲۴

(۶) سالنامہ معارف رضا' شمارہ ۱۹۹۰ء' کراچی' ص ۱۲۴

(۷) الصبح النوری شرح اردو مختصر قدوری' مترجم محمد حنیف گنگوہی' مطبوعہ لاہور

(۸) ایضاً" ص ۱۸

(۹) تذکرہ علماء ہند از رحمٰن علی' ص ۱۲۰' مطبوعہ لاہور

(۱۰) رسالہ تقریب تعارف فتاویٰ رضویہ' مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء

(۱۱) ایضاً"

امامِ اعظم اور امام احمد رضا

مولانا شمس الدین خان مشاہدی (استاذ دارالعلوم غوث الاعظم، ناسک، بھارت)

زمانہ بھرنے زمانہ بھر میں بہت تجسس کیا و لیکن
ملا نہ تم سا امام کوئی امام اعظم ابو حنیفہ

ابتداء آفرینش سے سنتِ الٰہیہ جاری ہے کہ جب بھی اس خاکدان گیتی پر کفر و شرک کی گھنگھور گھٹا چھائی۔ الحاد و بیدینی کا دور دورہ ہوا تو اس نے اپنے ایسے مقرب اور برگزیدہ بندوں کو مبعوث فرمایا جنھوں نے کفر و شرک کی دھجیاں اڑا دیں اور الحاد و بے دینی کی جگہ کلمہ توحید بلند فرمایا کہ ظلمت کدہ عالم کو بقعہ نور بنا دیا۔

ان مقدس اور برگزیدہ ہستیوں میں انبیاء و رسل علیہم السلام کی باعظمت ذوات والا صفات سر فہرست ہیں جو بتقاضائے ضرورت مطلع رسالت و نبوت پر طلوع ہو کر تیرہ و تاریک فضا میں انوار بکھیرتی رہیں باب نبوت کے مقفل ہو جانے کے بعد فقہ اسلامی کا پہلا دور ظہور نبوت سے لے کر ۱۰ھ تک ہے۔ جسے ہم عہد رسالت سے تعبیر کرتے ہیں۔ چونکہ اس عہد مبارک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی منبع احکام شرع ہونے کی حیثیت سے صحابہ کے درمیان موجود تھی اس لئے اپنی شخصی زندگی میں جب بھی انہیں کوئی نیا مسئلہ درپیش ہوتا فوراً" حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی منبع احکام شرع ہونے کی حیثیت سے صحابہ کے درمیان موجود تھی اس لئے اپنی شخصی زندگی میں جب بھی انہیں کوئی نیا مسئلہ درپیش ہوتا فوراً" حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے۔ اجتہاد کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی۔

فقہ اسلامی کا دوسرا دور کبار صحابہ کا عہد مبارک ہے جو ۱۰ھ کے بعد سے شروع ہو کر ۴۰ھ پر ختم ہو جاتا ہے اسے فقہ صحابہ کا دور کہتے ہیں۔

فقہ اسلامی کا تیسرا دور صغار صحابہ و کبار تابعین کا ہے یہ دور ۱۴۱ھ کے بعد سے شروع ہوکر دوسری صدی ہجری کی ابتدا تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے یہی وہ مبارک دور ہے جب کہ اسلامی اقتدار کا سورج خط نصف النہار پر چمک رہا تھا۔

فقہ اسلامی کا چوتھا دور دوسری صدی ہجری کی ابتدا سے شروع ہوکر چوتھی صدی ہجری کے تقریباً نصف تک پہنچ کر تمام ہو جاتا ہے۔ اس دور کے مشاہیر فقہا امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک بن انس، امام احمد بن حنبل و سفیان بن سعید ثوری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

اماموں اور **فقیہوں** کے سردار، سراج امت مصطفوی امام اعظم ابو حنیفہ کے عظیم فقہی مقام سے کون منکر ہو سکتا ہے۔

آپ کی علمیت کو جملہ ماہرین علوم و فنون یعنی علمائے امت و سادات ملت نے سراہا اور آپ کے تاج فضیلت کی گواہی دی مثلاً امام شافعی نے فرمایا۔

الناس کلهم عیال ابی حنیفته فی الفقه

تمام لوگ فقہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیال ہیں۔

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ **من مناقب ابی حنیفته اللتی انفر دبها انه اول دون علم الشریعته ورتبه ابوا باثم بتعه مالک بن انس فی ترتیب الموطاء ولم یسبق ابا حنیفته (تبیض الصحیفته فی مناقب الامام ابی حنیفه)**

یعنی "امام ابو حنیفہ کے خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اسے (ابواب) پر ترتیب دیا پھر امام مالک ابن انس نے مئوطا کی ترتیب میں انہیں کی پیروی کی اس میدان میں ابو حنیفہ سے سبقت لے جانے والا کوئی نہیں۔"

تمام فقہا و مجتہدین کے بادشاہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ان سرمایہ روزگار ہستیوں کے ہزاروں میں سے چند بیانات پیش کئے جو آج آسمان علم کے شمس و قمر ہیں ان میں مفسر، محدث، فقیہ، جرح و تعدیل کے امام اور عارف کامل و غیرہم سب شامل ہیں۔ اسی جامعیت کے پیش نظر سب ان کے مداح ہیں آپ کے زمانے سے لے کر آج تک امت محمدیہ کے اکثر مفسر محدث متکلم آپ ہی کے خوشہ چیں ہیں۔ اور مقلد ہیں اور بہت تھوڑے حضرات دیگر ائمہ ثلاثہ کے۔

یہ مدلل وضاحت محض اس وجہ سے کی ہے تاکہ واضح ہو کہ فقیہ کا علمی مقام محض ایک مفسر یا محدث سے کہیں بلند ہوتا ہے۔

یہی امام اعظم ابو حنیفہ کے **منجملہ** روحانی تلامذہ میں سے امام احمد رضا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کی ذات والا صفات ہے۔ جنہوں نے پوری زندگی مسلک حنفی کے اجاگر کرنے میں صرف کی **حنفیت** کو ایسے مضبوط دلائل سے مزین کیا جس کے سامنے اغیار انگشت بدنداں ہیں۔

ہم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی علمیت نیز علمائے متقدمین و متاخرین کی تصانیف پر آپ کا عبور اور زبردست استدلال کی ہلکی سی جھلک آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جس سے یہ بات روز روشن کی طرح سامنے آجائے گی کہ اعلیٰ حضرت نے خدا داد قوت کے ذریعہ کیسے امام اعظم ابو حنیفہ کے مسلک کی ترویج و اشاعت فرمائی۔

اب لیجئے آپ کے سامنے ایک استفتاء حاضر ہے دلائل کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام اور خدمات **حنفیت** کا مشاہدہ کریں۔

استفتاء : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں اور آج کل جو غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ جائز اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کو ناجائز اور خلاف احادیث جانتے ہیں ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت آپ کی عمر شریف چوبیس سال کی تھی **تصافح بکفی الیدین** کے متعلق ایک رسالہ **صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین** کے نام سے تحریر فرما کر غیر مقلدوں کے پرخچے اڑا دیئے اور ایسا **مسکت جواب** عنایت فرمایا کہ چشم فلک نے اس مسئلے کا ایسا جامع جواب نہ دیکھا ہوگا اور حنفی مسلک کو اس طور پر اجاگر کیا کہ **حنفیت** رہتی دنیا تک ناز کرے گی۔

آپ نے اولاً" کلام ربانی احادیث رسول کلام عرب کے ذریعہ اس بات کو منوایا ہے کہ واحد بول کر تثنیہ مراد ہوتا ہے پھر **اقول و باللہ التوفیق** فرماکر ارشاد فرمایا بفرض غلط ہی مان لیجئے کہ لفظ "الید" کا مفہوم مخالف نفی یدین ہوتا ہے تاہم حدیث انس "**افیا خذھا بیدہ ویصافحہ قال نعم**" محل استناد منکرین نہ ہوگی کیونکہ اس میں مفہوم مخالف کی گنجائش ہے ہی نہیں اس لئے کہ حضور کے کلمات شریفہ میں لفظ "ید" نہیں بلکہ فقط "نعم" کہہ کر جواب ارشاد فرمایا اس کلام سے اس کی نسبت نفی نکالنا محض "خیال محال" دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ واقع ہو ورنہ **بالاجماع نفی ماعدا** مفہوم نہ ہوگی۔

ثم اقول کہہ کر ارشاد فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب کہ حدیث مذکور کو قابل استناد مانیں ورنہ

اگر نقد و تنقیح پر آیئے تو وہ ہرگز صحیح نہ حسن بلکہ ضعیف و منکر ہے۔ اس کا مدار حنظلہ بن عبداللہ سدوسی پر ہے۔

وھو ضعیف عند المحدثین۔

اس کے بعد اقول و باللہ التوفیق فرماکر صحیح بخاری و صحیح مسلم کا حوالہ دیا اور عبداللہ بن مسعود کی روایت **علمنی رسول اللہ وکفی بین کفیہ التشھد الحدیث** پیش کی اور فرمایا کہ امام المحدثین امام بخاری نے اپنے جامع صحیح کی کتاب الاستیذان میں مصافحہ کا جو باب وضع کیا اس میں سب سے پہلے اسی حدیث عبداللہ بن مسعود کا نشان دیا پھر اسی باب مصافحہ کے برابر دوسرا باب الاخذ بالیدین وضع کیا اس میں بھی وہی حدیث ابن مسعود مسندا" روایت کی۔ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینا مصافحہ نہ ہوتا تو اس حدیث کو باب المصافحہ سے کیا تعلق ہوتا۔

صحیح بخاری کی اس تحریر پر دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا حضور پر نور سے ثابت۔

ہاں اگر منکرین حضرات جس طرح ائمہ فقہا کو نہیں مانتے امام بخاری کی نسبت کہہ دیں کہ وہ حدیث غلط سمجھتے تھے ہم ٹھیک سمجھتے ہیں تب وہ جانیں ان کا کام جانے۔

اسی طرح ائمہ مجتہدین سے بھی تصافح بکفی الیدین ثابت ہے جیسا کہ بخاری شریف میں تصافح حماد بن زید بن مبارک بیدیہ موجود ہے۔

تاریخ امام بخاری میں **عن اسماعیل بن ابراھیم قال رایت حماد بن زید جائہ ابن مبارک بمکتہ فصافحہ بکلتایدیہ** موجود ہے کون حماد وہی حماد ہیں جن کے بارے میں عبدالرحمٰن بن مہدی فرمایا کرتے تھے **ائمتہ الناس فی زمانھم اربعہ الخ۔ منھم حماد بن زید بالبصرۃ۔**

اور وہی عبداللہ بن مبارک ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جہاں عبداللہ بن مبارک کا ذکر ہوتا ہے وہاں رحمت الٰہی اترتی ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ایسے دو جلیل امام سے دونوں ہاتھ کا مصافحہ ثابت کر دیا جب کہ عندالمخالفین ممانعت کا ثبوت کہیں سے نہیں ہے اس کے باوجود بھی اگر مخالفین اثبات مدعی میں یہ کہیں کہ اگر تصافح بکفی الیدین جائز ہوتا تو ائمہ اربعہ خصوصا" امام اعظم کی کتب میں ضرور حدیثیں ملتیں۔

میں کہتا ہوں اگر آئمہ اربعہ خصوصا" امام اعظم کی کتب میں حدیثیں موجود نہ ہوں تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ان کے مذہب پر واقع میں حدیث ہی نہیں ہے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں۔ اس باب میں صراحت کے ساتھ محدثین کا حدیث بیان نہ کرنا

اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ کسی حدیث سے اس کا مفہوم بھی نہیں نکلتا ہے اس لئے کہ ایک ہی حدیث پاک کے مختلف مطالب ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ مطلب ذہن میں ہو بقیہ مطالب کا خطرہ خواب میں بھی نہ گذرے اور اس کا باب مستقل طور پر نہ وضع کرے۔ اے منکرین تم کیا؟ بھتیرے ذی علم و فہم کی کیا حقیقت۔ بہت سے اکابرین اجلہ محدثین یہاں آکر زانوں ٹیک دیتے ہیں اور فقہائے کرام کے دامن سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ اگر حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد **رب حامل فقہ الی من ھوافقہ منہ ورب حامل فقہ لیس بفقیہ**۔ کے کیا معنی تھے (**بھتیرے** حاملان فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں اور **بھتیرے** وہ ہیں کہ فقہ کے حامل و حافظ و راوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے)

ذرا امام المسلمین۔ **اعمش** رضی اللہ عنہ کا علم و فضل اور ان کی عظمت و برتری کا تصور کیجئے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد جلیل اور اجلہ ائمہ تابعین اور تمام ائمہ حدیث کے استاذ ہیں امام ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں فرماتے ہیں "کسی نے امام **اعمش** سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ (جو کہ اس زمانے میں انہیں امام **اعمش** سے حدیث پڑھتے تھے) حاضر مجلس تھے امام **اعمش** نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے امام فورا" جواب دے دیئے امام **اعمش** نے متحیرانہ لہجے میں کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے۔ آپ نے فرمایا انہیں حدیثوں سے جو میں نے آپ سے سنی ہیں اور وہ حدیث مع سند روایت فرما دی امام **اعمش** نے کہا **حسبک ماحدثتک بہ فی ماۃ یوم تحد ثنی بہ فی ساعتہ واحدۃ ماعلمت انک تعمل بھذہ الاحادیث یا معشرالفقہاء انتم الا طباء و نحن الصیادلہ وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین**۔

بس کیجئے جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ گھڑی بھر میں مجھے سنا دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار اور اے ابو حنیفہ تم نے فقہ و حدیث دونوں کنارے حاصل کئے۔

دلائل کی روشنی میں آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ امام احمد رضا نے مسلک حنفیت کو کس طرح سے اجاگر کیا اور کیسے کیسے دلائل سے اس مسلک کو مزین کیا ہے یہی سب خدمات حنفی ہیں جن کو دیکھ کر حافظ کتب الحرم سید اسماعیل خلیل نے برجستہ کہا تھا **واللہ اقول لوراھا ابو حنیفتہ النعمان**

لاقرت عیناہ ولجعل مولفھا من جملتہ الاصحاب۔

قسم ہے اللہ ذوالجلال کی اور سچ کہتا ہوں کہ ان فتووں کو اگر ابو حنیفہ نعمان دیکھ لیتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور ان کے موئف کو اپنے شاگردوں میں شامل کر لیتے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری عمر کیوں نہ مسلک حنفیت کو روشن اور واضح کرنے میں گزاریں جب کہ دوسرے حضرات جو علوم عقلیہ و نقلیہ کے فارغین ہیں عموماً" اور عادتاً" افتاء کے فرائض سے نا آشنا ہوتے ہیں لیکن آپ نے اپنے والد بزرگ وار حضرت مولانا نقی علی خان صاحب علیہ الرحمہ سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی اور چودہ سال کی مختصر سی عمر میں مسند افتا پر رونق افروز ہوئے اور سب سے پہلا مسئلہ رضاعت تحریر فرمایا جو بالکل صحیح اور درست تھا۔ ذہن میں مسائل فقہیہ کا استحضار اس قدر تھا کہ سائل عرض کرتا اور آپ برجستہ محقق اور مدلل جواب باصواب عنایت فرماکر اس کی تشنگی کو دور فرماتے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت کا انمول ذخیرہ اور بے مثال گنجینہ فتاویٰ رضویہ ہے جس کا ہر ہر مسئلہ آپ کے جانشین امام اعظم ابو حنیفہ ہونے پر شاہد اتم ہے ایک بحر زخار ہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے فتاویٰ رضویہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد دوسری کتب فقہیہ متون و شروح کے مطالعہ کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی ہے اور مسلک حنفیت آفتاب نیمروز کی طرح روشن و منور ہو جاتا ہے۔

وہی ایک مسئلہ جو قراءت خلف امام کا ہے جس کی آڑ میں امام اعظم کے زمانے ہی میں آپ کے اغیار نے کیا سے کیا کہہ ڈالا اور نامناسب تبرا بازیاں کیں۔ ایک مرتبہ اسی مسئلہ پر مناظرہ ہونے والا تھا امام اعظم نے فرمایا اے میرے مخالفین سنو آپ کے مناظر کی فتح آپ سب کی فتح اور مناظر کی شکست تم سب کی شکست ہوگی سبھوں نے تسلیم کیا۔

آپ نے فرمایا بس یہی بات تو نماز میں ہوتی ہے کہ امام کو جب سب کا امام تسلیم کر لیا گیا تو امام کی قراءت جملہ مقتدیوں کی قراءت ہوگی امام کا سورہ فاتحہ یا کسی سورہ قرآنیہ کا پڑھنا سارے مقتدیوں کا پڑھنا ہوگا۔ فوراً" مخالفین بول پڑے آپ میدان مناظرہ میں اپنے مذہب کو قرآن و احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعمال و افعال سے ثابت کرنے آئے تھے۔ میدان میں آتے ہی آپ نے قیاس سے کام چلایا آپ صرف قیاس کے امام ہیں آپ کے ہر فتویٰ میں قیاس و عقل کا دخل ہے قیاس ہی میں آپ کو ملکہ حاصل

ہے۔

یہ مسئلہ قرآت خلف الامام جب جانشین امام اعظم کے سامنے آیا تو وہ بھلا کیوں خاموش رہتے جب کہ صبح و مسافتاوی امام اعظم کو روشن کرنا ہی ان کا مشغلہ تھا۔ جانشین امام اعظم نے جب ابو حنیفہ کے دلائل و براہین کا مشاہدہ کیا تو فورا" ایک مستقل رسالہ "اجلی الامام علی ان الفتویٰ مطلقاً علی الامام" کے نام سے تصنیف کیا جس نے اپنی پوری زندگی مذہب حنفی کی خدمات اور اس کی ترویج و اشاعت کے لئے وقف کر دی تھی بھلا وہ کیوں اس مسئلہ کو قرآن و احادیث اور اقوال صحابہ سے مستحکم اور مضبوط نہ کرتا۔

فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۸۸ پر استفتاء موجود ہے مختصرا" آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں تاکہ اعلیٰ حضرت کے مشاغل و خدمات سامنے آجائیں۔

استفتاء۔ قراء ت خلف الامام کے متعلق ہوا۔

اعلیٰ حضرت نے اپنے قلم کو حرکت دی تو کبھی اس کا جواب قول رسول سے دیا۔ کبھی اقوال و اعمال صحابہ سے حنفی مذہب کو روشن و تابناک کیا اور اقول فرماکر مزید چار چاند لگا دیئے اس کے بعد آپ تمسکات شافعیہ کے ماخذ کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

الجواب : مذہب حنفیت "در مسئلہ قرات مقتدی" عدم اباحت و کراہت تحریمہ ہے سری نمازوں میں **استحباب** کی نسبت جو حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب کی گئی محض ضعیف ہے **کما بسط المحقق علی الاطلاق فقیہ النفس' کمال الملتہ والدین محمد رحمتہ اللہ علیہ کما قالہ فی المختار** یہی ہمارا مذہب مختار ہے اور اسی پر عامہ حدیث و اخبار وارد ہیں۔

امام احمد رضا آگے چل کر فرماتے ہیں۔

کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی قراٰت مقتدی کو مفسد نماز کہتی ہے اور حضرت **شیخ المحقق** مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے ارشاد فرمایا کہ ان تمام تصریحات کے باوجود محض ایک روایت مجروحہ و مرجوحہ سے سری نمازوں میں قراء ت خلف الامام کا جواز خواہ **استحباب** قراء ت ہی ان کا مذہب ٹھہرانا اور فقہ حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل و وہم باطل ہے۔ ہمارے علماء مجتہدین بالاتفاق عدم جواز کے قائل ہیں۔ اور یہی جمہور صحابہ و تابعین کا مذہب ہے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ امام **الملت** والدین مرغینانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اجماع صحابہ کے مدعی ہیں۔ ان تمام دلائل و براہین و اقوال ائمہ سے مزین و مرصع کرنے کے باوجود آپ فرماتے ہیں کہ اس باب میں وارد شدہ احادیث و آثار بے حد و بے شمار ہیں یہاں بخوف

طوالت ملخص ہیں۔

ا۔ صحیح مسلم میں سیدنا ابو موسیٰ سے مروی ہے آقا فرماتے ہیں **اذا صلیتم فاقیمو اصفو فکم ثم یومکم احد کم فاذا کبر فکبرو اافاذ اقراء فانصتوا۔**

"جب تم نماز پڑھو تو صفوں کو سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب قراء ت کرے تو خاموش رہو"

۲۔ سیدنا امام الامتہ کاشف الغمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

حدثنا ابوالحسن موسی بن ابی عائشتہ عن عبداللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قراۃ الامام لہ قراۃ۔

"نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرات مقتدی کے لئے قرات ہے۔"

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

"فقیر کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح اس کے رجال سب صحاح ستہ کے رجال ہیں۔"

۳۔ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ **ایضا" عن حماد عن ابراھیم ان عبداللہ بن مسعود لم یقراء خلف الامام لافی رکعتین الاولین ولا فی غیرھما۔**

"حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے امام کے پیچھے قرات نہیں فرمائی نہ پہلی والی دو رکعتوں میں نہ ان دو رکعتوں کے علاوہ میں۔"

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ کی یہ حدیث عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ وہ عبداللہ بن مسعود جو مومنین کے مرجع و مرکز تھے۔ سفرو حضر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمر کابی کی سعادت سے مشرف ہوتے رہے۔

نیز بارگاہ نبوت میں انہیں بلا اذن جانے کی اجازت حاصل تھی۔ بعض صحابہ فرماتے ہیں ہم نے راہ و روش سرور انبیا علیہ التحیتہ و الثناء سے جو چال ڈھال ابن مسعود کی ملتی پائی کسی کی نہیں پائی۔ حدیث میں خود حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔ **رضیت لامتی مارضی بھا ابن ام عبد و کرھت لامتی ماکرہ لھا ابن ام عبد۔** میں اپنی امت کے لئے اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو ابن ام عبد پسند کرتے ہیں اور ناپسند سمجھتا ہوں جس کو ابن ام عبد ناپسند کریں۔"

گویا کہ ان کی رائے خود حضور والا کی رائے اقدس ہے اور معلوم ہے کہ جب ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام کے پیچھے فاتحہ وغیرہ کچھ نہ پڑھتے تو پھر قراء ت خلف الامام کا قول کیسے کوئی کر سکتا ہے الحاصل کہہ کر۔ آخر میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ان احادیث صحیحہ و معتبرہ

سے مذہب حنفیہ بحمد اللہ ثابت ہو گیا۔

اب صرف شافعیہ کے تمسکات رہ گئے جن کے رد کو اس طرح قلم بند فرماتے ہیں۔

ا۔ تمسکات شافیعہ میں عمدہ ترین دلائل جنہیں انکار مدار مذہب کہا جاتا ہے حدیث:

صحیحین الاصلوۃ الا بفاتحتہ الکتاب ہے۔

جس کے چند جوابات دیئے گئے ہیں جس میں آپ کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ یہ حدیث نہ تمہارے لئے مفید نہ ہمارے لئے مضر ہم خود ہی مانتے ہیں کہ کوئی نماز بغیر فاتحہ کے نفس رکوع و سجود سے تمام نہیں ہوتی نہ امام کی نہ ماموم کی۔ مگر مقتدی کے حق میں خود رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **قراۃ الامام لہ قراۃ** فرمایا ہے۔

ارشاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف کوئی قول کرنا تنازع و مناقشہ کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ محض **لا صلوۃ الابفاتحتہ الکتاب** کے پیش نظر یہ قول کرنا کہ جب تک مقتدی خود نہ پڑھے اس کی نماز بے فاتحہ رہے گی اور فاسد رہے گی خلاف ارشاد والا ہے۔

ایسے ہی ان کے اور کچھ مستدل علیہ ہیں جن کا دنداں شکن، مسکت اور شافی جواب مرحمت فرمایا ہے۔

ہمارا مذہب مذہب بحمداللہ **حجج** کافیہ و دلائل وافیہ سے ثابت اور مخالفین کے پاس کوئی ایسی دلیل قاطع نہیں کہ اسے معاذاللہ باطل یا مضمحل کر سکے۔

الحاصل : امام احمد رضا نے اپنی خدا داد صلاحیت کے بل بوتے پر امام الائمتہ **کاشف الغمہ** سیدنا امام اعظم کے مسلک کو تازگی اور روشنی بخشی انہیں کے فتویٰ پر فتویٰ دیا ان کے مسلک کو نکھارا ان کے فتاویٰ کو تحقیق کی کسوٹی پر رکھ کر جانچ کیا انہیں کے فتاویٰ کو ترجیح دی۔ اس طرح آپ نے خود کو امام اعظم ابو حنیفہ کے تلامذہ کے زمرے میں داخل ہونے کا مستحق قرار دیا اور حنفی مسلک کو اظہر من الشمس کیا اور اس کے مخالفین کو چیلنج دیا کہ اے امام اعظم پر قیاس کی الزام تراشی کرنے والو محض قیاس کے امام کی رٹ لگانے والو اگر خدا نے صلاحیت و قابلیت سے نوازا ہے تو فتویٰ کو گہری نظر سے مطالعہ کرو، اور اگر اس سے یکسر عاری و خالی ہو تو احمد رضا جو امام اعظم کا ایک روحانی شاگرد ہے اس کی تحقیق و تدقیق کو دیکھ کر امام اعظم پر تبرا بازیاں کرنے سے باز آؤ۔

یہ صرف میرا ہی دعویٰ نہیں ہے بلکہ جرح و تعدیل کے امام یحییٰ ابن سعید **القطان** رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بہت پہلے ہی اس بات کی شہادت دے کر رحلت فرما چکے تاریخ امام **طحطاوی** میں ان کا فرمودہ موجود ہے۔ **انہ واللہ ولا علم ھذہ الائمتہ**

بما جاء عن اللہ و عن رسولہ "بے شک خدا کی قسم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امت میں اور اس کے رسول سے جو کچھ وارد ہوا اس کے (قرآن و حدیث کے) سب سے بڑے عالم ہیں۔"

یہ ہے اعلیٰ حضرت کا محققانہ انداز کہ ایک ایک مسئلہ مظہرامام اعظم ہونے کی شہادت دے رہا ہے۔ مسائل کو دیکھ کر اغیار کے لئے مجال دم زدن نہیں رہ جاتی۔ یہ ہیں اعلیٰ حضرت کی حنفی خدمات اور مسلک حنفیت کی ترویج و اشاعت جس کے لئے اپنی پوری زندگی وقف فرما دی تھی۔

طبقات فقہا میں سے ایک طبقہ "مجتہدین فی المسائل" ہے اس کی تمام تر خصوصیات آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود ہیں۔ چنانچہ آپ کے زمانہ میں بے شمار ایسے مسائل بھی پیدا ہوئے جن پر امام اعظم کی کوئی روایت موجود نہ تھی۔ آپ نے اصول و فروع میں امام اعظم کے اصول و قواعد کی پیروی کے ساتھ ساتھ ان تمام مسائل کا استخراج فرمایا۔ فتاوی رضویہ کی بارہ جلدوں میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔
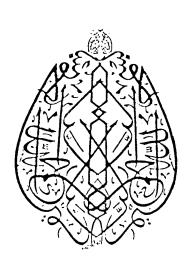
امام احمد رضا اور
عقیدۂ نفیِ ظلِّ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا محمد علی رضا قادری
(ممبئی)

تاریخ انسانیت میں ایک دور وہ بھی گذرا ہے کہ جب انسان ایک خدائے واحد کو چھوڑ کر ہزاروں معبودان باطل کا پرستار---- خاندانی جھگڑوں میں ہزاروں جانیں ہوئیں موت کا شکار---- شراب و جوا سے مرد و عورت کا بے انتہا پیار---- عورتیں باپ' بھائی' شوہر کے ذریعے لاکھوں پریشانیوں اور مصائب میں گرفتار---- بیٹی کا پیدا ہونا باپ کے لئے باعث شرم و عار---- اسی لئے بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا باپوں کے لئے تھا باعث فخرو افتخار---- غرض کہ انسانیت سے تھی شرمسار----

آخرکار اس رحیم و کریم پالنہار کو اپنے مظلوم بندوں کے حال زار پر رحم آیا اور اس نے انسانیت کی سربلندی اور اپنے دین کی تکمیل کے لئے اپنے نور کو انسانوں کی اصلاح خاطر' انسانوں کے درمیان انسان بنا کر بھیجا۔ اور اس حبیب اکبر نے کفر و شرک کے ظلمات میں بھٹکنے والوں کو توحید اور ایمان کی نورانیت سے ہمکنار کر دیا' جانی دشمنوں کے دلوں میں بھائی چارگی اور محبت کا جام بھر دیا' شراب و جوے کے رسیوں کو تمام گناہوں سے بیزار کر دیا' عورتوں کو صرف جنسی کھلونا سمجھنے والوں کو عورت کی عزت کرنا سکھا دیا' بیٹی کی پرورش پر جنت کا مژدہ سنا کر باپوں کو بیٹی کی پیدائش پر خوش ہونا سکھا دیا' بچیوں کو زندہ درگور کرنے والوں کو نہ صرف اپنی بلکہ غیروں کی بچیوں کا بھی محافظ بنا دیا' غرض یہ کہ انسانیت کو انسانیت کے عروج پر پہنچا دیا۔

ایک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہمدوش ثریا کر دیا
تھے نہ جو خود راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

چونکہ محبوب کو انسانوں کے درمیان پیکر انسانی میں رہنا تھا۔ اس لئے یہ ہوسکتا تھا کہ منافقین و معاندین اس خیرالبشر کو اپنی طرح عام بشر سمجھ کر مساوات و برابری کے دعوے کرنے لگ جائیں۔ اس لئے اس رب اکبر نے اپنے حبیب اعظم کی ذات اقدس سے ایسی باتوں کا ظہور فرمایا کہ عام انسانوں سے ان باتوں کا صدور ناممکن ہو۔ اور یہ باتیں خیرالبشر و سیدالبشر اور عام انسانوں کے درمیان ایک ایسی فصیل بن جائے کہ پھر کوئی منافق اس نور کی بشریت کی دلیل بنا کر مساوات و برابری کا دعویٰ نہ کر سکے۔ ان ہی باتوں کو ہم "معجزات" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ایسے ہی معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تن اقدس کا سایہ نہ ہونا بھی ہے (اس معجزہ کے اظہار میں کیا **حکمتیں** پوشیدہ تھیں ان کے بیان کے لئے یہ مقالہ ناکافی ہو گا۔ انشااللہ پھر کبھی اس کی حکمتوں پر کچھ عرض کرنے کی کوشش کروں گا) مومنینؑ نے صحابہ سے لے کر آج تک اس معجزہ کو آمنا" و صدقنا کہ کر تسلیم کیا اور اپنے قلوب کو عشق محمد و عظمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منور کیا اور منافقین چاہے وہ دور صحابہ کے ہوں یا دور حاضرہ کے انہوں نے اپنی روش کے مطابق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت گھٹانے کی خاطر اس معجزہ کا بھی انکار کیا اور **سمعنا و عصینا** پر عمل کیا۔ دور حاضرہ میں بھی منافقین جو نام نہاد مسلمان بن کر دعوت نماز و روزہ کی آڑ میں تنقیص شان نبوت کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں۔ جن کا مقصد مسلمانوں کو آپس میں لڑوانا اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ بندی کرنا ہے۔

مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کرنے کے ناپاک مقصد کے تحت ان منافقین نے ہر اس بات پر اختلاف کیا جس پر مومنین کا صدیوں سے عمل اور یقین رہا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سایہ کی نفی کرنے والوں پر بھی ان کا عتاب ناز ہوتا رہتا ہے اور اس معجزہ کے ماننے والوں کو "بدعتی" کے لقب سے نوازا جاتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت گھٹانے کی غرض سے اس معجزہ کا بھی انکار کرنا ان کا شیوہ ہے۔

آیئے اب ہم مجدد وقت کی بارگاہ میں چلیں اور آپ کا موقف دریافت کریں کہ آیا حضور کا سایہ تھا یا نہیں؟ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اگر سایہ نہیں تھا تو کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور کون کون علماء عظام اس عقیدہ کے قائل ہیں؟ اعلیٰ حضرت ان سوالوں کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بے شک اس مہر سپہر **اصطفاء** ماہ منیر

اجتباء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا۔ اور یہ امر احادیث و اقوال علماء کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ و جہابذ فضلاء مثل حافظ رزین محدث و علامہ ابن سبع صاحب شفاء الصدور و امام علامہ قاضی عیاض صاحب کتاب الشفا فی تعریف حقوق **المصطفی** و امام عارف باللہ سیدی جلال الملتہ والدین محمد بلخی رومی قدس سرہ و علامہ حسین بن محمد دیار بکری و اصحاب سیرت شامی و سیرت حلبی و امام علامہ جلال **الملتہ** والدین سیوطی و امام شمس الدین ابو الفرج ابن جوزی محدث صاحب کتاب الوفا و علامہ شہاب الحق الدین خفاجی صاحب نسیم الریاض و امام احمد بن محمد خطیب **قسطلانی** صاحب مواہب لدنیہ و **منہج** محمدیہ و فاضل اجل محمد زرقانی مالکی شارح مواہب و شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی و جناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی و بحرالعلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی و شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی و غیراہم اجلہ **فاضلین** و مقتدایان' کہ آج کل کے مدعیان خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں۔ خلفا عن سلف دائما اپنی تصانیف میں اس کی تشریح کرتے آئے۔"(۱)

الحمدللہ عزوجل ان جید علما کرام اور ائمہ عظام کے نام پڑھ کر ایک منصف مزاج انسان یہ بات ماننے پر مجبور ہو جائے گا کہ "نفی ظل نبی علیہ السلام" کا عقیدہ چودھویں صدی کی ایجاد کردہ بدعت نہیں بلکہ سلف صالحین کا متفقہ عقیدہ ہے۔

اب ہم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقل کردہ عبارات جو آپ نے اس عقیدہ کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ ان میں سے چند عبارات کا صرف ترجمہ پیش کرتے ہیں (تفصیلات کے لئے رسائل اعلیٰ حضرت کی طرف رجوع کریں جن کے نام ہم نے قوسین میں لکھ دیئے ہیں)۔

حکیم ترمذی اپنی کتاب میں حضرت ذکوان سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ۔

"سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں"(۲)

حضرت حافظ علامہ ابن جوزی اپنی "کتاب الوفا" میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا"--- الخ(۳)

امام علام حافظ جلال الملتہ والدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ "خصائص کبریٰ جلدا" میں نقل فرماتے ہیں۔

"ابن سبع نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ نور محض تھے تو جب

دھوپ یا چاندنی میں چلتے آپ کا سایہ نظر نہ آتا' بعض علما نے فرمایا۔ اور اس کی شاہد ہے وہ حدیث کہ حضور نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور کردے"(۴)

امام علامہ قاضی عیاض رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں۔

"حضور کے دلائل نبوت و آیات رسالت سے ہے وہ بات جو مذکور ہوئی کہ آپ کے جسم انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں اس لئے کہ حضور نور ہیں" (اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ راقم)(۵)

حضرت مولانا روم مثنوی شریف کے دفتر پنجم میں رقم طراز ہیں۔

چوں فناش از فقر پیرا یہ شود
او محمد وار بے سایہ شود

اسی کی شرح میں مولانا بحرالعلوم فرماتے ہیں۔

"دوسرے مصرع میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا"(۶)

حضرت علامہ زرقانی کی "شرح مواہب" کی طویل عبارت کا آخری ٹکڑا ہم نقل کررہے ہیں۔

"(اور اس پر شاہد ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا) جس میں آپ نے اللہ عزوجل سے عرض کی ہے کہ میرے تمام اعضا و جہات کو نور کردے اور اختتام یوں فرمایا ہے کہ (اور مجھے نور کردے) اور نور کا سایہ نہیں ہوتا"(۷)

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی "مدارج النبوت" میں فرماتے ہیں۔ اور ایک نکتے کا اضافہ کرتے ہیں۔

"سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہ تھا بروایت حکیم ترمذی از زکوان اور تعجب ہے ان بزرگوں نے اس ضمن میں چراغ کا ذکر نہیں کیا اور نور حضور کے اسمائے مبارکہ میں سے ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا"(۸)

شیخ مجدد الف ثانی مکتوبات جلد سوم میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا' عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے بہت لطیف ہوتا ہے اور چونکہ جہاں بھر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی چیز لطیف نہیں ہے لہٰذا آپ کا سایہ کیونکر ہوسکتا ہے؟"(۹)

ان عبارات کو پڑھ کر واقعی عشاقان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلوب عظمت رسول

سے معمور ہو جاتے ہیں۔ لیکن منافقین، رسول کی عظمت کیسے تسلیم کرسکتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر رسول کی شان گھٹتی ہے تو ضرور گھٹے، ان کے جھوٹے مولویوں کی بات نہ گھٹنا چاہئے اور انہوں نے یہی کیا اور اپنی معاندانہ روش اختیار کرتے ہوئے ضعیف حدیث کا نعرہ لگایا۔

صحیح حدیث میں اس کا ذکر کیوں نہیں ہے؟

اتنے صحابہ تھے لیکن پھر بھی کسی جلیل القدر صحابی نے اسے روایت کیوں نہیں کیا؟ وغیرہ وغیرہ باطل اعتراضات کھڑے کئے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب کا جواب بلکہ مسکت جواب عطا فرماتے ہیں۔

حدیث کی صحت پر بحث کرنے والوں کو اس طرح نرمی کے ساتھ سمجھاتے ہیں۔

"اسی قبیل سے ہے اطلاق الفاظ متشابہات کے حضرت عزت میں اصح الکتب سے ثابت مگر عدم تواتر مانع قبول اور حلال و حرام کی جب بحث آئے تو احادیث ضعیفہ سے کام نہ لیں گے اور فضائل اعمال و مناقب رجال میں دائرہ کو خوب توسیع دیں گے۔"

اسی قبیل سے ہے باب معجزات و خوارق عادات کہ حضور اقدس خلیفہ اعظم بارگاہ قدرت سے صدور آیات و معجزات اور ملکوت السموات والارض میں حضور کے ظاہر و باہر تصرفات، قاطعات یقینیہ سے ثابت، تو اب شہادت طبی یا عدم ظل کا ثبوت صحاح ستہ ہی پر محصور نہیں، علماء نے تو باب خوارق میں غرابت متن پر بھی خیال نہ کیا اور حدیث کو باوجود ایسے خدشہ کے حسن و مقبول رکھا۔ (۱۰)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ الرحمٰن یہاں یہ سمجھا رہے ہیں کہ صحیح احادیث کی ضرورت حرام یا حلال چیزوں کے بیان کے لئے، یا عقائد کے بیان کے لئے، یا اسی قبیل کے دوسرے معاملات میں پڑتی ہے۔ اور فضائل اعمال مثلاً" صلوٰۃ التسبیح ہم سب جانتے ہیں کہ نماز ایک محمود عمل ہے جو حدیث اور قرآن سے ثابت لیکن خاص "صلوٰۃ التسبیح" کے لئے قرآنی آیت یا حدیث صحیح موجود نہیں اس کے باوجود ہم سب نماز کی اصل کے پیش نظر ضعیف حدیث پر عمل کرتے ہوئے "صلوٰۃ التسبیح" پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس وجود مسرور سے کئی طرح کے معجزوں کے اظہار کا ثبوت قرآن اور احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ اس لئے یہ امر مسلم کے آپ کی ذات سے خرق عادات چیزوں کا ظہور ہونا یہ بالکل صحیح ہے۔ اب عدم سایہ کے لئے صرف صحیح حدیث کی ضد کریں یہ جاہلانہ فعل ہے۔ اگر صرف احادیث صحیحہ پر ہی اعتماد کریں تو حضور کے اکثر معجزات سے انکار کرنا پڑے گا

جن کا ذکر صرف ضعیف و آحاد حدیثوں میں ہے۔ جیسے حضور کی مبارک انگلیوں سے پانی کا نکلنا۔ حالانکہ یہ معجزہ تقریباً" پندرہ سو (۱۵۰۰) صحابہ کے سامنے ظاہر ہوا پھر بھی سو (۱۰۰) صحابہ سے بھی اس کی روایت نہیں ملتی۔ اسی طرح "رد شمس کا معجزہ" کہ ایک عالم نے اس کا مشاہدہ کیا پھر بھی یہ معجزہ آحاد حدیثوں میں ملتا ہے۔ مطلب یہ کہ کسی چیز کا حدیث صحیح میں ذکر نہ ملنا اس چیز کی نفی نہیں کرتا۔ ہوسکتا ہے کہ صحابہ نے اس کا مشاہدہ کیا اور روایت نہیں کیا' یا روایت کیا ہو پھر ہم تک ان کی روایت نہ پہنچ سکی ہو۔ اس لئے علماء کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات کے باب میں "ضعیف احادیث" کو بھی قبول کیا اور اعتماد کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"علماء کی تلقی بالقبول کو اپراث قوت میں اثر عجیب ہے کہ وہ ہر طرح ہم سے اعرف و عالم تھے' ہماری ان کی کوزہ محیط کی بھی نسبت ٹھیک نہیں' وہ سمائے علوم کے بدر منیر اور ہم عامی انہیں کی روشنیوں سے مستنیر' جب وہی ایک امر کو سلفاً" و خلفاً" مقبول رکھیں اور اپنی تصانیف اس کے ذکر سے موشح کریں تو ہمیں کیا جائے انکار ہے۔

(پھر امام شعرانی کی ایک طویل عبارت نقل فرماتے ہیں۔ جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے) "اور یہ تمام امام جن کے کلام پر عمل کرنے میں توقف کرتا ہے تجھ سے علم میں زیادہ ہیں اور دینی ذخیرہ انہوں نے اپنے مقلدین کے لئے جمع کیا ہے اس میں یقیناً" تجھ سے زیادہ متقی اور محتاط ہیں اور اگر تو اپنی علمیت کا دعویٰ کرتا ہے تو لوگ قصداً" تجھے مجنون اور دروغ گو کہیں گے اور یہ اقوال جن کو تو ضعیف جانتا ہے وہی ہیں جن کے ساتھ علماء متقدمین نے فتویٰ دیا ہے اور اسی کی وجہ سے وہ اللہ کے قریب ہوئے حتیٰ کے اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے اور اگر تجھ جیسا ان کے مراتب و مدارک سے ناواقف ہو تو ان کے مراتب و تقویٰ میں کچھ نقصان نہیں آسکتا اور یہ بات معلوم بلکہ مشاہدہ ہے کہ ہر عالم اپنی اپنی کتب میں وہ امور لائے جن کے لکھنے میں مشقت برداشت کرنی پڑی اور جن کو ادلہ اور قوائد شرعیہ کے ترازو پر تول لیا ہے اور ان کو سونے چاندی کی طرح مزین کیا ہے' پس تو اپنے آپ کو اس سے بچا کہ ان کے اقوال میں سے کسی ایسے قول پر عمل کرنے سے تمہارا دل تنگ ہو جس کا ماخذ تمہاری سمجھ میں نہ آیا ہو کیونکہ تو بہ نسبت ان کے عامی ہے اور عامی کا یہ مذہب نہیں کہ وہ علما کا انکار کرے کیونکہ وہ عامی جاہل ہوتا ہے"(۱۱)

امام اہل سنت کی مخلصانہ نصیحت مخالفین

کے لئے کافی ہے اگر وہ قبول کرلیں اور اپنی بے جا ضد سے باز آئیں اور اپنے حبیب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتوں کو تسلیم کرنے پر راضی ہو جائیں۔

امام عشق و محبت ناصحانہ فرماتے ہیں:

"اے عزیز سلف صالح کی روش اختیار کر اور ان کے قدم پر قدم رکھ' ائمہ دین کا وطیرہ ایسے معاملات میں دائما" تسلیم و قبول رہا ہے' جب کسی ثقہ معتمد علیہ نے کوئی معجزہ یا خاصہ ذکر کر دیا' اسے مرحبا کہ کرلیا اور حبیب جان میں بطیّب خاطر جگہ دی' یہاں تک کہ اگر اپنے آپ احادیث میں اس کی اصل نہ پائی قصور اپنی نظر کا جانا' یہ کبھی نہ کہا کہ غلط ہے' باطل ہے' کسی حدیث میں وارد نہیں' نہ یہی ہوا کہ جب حدیث سے ثبوت نہ ملا تھا اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس ثقہ کے اعتماد پر اسے لکھتے آئے"(۱۲)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمتہ الرضوان نے کئی معجزات کا ذکر کیا جنہیں علماء نے اپنی تصانیف میں بیان کیا اور ساتھ ہی ان کے ضعیف احادیث میں ہونے کی تصریح بھی انہی علماء نے فرمادی۔ پھر بھی ان معجزات کو قبول کیا اور اپنی کتابوں کو ان کے ذکر سے عظمت بخشی۔

رہا یہ سوال کہ صحابہ کی اتنی تعداد کے باوجود اس معجزہ کا ذکر اکثر صحابہ نے نہیں کیا۔ اس کا جواب اوپر گذرا پھر بھی چند دیگر نکات اعلیٰ حضرت نے بیان فرمائے ہیں انہیں اپنے الفاظ میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔(۱) صحابہ کرام علیہم الرضوان جب حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو اپنی گردنیں جھکائے نگاہیں نیچی کئے خاموشی کے ساتھ باادب حاضر ہوتے کیونکہ قرآن نے انہیں اس بارگاہ کا ادب سکھایا تھا کہ یہاں آواز کی ادنیٰ سی بلندی بھی اعمال صالحہ خالصہ کی بربادی کا سبب ہے۔ ایسے عالم میں صحابہ کو کہاں خیال کہ حضور علیہ السلام کا سایہ تلاش کریں۔ وہاں تو نظر اپنے زانوؤں سے آگے نہ بڑھتی اور گوش سماعت احادیث کے ذریعے اکتساب فیضان نبوت میں محو رہتے۔ اسی لئے حضور انور کا حلیہ مبارکہ بھی جن روایات میں ملتا ہے ان کے راوی وہ ہیں جو اس وقت صغیر سن تھے۔ اور بچوں کی عادت ایسی جرات کرنے پر ابھارتی رہتی ہے۔ جو صحابہ بارگاہ رسالت کے ادب سے واقف تھے ان سے حضور علیہ السلام کے حلیہ مبارکہ کی تفصیلی روایت بھی نہیں ملتی۔

(۲) حدیث موجود کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کو اپنے آگے چلنے کو کہتے اور پیچھے کی جانب فرشتوں کے لئے چھوڑنے کا حکم فرماتے اب صحابہ

آگے سے پلٹ پلٹ کر سایہ تلاش کرنے سے تو رہے کہ یہ بھی ایک قسم کی بے ادبی ہوتی ان کے مذہب عشق و محبت کی نگاہ میں۔

(۳) اکثر صحابہ غیر مدینہ سے تشریف لاتے اور اکتساب فیض کے بعد دوبارہ اپنے مقام پر لوٹ جاتے۔ اس لئے دو یا تین مرتبہ ہی صحبت نبوی سے فیضیاب ہوئے۔ اب ایسے عالم میں ان کو یہ کہاں خیال کہ حضور کا سایہ پڑ رہا ہے یا نہیں۔ وہ اس نور خدا سے اپنے قلوب منور کرتے یا سایہ کی تلاش میں لگے رہتے؟(۱۳)

پھر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جب وہ جان رحمت و کان رافت پیدا ہوا' بارگاہ الٰہی میں سجدہ کیا اور رب **حبلی** امتی فرمایا' جب قبر شریف میں اتارا' لب جاں بخش کو جنبش تھی' بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا آہستہ آہستہ امتی فرماتے تھے قیامت میں بھی انہیں کے دامن میں پناہ ملے گی' تمام انبیا علیہ السلام سے **"نفسی نفسی اذھبو الی غیری"** سنو گے اور اس غمخوار اُمت کے لب پر رب اُمتی کا شور ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں' جب انتقال کروں گا صور پھونکنے تک قبر میں امتی امتی پکاروں گا۔

وائے بے انصافی' ایسے غمخوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور اس کی مدح ستائش و نشر فضائل سے آنکھوں کو روشنی دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کہ حتیٰ الوسیع چاند پر خاک ڈالے اور بے سبب ان کی روشن خوبیوں میں انکار نکالے۔"(۱۴)

ایک عاشق صادق کی آنکھیں ان الفاظ کو پڑھ کر بھیگ جاتی ہیں اور دل میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دریا موجیں مارتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی ایک عبارت نقل کردوں جو مخالفین کو دعوت انصاف دے رہی ہے۔ اور اسی پر اس مقالے کو ختم کروں گا۔

"آخر تم جو انکار کرتے ہو تو تمہارے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے منہ سے کہ دینا' اگر بفرض محال جو حدیثیں اس باب میں وارد ہوئیں نامعتبر ہوں اور جن جن علماء نے اس کی تصریح فرمائی انہیں بھی قابل اعتماد نہ مانو اور جو دلائل قاطعہ اس پر قائم ہوئے وہ بھی **صالح النفات** نہ کہے جائیں' تاہم انکار کا کیا ثبوت اور وجود سایہ کس بنا پر' اگر کوئی حدیث اس بارے میں آئی ہو تو دکھاؤ یا گھر بیٹھے تمہیں الہام ہوا ہو تو بتاؤ مجروما و من پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے۔ (۱۵)

بقیہ حوالہ جات صفحہ نمبر ۱۲۴ پر دیکھیں

امام احمد رضا بحیثیت قاطعِ بدعات

علامہ مفتی محمد خان قادری (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ لاہور)

جتنا جرم بڑا ہوگا اس پر سزا بھی بڑی ہو گی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ جرم تو ادنیٰ درجہ کا ہو اور سزا اعلیٰ درجہ کی نافذ کر دی جائے۔ اب ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ غیر جانبدار ہو کر اس بات کا جائزہ لیں کہ بدعتی کون ہے؟ امام احمد رضا اور علماء اہلسنّت یا ان کے مخالفین، جن عقائد و اعمال اہلسنّت کی ترویج و اشاعت کے لئے اعلیٰ حضرت نے زندگی وقف کی کیا وہ بدعات ہیں؟ کیا وہ واقعتہ" ایسے جرائم ہیں جن کی وجہ سے انسان دوزخی کتا، عمارت اسلام کو گرانے والا اور اسلام سے خارج ہونے والا قرار پا جاتا ہے۔ یا مخالفین نے جن عقائد و اعمال کو اپنایا وہ بدعات ہیں اور ان کا مرتکب شخص مذکورہ سزاؤں کا مستحق قرار پائے گا۔

ہم پہلے مخالفین کی نامزد بدعات کا تذکرہ کر کے ان کا اختصارا" تجزیہ بھی کریں گے، اس کے بعد ہم ان بدعات کا تذکرہ کریں گے جو واقعتہ" بدعات ہیں اور مخالفین کے عقیدہ و عمل کا حصہ ہیں۔

مخالفین کی نامزد کردہ بدعات

مخالفین امام احمد رضا جن چیزوں کو بدعت و شرک قرار دیتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

ا۔ محفل میلاد

اہل اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی میں ہمیشہ سے محافل سجاتے آرہے ہیں۔ ان میں اگر کوئی غیر شرعی کام کسی کا سامنے آیا تو ہمیشہ اہل علم نے اس کی قباحت کو بیان کیا۔ مگر ان محافل کو جاری و ساری رہنے دیا۔ مگر مخالفین کے نزدیک یہ عمل بدعت ہے۔

حالانکہ محفل میلاد ذکر الٰہی اور ذکر رسول سے عبارت ہے۔ کیا یہ دونوں چیزیں قرون اولیٰ میں نہ تھیں؟ کیا یہ شریعت کے اصولوں سے ٹکرانے والی چیزیں ہیں اگر قرون اولیٰ میں تھیں بلکہ صحابہ کی کوئی مجلس، محفل، سفر و حضر ان سے خالی نہ تھا اور شریعت کی بنیاد ہیں تو پھر بدعت کیسے ہو گی؟ کیا ان پر عمل کرنے والا دوزخی ہو جائے گا۔

(۲) نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

(۳) نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا

(۴) اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

کتاب و سنت کی بنیادی تعلیم ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگو، بلا حساب مانگو، ہر وقت مانگو، عاجزی سے مانگو، دامن اور ہاتھ پھیلا کر مانگو۔ جو نہ مانگے اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہی بدعت ہے اور اس مانگنے سے آدمی خارج از اسلام ہو جاتا ہے تو بتایئے باقی اسلام میں رہا کیا؟ پھر بتایئے اللہ تعالیٰ سے مانگنا اتنا بڑا جرم ہے کہ وہ شخص دوزخی کتا بن جاتا ہے۔

۵۔ اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنا

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ تم اپنے کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جب چاہو درود و سلام عرض کرو۔ اس حکم کے تحت بہت سی مساجد میں اذان سے قبل درود و سلام عرض کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ اسے بدعت کہتے ہوئے نہیں تھکتے۔ حالانکہ وہ اتنا ہی سوچ لیں کہ بدعت تو ایسا عمل ہوتا ہے جس سے انسان شفاعت سے محروم ہو جاتا ہے حالانکہ حدیث میں کثرت کے ساتھ درود و سلام عرض کرنے والے کے لئے شفاعت کا مژدہ ہے۔

۶۔ اللہ کا بلند آواز سے نام لینا

کتنے ظلم کی بات ہے کہ بندے پر یہ پابندی عائد کر دی جائے کہ وہ اپنے خالق و مالک اور پالنہار کا نام بلند آواز سے نہیں لے سکتا اور اگر لے گا تو وہ بدعتی، دوزخی اور شفاعت سے محروم قرار پائے گا۔

قارئین و سامعین آپ خود انصاف سے کام لیتے ہوئے بتایئے کہ کیا یہ ایسے اعمال ہیں جن پر اتنی بڑی سزا کا نفاذ ہو اگر بالفرض انہیں بدعت مان بھی لیا جائے تو کیا ایسا کام کرنے والا دوزخی اور اسلام کو گرانے والا قرار پا سکتا ہے ہرگز نہیں جب ہر ذی شعور ایسی بات کہنا پسند نہیں کرتا تو اللہ و رسول کیسے کہہ سکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا قادری نے ان مبارک معمولات کے جواز پر کام کیا۔ کتاب و سنت سے دلائل کے انبار لگا دیئے اور یہ ثابت کیا

کہ یہ ہرگز بدعات نہیں بلکہ یہ تمام اعمال اسلام میں جائز اور ان پر عمل کرنے والا قرب خداوندی سے آشنا ہوگا۔

پھر ان میں سے کوئی بھی ایسا معمول نہیں جسے مروجہ ہیت کے ساتھ امام احمد رضا قادری یا ان کے ہم مسلک علماء میں سے کسی نے اسے ایجاد و جاری کیا ہو بلکہ تاریخی اعتبار سے یہ بات ایک حقیقت کے طور پر مسلمہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا اجراء صدیوں پہلے امت مسلمہ میں ہوا۔ **مثلاً**" محفل میلاد ہی کو لیجئے اس کے مخالفین خود تسلیم کرتے ہیں کہ مروجہ ہیت کے ساتھ اس کا اجراء چوتھی صدی ہجری سے ہوا ہے۔ سعودی دارالافتاء کے ایک ممبر شیخ اسماعیل بن محمد انصاری رقم طراز ہیں۔

واول من ابتد عها فيها بلعنا هم الفاطميون فی القرن الرابع الهجری (القول الفصل فی حکم الا حتفال بولد خير الرسل' ۲۸)۔ ہمیں جو بات پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ محفل میلاد کی ابتدا چوتھی صدی ہجری میں فاطمیوں نے کی۔

ازان کے بعد بلند آواز سے درود و سلام پڑھنا' اس کا اجرا سلطان الناصر صلاح الدین کے دور سے ہے اور امام سخاوی جیسے عظیم محدث اس بارے میں اپنی رائے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

والصواب انه بدعته حسنته یو جر فاعله بحسن نیته (القول البدیع' ۱۸۶) درست یہی ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے ایسا کرنے والے کو حسن نیت کی بنا پر ثواب حاصل ہو گا۔

حقیقی بدعات کی فہرست

اب ہم ان بدعات کی تفصیل سامنے لاتے ہیں جو واقعتہ" بدعت ہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقائد

(ا) باری تعالیٰ کے لئے جسم کا ماننا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے لئے امکان کذب تسلیم کرنا۔ (۳) تخلیق اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ کو اشیاء کا علم نہ ہونا۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقائد نہ قرون اولیٰ میں کسی کے تھے اور نہ یہ شریعت کے کسی اصول کے تحت آتے ہیں۔ جب خصوصا" امکان کذب کا مسئلہ ہندوستان کی سرزمین میں گڑھا گیا تو امام احمد رضا اس کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس موضوع پر لازوال کتاب "سبحان السبوح" تحریر فرمائی جو تاریخ اسلام میں اول و آخر کتاب ثابت ہوئی۔

حضور کے بارے میں عقائد

(ا) حضور کی مثل ممکن ہے۔ (۲) شفاعت نبوی کا انکار۔

جب اسماعیل دہلوی نے یہ مسائل گڑھے تو علامہ فضل حق خیر آبادی اس کے سامنے فصیل ثابت ہوئے انہوں نے دو کتب تصنیف فرمائیں۔ "امتناع النظیر" اور "**تحقیق الفتوی فی لد ابطال الطغوی**"

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں میں شامل کرنا۔

تاریخ اسلام میں یہ پہلی دفعہ ظلم ہوا کہ جہاں لات، منات، مورتیوں اور بتوں کا ذکر تھا وہاں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کھڑا کیا گیا اور یہاں تک کہہ دیا گیا کہ جس کا نام محمد و علی ہے وہ کچھ نہیں کر سکتے۔

قربان جایئے امام احمد رضا کی علمی وجاہت پر کہ انہوں نے اس بد عقیدگی کے طوفان کے سامنے بند باندھنے کے لئے "الامن والعلی" اور "سلطنت مصطفیٰ" دو کتابیں لکھیں جن میں بیسیوں آیات اور سینکڑوں احادیث سے ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات سے بڑھ کر اختیارات عطا فرمائے ہیں۔

خود ساختہ اور خدا ساختہ

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ خود ساختہ اور خدا ساختہ تصور میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ان دونوں کو ایک درجہ دینا سوائے حماقت و جہالت کے کچھ نہیں **مثلاً** ہم اپنے طور پر کسی پتھر کو تبرک بنا کر چومنا شروع کر دیں تو یہ غلط ہے لیکن حجر اسود کو چومنا سراپا برکت ہے کیونکہ پہلا تصور خود ساختہ ہے اور حجر اسود کا تصور خدا ساختہ ہے پہلے پتھر کو چومنا گناہ ہے جب کہ دوسرے کو چومنا رضا خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حجر اسود کو چومنے والا یوں محسوس کرے کہ اس نے باری تعالیٰ کے دائیں ہاتھ کو چوما ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا جس نے حجر اسود کو چوما روز قیامت یہ پتھر اس آدمی کی شفاعت کرے گا۔

جب عام پتھر اور حجر اسود برابر نہیں ہو سکتے تو بت اور اللہ کا حبیب برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ بتوں کے بارے میں لوگوں کا یہ تصور کہ یہ ہماری شفاعت کریں گے ہمیں خدا کے عذاب سے بچا لیں گے ہماری مدد کریں گے وغیرہ خود ساختہ تصور ہے۔ جسے قرآن و سنت نے رد کر دیا۔ لیکن اللہ کے حبیب، گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے۔ خدا کی گرفت سے لوگوں کو بچالیں گے۔ اور امت کی ہر حال میں رہنمائی و مدد فرماتے ہیں یہ تو خدا ساختہ تصور ہے یعنی خدا کا عطا کردہ ہے اگر کوئی اور مقام کتاب و سنت کا سامنے نہیں تو حرف "الضحیٰ" کی یہ آیت کریمہ ہی پڑھ لیجئے۔ **ولسوف یعطیک ربک فترضی** تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں اپنے حبیب کی رضا کو مقدم رکھا ہوا ہے۔

کیا یہ شان کسی بت کی ہو سکتی ہے۔ بت تو کجا کائنات میں کسی انسان کا بھی یہ رتبہ نہیں تو پھر کتنا بڑا ظلم ہے کہ آقا کریم کو بتوں میں شامل کر دیا جائے۔ اگر آپ نے یہ تصور اچھی طرح سمجھ لیا ہے تو واضح رہنا چاہئے کہ قرآن نے جہاں جہاں کسی کی شفاعت اور مدد کی نفی کی ہے وہاں اس خود ساختہ تصور کی نفی ہے نہ کہ خدا ساختہ کی۔ کچھ لوگوں نے ان دونوں تصورات کو یکساں کرکے کتاب و سنت کی کھلی مخالفت کی ہے۔

۴۔ بارگاہ نبوی میں حاضری کے لئے سفر معصیت ہے

قرآن تو کہہ رہا ہے۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاوک فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا" رحیما"۔ اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں تو آپ کی خدمت عالیہ میں آئیں' وہ اللہ سے معافی مانگیں' رسول ان کی سفارش کر دے تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم فرمانے والا پائیں گے۔

سنت کہہ رہی ہے۔

من حج ولم یزرنی فقد جفانی جس نے حج کیا اور اپنے آقا کے پاس نہ گیا اس نے بے وفائی کی۔

دوسرے مقام پر ہے۔

من زار قبری وجبت له شفاعتی جس نے میرے مزار اقدس کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہوگی۔

لیکن کتنے دکھ کی بات ہے کہ امتی ہونے کا دعویدار یہ کہے کہ آپ کی ذات اقدس کی نیت کر کے مدینہ طیبہ کا سفر کرنا معصیت ہے۔

قارئین غور تو کیجئے۔ اس سے بڑھ کر بدعت کیا ہو سکتی ہے؟ کیا یہ کتاب و سنت کی کھلی خلاف ورزی نہیں' کیا امت کو کریم آقا سے دور لے جانے والا مسلمان ہو سکتا ہے؟ واقعتہ" ایسے ہی شخص کو شفاعت سے محروم ہونا چاہئے۔

خود فیصلہ کیجئے ایک شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی بھیک مانگتے جارہا ہے دوسرا ایسے عمل پر معصیت اور گناہ کا فتویٰ لگا رہا ہے ان میں سے شفاعت سے محروم کون ہونا چاہئے۔

۵۔ میں بھی مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں

قرآن نے بار بار اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی کہ اللہ کی محبت اور اس کی راہ میں قتل کئے جانے والوں کو مردہ نہ کہو' تمہیں ان کی مبارک زندگی کا شعور نہیں۔ بس تم ان کو زندہ مانو۔

ولا تقولو المن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

دوسرے مقام پر فرمایا انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ اموا تابل احیاء عندر بھم یلزقون جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ اللہ کے ہاں زندہ رزق پاتے ہیں۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی واضح فرما دیا۔ کہ میری امت کے اعمال و احوال برزخ میں میری بارگاہ میں پیش ہوتے رہیں گے۔ میں ان کے لئے دعا کرتا رہوں گا۔

ان ہی آیات و احادیث کے پیش نظر اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے بندوں کا موت کے ذریعے اپنے مولیٰ سے وصال ہوتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امیتوں اور غلاموں کا یہ حال ہے تو خود آپ کا کیا مقام ہوگا۔

اس لئے استاذ **المحدثین** حضرت ملا علی قاری نے فرمایا۔

بس ھناک موت ولا فوت بل انتقال من حال الی حال یہاں نہ مردہ ہوتا ہے اور نہ وفات بلکہ یہاں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تشریف لے جاتا ہے۔

اس کے باوجود یہ تصور دنیا آپ بھی مرکر مٹی ہونے والے ہیں کتنی دریدہ دہنی ہے **واقعتہ"** ایسے ہی لوگ عمارت اسلام کو گرانے والے ہیں جب امت کا رشتہ ہی اپنے آقا کریم سے ختم ہو جائے تو باقی اسلام کہاں؟

۶۔ نماز میں حضور کا خیال

نماز نام ہی اللہ تعالیٰ سے مناجات اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرنے کا ہے۔ جہاں نماز میں اللہ کی تسبیح و تعلیل ہے وہاں اس میں نبی کی خدمت میں سلام بھی ہے نماز میں باقاعدہ اس کے لئے تشہد میں یہ الفاظ رکھے گئے السلام علیک **ایھاالنبی** ورحمتہ اللہ وبرکاتہ (اے نبی محترم آپ کی خدمت میں سلام ہو اور آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکات ہوں)

صحابہ کرام نے آپ کے ادب و احترام اور دیدار پر نمازیں قربان کردیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جماعت کروا رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تمام صحابہ صفیں توڑ کر کریم آقا کو آگے لے گئے۔ سیدنا ابوبکر مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے آگئے۔

پھر مرض وصال میں صحابہ نماز ادا کر رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک اپنے حجرہ

انور (جو نمازیوں کے سامنے نہیں بلکہ بائیں طرف تھا) سے پردہ ہٹا کر غلاموں کو دیکھا اور مسکرائے' غلام کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آقا کے مقدس چہرہ کی زیارت کی تو وہ قرآن کی طرح تھا' قریب تھا کہ ہم نمازیں چھوڑ کر آپ کی طرف بھاگ پڑتے آپ نے پردہ آگے کرتے ہوئے فرمایا نماز جاری رکھو۔

یہ کوئی گڑھے ہوئے قصے اور کہانیاں نہیں بلکہ یہ بخاری سے لے کر مشکواۃ تک جو حدیث کی کتابیں ہیں' میں صحابہ سے منقول واقعات ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گود میں آپ کا سر تھا نماز عصر قضا ہو گئی مگر انہوں نے آپ کے آرام میں خلل واقع نہ ہونے دیا امام اہل محبت امام احمد رضا نے فرمایا۔

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جاں فروض عزر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فرع ہیں
اصل الاصل بندگی اس تاجود کی ہے

اب ذرا بتایئے جو شخص یہ کہے کہ آپ کے خیال سے نماز ٹوٹ جاتی ہے کیا وہ بدعتی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا وہ دوزخی کتا بننے کا مستحق نہیں ہوگا؟

کیا اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق باقی رہ جائے گا؟ وہ شفاعت سے محروم نہیں ہوگا؟ کیا وہ عمارت اسلام گرانے والا ہوگا یا نہیں؟

امام احمد رضا قادری اور آپ کے ساتھیوں نے تمام زندگی ان ہی بدعات کے خلاف کام کے لئے وقف کر دیں اور تاریخ اسلام میں امت مسلمہ کے عقائد کی وہ حفاظت کی تاکہ رہتی دنیا تک اس کے ایمان پر کوئی ڈاکہ نہ ڈال سکے گا۔ مگر ہوا یہ کہ غلط پروپیگنڈہ نے ان بدعات کو عین اسلام بنا دیا اور جو بدعات نہیں تھیں وہ حقیقی بدعات نظر آنے لگیں اب انشاء اللہ ان حقائق سے پردہ اٹھ رہا ہے۔ لوگ آگاہ ہو رہے ہیں جیسے جیسے وقت گذرے گا امام احمد رضا کی تعلیمات ہر مسلمان کے دل کی آواز بن جائیں گے۔ جن اداروں نے ان تاریکیوں کو دور کرنے کے لئے شب و روز محنت کی ہے اس میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی' مرکزی مجلس رضا لاہور' اور رضا فاؤنڈیشن لاہور سرفہرست ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں مزید ترقی دے ہم سب کو مل کر امام احمد رضا کی تعلیمات کو عام کرنے کی توفیق دے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والے جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

محمد طاہر نثار (ایم-اے معاشیات، جامعہ پنجاب، لاہور)

لکھنؤ سے سید عزیز الرحمٰن نامی ایک شخص نے، ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ کو امام احمد رضا سے ایک سوال پوچھا "ربوا" کی حرمت نصوص صریحہ سے ثابت ہے مگر قرآن مجید میں "ربوا" کی کوئی تفسیر نہیں کی گئی ایام جاہلیت میں جو ربوا عام طور پر شائع تھا وہ یہ تھا کہ لوگ ایک دوسرے سے معیاد معینہ پر قرض لیتے تھے اور معیاد گزر جانے پر مدیون (Borrower) راس المال (Principal) پر اضافہ گوارا کرتا یا پہلے ہی سے دونوں میں معاہدہ ہو جاتا تھا۔ اسی راس المال پر اس افزائش کو اضافہ کر کے پھر اس پر سود لگایا جاتا تھا جیسا کہ اس زمانہ میں مہاجنی کا طریقہ ہے اس صورت کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں مگر اب اس زمانے میں معاملات کی نئی صورتیں پیدا ہوگئی ہیں جیسے بنک یا لائف انشورنس کمپنی (Life insurence company) یا ریلوے اور ملوں کے حصے وغیرہ جو تاجرانہ کاروبار کرتے ہیں۔ ان میں جو شخص روپیہ جمع کرتا ہے وہ در حقیقت قرض نہیں دیتا اور جو نفع اس کو ملتا ہے وہ در حقیقت سود نہیں ہوتا بلکہ وہ اس تجارت میں ایک گونہ شرکت ہے اور جو سود مقرر ہوتا ہے اگرچہ وہ بلحاظ سود ہو مگر در حقیقت سود نہیں ہے بلکہ وہ اس کاروبار کا نفع ہے جو منقح ہوتا ہے اور قرآن مجید میں کہیں منقح نفع کی حرمت وارد نہیں اور نہ اس کی کوئی وجہ معلوم ہوئی ہے اس واسطے کہ جو شخص تجارتی حساب سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو اس کو بغیر اس کے چارہ نہیں ہے کہ وہ فیصدی تین یا پانچ روپیہ پہلے سے منقح کر کے لے لیا کرے خصوصاً اس زمانے میں کہ جب کہ کروڑوں روپیہ کے شرکت سے تجارتی کاروبار کھولے جاتے ہیں اور

شرکاء کی جانب سے ڈائریکٹروں کی جماعت کاروبار چلانے اور حساب و کتاب رکھنے اور منافع مشخص کرنے اور Reserve fund کے قائم رکھنے کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں جو در حقیقت ان شرکاء کی طرف سے وکیل ہوتے ہیں تو جو منافع بعد پس انداز (Save) کرنے ریزرو فنڈ (fund Reserve) کے ان وکیلوں نے تجویز کیا ہو وہ سود نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے کاروبار میں روپیہ داخل کرنے کو قرض کہا جاتا ہے علاوہ اس کے 'ربوا' کی حرمت کی جو علت آیت کریمہ **لاتظلمون ولا تظلمون** میں بیان فرمائی گئی ہے وہ اس پر کسی طرح صادق نہیں آتی ضرورت ہے کہ علماء کرام اس پر غور فرماکر جواب تحریر فرمائیں تاکہ اس زمانہ میں مسلمان جس کشمکش میں مبتلا ہیں اس سے نجات پائیں۔

الجواب: یہاں چار ہی صورتیں منصور ہیں کام لگانے کے لئے یہ روپیہ دینے والا بغرض "شرکت" دیتا ہے یا بطور "ہبہ" یا "عاریت" یا "قرض"۔

صورت "ہبہ" تو یہاں بداہتہ" نہیں اور "شرکت" کا بطلان **اظہر من الشمس**' "شرکت" ایک عقد ہے جس کا مقتضی دونوں شریکوں کا اصل و نفع دونوں میں اشتراک ہے ایک شریک کے لئے معین "تعداد زر" مقرر کرنا قاطع شرکت ہے کہ ممکن ہے کہ اسی قدر نفع ہو تو کل نفع کا یہی مالک ہوگیا دوسرے شریک کو کچھ نہ ملا تو رنج میں شرکت کب ہوئی۔

جوہرہ نیرہ و تنویر **البصار** میں ہے " **الشرکت عبارة من عقد بین المشارکین فی الاصل والرحج**" ترجمہ۔ شرکت اس عقد کا نام ہے جو دو شریکوں کے درمیان اصل اور نفع میں ہو تنویر و شرح مدقق علائی درمختار میں ہے "**شرطها ای شرکت العقد عدم ما یقطعها کشرط دراهم مسماة من الرحج لاحدهما لانه قد لایربح غیر المسمی و حکمها الشرکته فی الربح**" اگر ایک سرمایہ سے تجارت ہوئی پھر اس میں سو حصہ دار اور شریک ہوئے اور ہر ایک کے لئے دس روپے نفع کے لیئے ٹھہرے اور اس سال ایک ہی ہزار کا نفع ہوا تو یہ ہزار تنہا یہی سو حصہ دار لیں گے یہ شرکت نہیں لوٹ ہے شرکت کا مقتضی یہ ہے کہ جیسے نفع میں سب شریک ہوتے ہیں نقصان ہو تو وہ بھی سب پر ہر ایک کے مال کے قدر پڑے ردالمختار میں ہے۔

ثم یقول فما کان من ربح فهو بینهما علی قدر رؤس اموالهما وما کان من وضیعته تبعته فکذ الک ولا خلاف ان اشتراط الوضیعته بخلاف قد راس المال باطل و اشتراط الربح فیما سیذکر۔

یہاں اگر نقصان ہوا جب ان حصہ داروں

کو اس سے غرض نہ ہوگی اور وہ اپنے ہزار لے چھوڑیں گے یہ شرکت ہوئی یا غصب اصل مقتضاء شرکت "عدل و مساوات" ہے یہی وہ نقطہ ہے جس کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتا ہے کہ "سود کا قیام عدل میں رکاوٹ ہونا" ظاہر کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ رحمتہ نے کس خوبصورت اور آسان الفاظ میں بیان فرمایا ہے جو کہ نہ صرف معاشیات کے طالب علموں کے لئے سود کے مضمرات کو سمجھنے میں مددگار ہوگا بلکہ ان افراد کے لئے بھی جو کہ سود کو عامل پیدائش کا معاوضی گردانتے ہیں اور اس کے بغیر پیداواری عمل کو ناممکن سمجھتے ہیں اور آج کل کے جدیدیت کے حامی ایسے کاروباری ضروریات کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے تو فتاویٰ رضویہ کی جلد ۷ ص ۱۱۶ دیکھیں لیکن احقر اس عددی مظہر کو ایک جدول میں ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ معاشیات کے طالب علموں کے ساتھ ساتھ دوسرے قارئین کے لئے بھی دلچسپی کا باعث ہو۔

فرض کریں کسی کاروبار میں ایک سو حصہ دار ہیں اور وہ فی کس منافع دس روپے مقرر کر لیتے ہیں اس طرح انہیں منافع تقسیم کرنے کے لئے ایک ہزار (۱۰۰۰) روپیہ (Fixed) درکار ہو گا لیکن اگر کاروباری اتار چڑھاؤ (Fluctuations) کچھ ایسے ہوں تو پھر معینہ منافع نقصان کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً"

(نوٹ : جدول نمبر1 ملاحظہ فرمائیں۔)

اگر سرمایہ دار، بنک کا حصہ ان سب حصہ داروں کے سرمایہ سے دوگنا ہو یعنی ۲۰۰۰ روپیہ اور حصہ داروں کا سرمایہ بدستور وہی ہو۔

(نوٹ : جدول نمبر2 ملاحظہ فرمائیں۔)

اگر ۱۰۰ افراد سو سو روپیہ جمع کر کے ۱۰۰۰۰ روپیہ سے تجارت شروع کریں اور شرح منافع ۱۰ روپیہ فی کس مقرر کر لیں تو۔

(نوٹ : جدول نمبر3 ملاحظہ فرمائیں۔)

مندرجہ بالا جدول نمبر۱ میں پہلا کالم کل سرمایہ (K = Capital) کا ہے جو کہ تبدیل نہیں ہوتا یہاں کل سرمایہ ۱۰۰۰ روپیہ ہے جو کہ سو حصہ داروں کا ہے ہر حصہ دار نے دس روپیہ جمع کروائے ہیں منافع کی تقسیم ۱۰ روپے فی کس رکھی گئی ہے پہلے سال ۱۰۰۰ روپیہ منافع ہوتا ہے جو کہ حصہ داروں میں برابر برابر یعنی ۱۰ روپے فی کس تقسیم کر دیا جاتا ہے دوسرے سال منافع ہوتا ہی نہیں یعنی کچھ حاصل نہیں ہوتا تو ایسے حالات چونکہ حصہ داروں میں دس روپیہ فی کس معین (Fixed) ہیں اور وہ ہر حال میں انہیں ادا کرنے ہوں گے اب یہ ۱۰۰۰ روپیہ جو کہ واجب الادا ہیں کہاں سے ادا ہوں گے؟ یہ بھی ایک عدم مساوات

(Unequality) اور ظلم کی صورت ہے۔

جدول نمبر۲ میں اگر ۱۰۰ حصہ داروں کے ساتھ ایک سرمایہ دار یا بنک بھی اپنا سرمایہ لگائے اور اسی سرمایہ دار بنک کا حصہ ان ۱۰۰ حصہ داروں کے سرمایہ سے دوگنا یعنی ۲۰۰۰ روپیہ ہو اب کل سرمایہ تو ۳۰۰۰ روپیہ ہوگا۔ اگر اس سے منافع ۱۵۰۰ روپیہ ہو اور اسے اسی شرح سے تقسیم کیا جائے یعنی ۱۰ روپے فی کس تو ۱۰ روپے کی حساب سے ۱۰۰۰ روپے پورے ہو جائیں گے جب کہ سرمایہ دار بنک جس کا سرمایہ دوگنا تھا یعنی ۲۰۰۰ روپیہ اسے ۵۰۰ روپیہ ملیں گے اب یہ عجیب صورت حال ہے کہ ایک گروپ دوگنا لے اور دوسرا گروپ سرمایہ دوگنا ہونے کے باوجود ایک گنا لے۔؟ یہ کم از کم شراکت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور اگر یہ صورت ہو کہ اگر منافع ۵۰۰۰ روپے ہو جائے تو ۱۰۰ حصہ داروں کو تو ان کا منافع ۱۰ روپے فی کس کے حساب سے ۱۰۰۰ روپیہ ادا کر دیا جائے گا لیکن سرمایہ دار' بنک باقی کا ۴۰۰۰ روپیہ لے لے گا یہ بھی ناانصافی ہے کہ سرمایہ میں (۲:۱) کے باوجود سرمایہ دار' بنک چار گنا لے رہا ہے اور ۱۰۰ حصہ داروں کو صرف ایک گنا مل رہا ہے۔ اور تیسرے جدول نمبر۳ میں صورت حال یوں ہے کہ اگر ۱۰۰ حصہ دار ہوں اور سو سو روپیہ ملا کر ۱۰۰۰۰ روپیہ سے (بنک یا سرمایہ دار سے) کاروبار شروع کرتے ہیں۔ شرح منافع ۱۰ فیصد ہی طے کرتے ہیں اب اگر پہلے سال منافع ۵۰۰ روپے ہوتا ہے تو باقی کی رقم یعنی ۵۰۰ روپیہ کہاں سے پوری کریں گے یا ۵ روپیہ فی کس تقسیم کریں گے لیکن یہ تو طے شدہ شرح منافع (حقیقتاً" سود) کے خلاف ہو گی یا آدھے افراد کو ۱۰ روپے فی کس دیں گے اور باقی کو نہیں دیں گے اور وہ کون سے آدھے حصہ دار ہوں گے جن کو یہ دیا جائے گا اور کون سے آدھے ہوں گے جن کو یہ حصہ نہیں دیا جائے گا اور اگر منافع ۲۰۰۰ روپیہ ہو تو ۱۰۰۰ روپیہ کی رقم تو طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم ہو جائے گی لیکن باقی ۱۰۰۰ روپیہ کہاں جائے گا اور اگر انہیں دوبارہ کاروبار میں لگا دیں تو کس کی طرف سے اور کس نسبت سے؟ یا حصہ دراوں میں بانٹیں تو کیسے کیونکہ یہ تو خلاف طے شدہ نسبت منافع ہوگا اس لئے نفع و نقصان میں برابر شرکت کی بنیاد پر ہی کاروبار کرنا بہتر ہو گا۔ یہی عدل ہے اور یہی مقتضائے شرکت اور یہ شرکت شرعیہ اور وہ نفع منقح رجما بالغیب ٹھہرا لینا محض جہل و حماقت تھا بالجملہ شرع مطہرہ سے آنکھ بند کرنا شرہی لاتا ہے' خیر اور ہمہ تن خیر وہی ہے جو شرع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمتہ اللہ علیہ کی وسعت فکر اور معاشیات میں مہارت کا ثبوت ملتا ہے۔

اب اگر ہم کینز کا نظریہ سود دیکھیں کہ معاشی اعتبار سے سود کس طرح نقصان دہ ثابت ہوتا ہے کینز کے مطابق سرمایہ کا انحصار ایک طرف شرح سود پر ہے اور دوسرے طرف سرمائے کی مختتم استعداد پر یعنی (M.E.C) سرمائے کی مختتم استعداد سے مراد متوقع شرح آمدنی یا متوقع شرح منافع (Expected rate of return) ہے جو کسی سرمایہ کاری کے منصوبے سے حاصل ہوتی ہے (نظریہ عمومی روزگار از کینز' لارڈ) جب کہ سرمائے کی مختتم استعداد (M.E.C) سرمایہ کاری میں اضافے کے ساتھ ساتھ گرتی جاتی ہے تو سرمایہ کاری کا تعین اسی معیاد پر ہوگا جہاں سرمائے کی مختتم استعداد مروجہ شرح سود کے برابر ہو جائے اگر شرح سود کم ہوگی تو سرمایہ کاری میں اضافہ ہو گا اور اگر شرح سود بڑھے گی تو سرمایہ کاری میں کمی ہو گی اس کی وضاحت ایسے کی جاسکتی ہے۔

سرمایہ کاری کا حجم	سرمایہ کی مختتم استعداد	شرح سود
10کروڑ	20%	12%
20کروڑ	16%	12%
30کروڑ	12%	12%
40کروڑ	8%	12%

گوشوارے سے ظاہر ہے کہ جوں جوں سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا ہے سرمائے کی مختتم استعداد کم ہوتی جاتی ہے اگر شرح سود کو ۱۲ فیصد فرض کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ملک میں ۳۰ کروڑ روپے تک کی سرمایہ کاری ہو گی کیونکہ سرمایہ کاری کے اس معیاد پر سرمایہ کی مختتم استعداد اور شرح سود دونوں برابر ہیں اگر شرح سود کم ہو کر ۸ فیصد ہو جائے تو سرمایہ کاری کا حجم بڑھ کر ۴۰ کروڑ روپے ہو جائے گا اور اگر اس کے برعکس شرح سود بڑھ کر ۱۶ فیصد ہو جائے تو سرمایہ کاری کم ہو کر ۲۰ کروڑ روپے رہ جائے گی گویا ۱۲ فیصد شرح سود کے بعد سرمایہ کاری کا بڑھنے کا عمل رک جاتا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں سرمایہ کاری کی راہ میں سود حائل ہے مزید سرمایہ کاری صرف اسی وقت ممکن ہے جب سرمایہ کاری کی مختتم استعداد کے ساتھ ساتھ شرح سود بھی کم ہو تو ملک میں سرمایہ کاری کا عمل کامل روزگار Full Employment کے حصول تک جاری رہ سکتا ہے۔

گویا کینز نے سود اور سرمایہ کاری کے تقلیلی تفاعل (Decreasing function) پر زور دیا ہے جب کہ جدید معاشین (Economists) کے خیال میں سرمایہ کاری صرف شرح سود سے متاثر نہیں ہوتی بلکہ اور بھی عوامل ہیں جو کہ اس پر اثر انداز ہوتے ہیں ان ماہرین کے مطابق کاروباری لوگوں کی توقعات' فنون

پیدائش یا طریقہ کار پیدائش کی ترقی، جدت و اختراعات لوگوں کی آمدنیوں کا معیار، اور مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) شامل ہے۔ اگر لوگوں کی توقعات منافع زیادہ ہوں تو وہ سرمایہ کاری کا حجم بڑھا دیتے ہیں اور توقعات کم ہونے کی صورت میں سرمایہ کاری کم کردیتے ہیں اسی طرح پیدائش کے جدید طریقے سے بھی سرمایہ کاری کو بڑھاتے ہیں نیز حکومت کی مالیاتی پالیسی بھی سرمایہ کاری پر اثر انداز ہوتی ہے اگر حکومت ٹیکس بڑھا دے تو سرمایہ کاری میں کمی آسکتی ہے اور اگر ٹیکس کم ہوں تو سرمایہ کاری بڑھ جاتی ہے جدید ماہرین معاشیات کینز کے نظریہ سے اپنے مشاہداتی مطالعہ کی بناء پر اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔

سرمایہ کاری پر شرح سود کے اثرانداز نہ ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صنعتی ممالک میں زیادہ تر صنعتی ادارے مشترکہ سرمائے کی کمپنیوں کی شکل میں ہیں اور ان کے اپنے وسائل اس قدر ہیں کہ وہ دیگر ذرائع سے ادھار لینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ان کی اپنی کاروباری بچتیں (Corporate savings) اس قدر ہوتی ہیں کہ وہ انہیں دوبارہ کاروبار یعنی سرمایہ کاری میں لگاتے رہتے ہیں لہٰذا انہیں سرمایہ کاری کے لئے قرض کی ضرورت نہیں پڑتی اس لئے ان کے نزدیک سود کے (Implicit interest cost) کی زیادہ اہمیت نہیں رہتی۔

آج کل جدت و اختراعات (Inventions and innovations) کی بدولت ایک مشین جلدی دقیانوسی (Out-dated) ہو جاتی ہے اس لئے سرمایہ کار اپنی سرمایہ کاری کی رقوم کو جلد پورا کرنے کی کوششیں کرتے ہیں لہٰذا ان کے اس رجحان سے سرمایہ کاری پر شرح سود کوئی اثر نہیں ڈالتی بلکہ وہ نئی نئی ایجادات کی وجہ سے خائف رہتے ہیں۔

امریکی ماہر معاشیات اے۔ ایچ۔ ہینسن (A-H-Hanson) کے خیال میں سرمایہ کاری کی طلب کا خط سود کی پست شرحوں کے تحت تو **نسبتاً** بلحاظ سود غیر **لچکدار** ہوتا ہے جب کہ سود کی بلند شرحوں پر کافی **لچکدار** بلحاظ سود ہوتا ہے۔

ترقی پذیر ممالک میں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ سود کا سرمایہ کاری پر اثر ہوتا ہے دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ لیکن ترقی یافتہ ممالک میں اتنا اثر نہیں ہوتا کیونکہ وہاں کے دیگر عوامل سرمایہ کاری کا حجم متعین کرنے میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ (بحوالہ معاشیات کی درسی کتاب برائے ڈگری کلاسز رہبر معاشیات)۔

اب اگر مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے نظریہ کو دیکھا جائے تو یہ بات کھل کر

سامنے آتی ہے کہ زیادہ منافع ہونے کی صورت میں اگر معینہ منافع (Fixed profit) یعنی سود کو ہی حصہ داران میں تقسیم کیا جائے تو اس سے نہ صرف (Aggregate Demand) یعنی مجموعی طلب میں کمی ہوتی ہے بلکہ ان کی بچت میں بھی کمی آتی ہے کیونکہ کم آمدنی کی صورت میں بچت بھی کم ہوتی ہے اور مجموعی طلب میں کمی کا نتیجہ بے روزگاری وغیرہ یعنی سرد بازاری کی صورت میں نکلتا ہے جب کہ مجموعی بچت (Saving) میں کمی آنے سے قومی آمدنی (Y) میں کمی آتی ہے کیونکہ یہی بچت (Saving) بعد میں سرمایہ کاری (Investment) میں استعمال ہوتی ہیں اس طرح دونوں پہلوؤں سے مجموعی نقصان ہوتا ہے جو کہ اثر ضارب (Multiplier Effect) کے تحت کئی گناہ زیادہ ہو سکتا ہے۔

لہٰذا مولانا احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کا سودی منافع (Fixed Profit) کو لوٹ و غصب قرار دینا (Macro economic theory) کلی معاشی نظریہ کی رو سے درست ہے کیونکہ یہ قومی آمدنی میں کمی کا باعث بنتا ہے۔

لہٰذا مولانا کا نظریہ کینز کے نظریہ سے کہیں بہتر ہے کیونکہ اس میں ترقی پذیر یا ترقی یافتہ ممالک کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک فطری (اسلامی) معاشیاتی اصول بیان کیا گیا ہے جس کا اطلاق آفاقی ہے۔

(جدول نمبر1)

K = Capital	Partners	Fixed π Rs.	R = Revenue	π* Liable Profit	Profit = Revunue – π*
1000	100	10	1000	1000	0
1000	100	10	----	1000	– 1000

(جدول نمبر2)

Capital	Partners	π	R	π^*		Bank's Profit
3000	1+100 = 101	10	1500	1000	1000	500
3000	1+100=101	10	5000	1000	1000	4000

(جدول نمبر3)

K	Partners	π	R	π^*	
10,000	100	10	500	1000	500
10,000	100	10	2000	1000	1000 π^{**}

K = Capital π = Profit Fixed π^* = Liable Profit π^* = غیر معمولی منافع

اعلحضرت بحیثیت ناقد و شارح

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

امام احمد رضا کی دینی، تجدیدی، اصلاحی، روحانی اور علمی حیثیات کی طرح ان کی ادبی حیثیت بھی بہت بلند و بالا ہے حالانکہ شعر و ادب کی حیثیت ان کے یہاں ثانوی تھی۔ امام احمد رضا شاعر اور ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک باشعور ناقد اور زبردست شارح بھی تھے۔

تنقید اور تشریح ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں اس لئے کہ تنقید کا کام ادب کی تفہیم و تشریح اور اس کی قدر و قیمت کا تعین ہے۔ امام احمد رضا نے ادب کی تنقید اور شرح کے جو امور انجام دیئے ہیں وہ بھی قابل قدر ہیں۔

(ا) مشہور شاعر اطہر ہاپوڑی، مرحوم نے امام احمد رضا کی خدمت میں ایک نعت ارسال کی تھی جس کا مطلع تھا۔

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمہ لیلیٰ کے سامنے

آپ نے برہم ہو کر فرمایا۔ مصرع ثانی منصب رسالت کے فروتر ہے۔ حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لیلیٰ سے اور گنبد خضرا کو خیمہ لیلیٰ سے تشبیہ دنیا سخت بے ادبی ہے اور یوں قلم برداشتہ اصلاح فرمائی

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے(ا)

یہ امام احمد رضا کے تنقیدی شعور کا ایک خوب صورت نمونہ ہے۔ اس تنقیدی شعور میں ان کی برجستہ گوئی، کمال شعری اور حسن تشریح بھی شامل ہے۔

دائرہ ادب سے خارج ایک عام سے شعر کو

کیسا حسن اور کیسی معنویت عطا کر دی۔

(۲) ایک صاحب نے امام احمد رضا سے اپنا ایک شعر سماعت کرنے کی درخواست کی۔ خیال خاطر احباب کے تحت آپ نے انہیں شعر پڑھنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے جیسے ہی مصرع اولیٰ سنایا۔

"شان یوسف جو گھٹی ہے تو اسی در سے گھٹی ہے"

آپ نے شاعر موصوف کو روک دیا اور فرمایا۔ "حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی نبی کی شان گھٹانے کے لئے نہیں بلکہ انبیاء کرام کی عظمت و بزرگی میں چار چاند لگانے کے لئے تشریف لائے تھے۔" مصرع یوں بدل دیا جائے۔

"شان یوسف جو بڑھی ہے تو اسی در سے بڑھی ہے"(۲)

نعت گوئی کے آداب اور اس کے شعور و عرفان کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا کی نظر کی گہرائی اور تنقیدی شعور بھی قابل داد ہے۔ آپ نے صرف ایک لفظ "گھٹی" کو "بڑھی" سے بدل کر مضمون کو کتنا بلند فرما دیا۔

(۳) امام احمد رضا کے برادر اوسط علامہ حسن رضا خاں حسن بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے اس شعر

خدا گر نہ ہوتا جو تحت مشیت
خدا ہو کے آتا وہ بندہ خدا کا

کے بارے میں امام احمد رضا کی رائے جاننا چاہی۔ امام نے فرمایا۔

"ٹھیک ہے' یہ شرطیہ ہے جس کے لئے مقدم اور تالی کا امکان ضرور نہیں۔" اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ **قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین**۔ اے محبوب تم فرما دو کہ اگر رحمٰن کے لئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔ شرط و جزا میں علاقہ چاہئے۔ وہ آیہ کریمہ کی طرح یہاں بھی بروجہ حسن حاصل ہے---- الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں باقی تمام کمالات تحت قدرت الٰہی ہیں اور اللہ تعالیٰ **اکرم الاکرمین** ہر جود سے بڑھ کر جوّاد اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال کے اہل۔ علیٰ وجہ کمال حضور کو عطا فرمائیں۔ اگر الوہیت عطا فرمانا بھی زیر قدرت ہوتا' ضرور یہ بھی عطا فرماتا جیسے ارشاد ہوا۔ **لواردنا ان یتخذ لھوا" لاتخت ناہ من لدنا ان کنا فاعلین**۔ اگر ہم بیٹا چاہتے تو ضرور اپنے پاس سے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔ گویا ارشاد ہوتا ہے اے نصرانیو! تم مسیح کو اور یہودیو! تم عزیر کو اور عرب کے مشرکو! تم ملائکہ کو ہماری اولاد ٹھہراتے ہو۔ ہمیں اگر اپنے لئے بیٹا بنانا ہوتا تو انہی کو نہ بناتے جو سب سے زیادہ ہمارے مقرب ہیں یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ میری اجازت کے بعد حسن میاں مرحوم نے یہ شعر داخل غزل کیا اور مقطع میں اس کی طرف اشارہ کیا کہ

بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے

بھلا ہو الٰہی جناب رضا کا(۳)

امام احمد رضا نے مولانا حسن علیہ الرحمہ کے اس شعر پر نقد و نظر کا جو جلوہ دکھایا اس سے ان کے تنقیدی شعور کے ساتھ ان کا تشریحی حسن اور تبحر علمی بھی ظاہر ہے۔

یوں تو اردو کے کسی بھی اسکالر کے لئے عربی اور فارسی زبان و ادب سے بھی واقفیت لازمی ہے مگر نعتیہ ادب کی تنقید و تشریح کے لئے عربی و فارسی زبان و ادب کے ساتھ ساتھ دینی علوم سے کماحقہ واقفیت بھی ضروری ہے۔

امام احمد رضا کا تبحر علمی تو سارے زمانہ پر روشن ہے۔ لہٰذا ان کو ادبی تنقید و تشریح کا پورا پورا حق حاصل تھا اور جہاں انہوں نے ضرورت محسوس کی اس حق کا استعمال کیا۔

(۴)---- امام احمد رضا حضرت کافی مراد آبادی شہید رحمتہ اللہ علیہ کی نعت گوئی سے کافی متاثر تھے لیکن ان کے یہاں لفظ "رعنا" کے استعمال کو ناروا اور بیجا بتایا اور فرمایا:۔ "مولانا کو اس پر اطلاع نہ ہوئی ورنہ ضرور احتراز فرماتے۔"(۴)

(۵)---- امام احمد رضا نے نعت گوئی سے متعلق اس طرح صراحت فرمائی ہے:۔

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے۔ جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچا جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔"(۵)

غزلیہ شاعری کی تو بنیاد ہی عشق کے اظہار پر ہے اور یہاں جذبات و احساسات کی فرضی نمائش اور مبالغہ آرائی پر کوئی پابندی نہیں بلکہ یہ سب اس شاعری کی اصل اور حسن ہیں مگر نعتیہ شاعری میں جھوٹی محبت کا اظہار، جذبات و احساسات کی بناوٹی نمائش اور غلو عاقبت کی بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

(۶)---- ایک حافظ صاحب جو امام احمد رضا کے **مخلصین** میں تھے کچھ کلام بغرض اصلاح سنانے کے لئے حاضر ہوئے۔ اجازت ملنے پر سنانا شروع کیا۔ مضمون کچھ اس طرح کا تھا کہ اے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی محبت میں دن رات تڑپتا ہوں۔ کھانا، پینا، سونا سب موقوف ہو گیا ہے۔ کسی وقت مدینہ طیبہ کی یاد دل سے جدا نہیں ہوتی۔ اس پر امام احمد رضا نے فرمایا:۔ " حافظ صاحب! اگر جو کچھ آپ نے لکھا ہے یہ سب واقعہ ہے تو اس میں شک نہیں کہ آپ کا بہت بڑا مرتبہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں آپ فنا ہوچکے ہیں اور اگر محض

شاعرانہ مبالغہ ہے تو خیال فرمایئے کہ جھوٹ اور کون سی بارگاہ میں، جنہیں دلوں کے ارادوں، خطروں، قلوب کی خواہشوں اور نیتوں پر اطلاع ہے۔ جس سے اللہ عزوجل نے **ماکان وما یکون** کا کوئی ذرہ نہ چھپایا۔ اور اس کے بعد اس قسم کے اشعار کو کنوا دیا۔" یہ بھی حضرت امام احمد رضا کے تنقیدی شعور کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

(۷)---- امام احمد رضا کے تنقیدی شعور کی بابت پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی لکھتے ہیں: " انہوں نے اپنے مطالعہ اور محنت سے شعری علوم پر بھی مکمل دسترس حاصل کر لی تھی۔ انہیں شعر کے تمام جوانب کا احساس رہتا تھا۔ لفظی مناسبت اور معنوی حسن ان کے شعری ذوق کے بنیادی عناصر تھے۔ ایک ایک لفظ منتخب ہے اور معنی کا ہر پہلو ذوق جمال کے معیار پر تلا ہوا ہے حتیٰ کہ دوسرے سے کچھ سنتے تو نا محبوب خیال یا نا مانوس لفظ پر فوراً" گرفت فرماتے۔ یہ خیال کبھی محو نہ ہوتا کہ دربار گہر بار میں تحائف پسندیدہ ہونے چاہئیں۔

مولانا احمد بخش تو نسوی علیہ الرحمہ نے ۱۱۴' اشعار کا ایک مدحیہ قصیدہ برائے اصلاح حاضر کیا تو بیماری کے باوجود اور کتب حوالہ کی عدم دستیابی کے باوصف ۱۰۱' شعروں میں ترمیم و اصلاح فرمائی۔ ۲۶' اشعار بدل دیئے اور اپنی جانب سے اضافہ کر دیا۔ اصلاح کا ایک ایک لفظ شہادت دے رہا ہے کہ لغوی، صرفی، نحوی اور عروضی کوئی پہلو بھی نظر انداز نہیں ہوا انداز نہیں ہوا اور سب سے بڑھ کر مقام کی عظمت کے خیال سے مجموعی تاثر کی بھی اصلاح فرمائی۔

مولانا عقائد میں جھول اور نظریات میں رعایت کے قائل نہ تھے اس لئے جہاں ایسا محسوس ہوا فوراً" ترمیم کی۔ **مثلاً"** ایک شعر تھا:

ان کنت عونا" لی ابا مالکی
من قدرک الا علی فلا یقدر

اس میں اولاً" عونالی' کو عون العبد' بنایا تاکہ معاونت سرکار محدودیت کا شکار نہ ہو پھر ابا مالکی' کو یا مالکی' کیا اور آخر میں **من قدرک المو فور لایقدر** کر دیا۔ حاشیہ پر ترمیم کی وجہ یہ لکھی۔ ابا وھیا و ہمزہ' کے ساتھ اللہ و رسول کوندا دینا مجھے پسند نہیں---- یوں ہی اردو میں "او" کے ساتھ سخت گراں گزرتی ہے اور معمولات جزا کی "ف" پر تقدیم نہیں ہوتی----

میرے نزدیک حتی الامکان احتیاج تاویل سے بچنا چاہئے کہ حدیث میں فرمایا **وایاک و مایعتذرمنہ**' پھر عربی ادبیات کے حوالہ سے اور اپنے ذوق شعری کی بنا پر فرماتے ہیں۔ زحاف نامطبوع سے اگرچہ مجوز بلکہ عرب میں اگر رواج بھی ہو حتی الوسع احتراز اچھا معلوم ہوتا ہے۔

فعلن ضرب میں بدلنا ضرور تھا یہی بوجہ کثرت عروض میں رہنے دیا ہے ورنہ میرے مذاق پر ثقیل ہے۔ نظم عربی میں دخیل و تاسیس کی رعایت واجب ہے، ہوتا تو سب میں ہوتا حالانکہ ۸۶ میں نہیں صرف ۲۸ میں ہے اور نہیں کو بدل دیا۔

یہ جملے مولانا کے تنقیدی شعور کی شہادت دے رہے ہیں۔(۶)

(۷)---- امام احمد رضا کے دو مصرعوں۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

(نعتیہ مصرع)

اور---- بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

(منقبتیہ مصرع)

حضور غوث اعظم کی ایک منقبت میں ہے جس پر سید محمد آصف صاحب کانپوری نے ۸ر ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ کو اعتراض کرتے ہوئے سوال روانہ کیا تھا۔ لفظ "شہنشاہ" پر ان کا اعتراض تھا اور انہوں نے "شہنشاہ" کے بدلے "بادشاہ" لفظ کر دینے کی رائے دی تھی۔ منقبتیہ مصرع پر اعتراض یہ تھا کہ خدا کے سوا دل کسی اور کے قبضہ قدرت میں نہیں اور اس کے لئے حدیث شریف کا حوالہ دیا تھا۔

امام احمد رضا نے ان اعتراضات کو دفع کرنے کے سلسلے میں رسالہ---- "فقہ شہنشاہ و ان القلوب بیدالمحبوب بعطا اللہ" لکھا اور قرآن، احادیث نیز اقوال بزرگان و اشعار شعراء کے حوالوں سے لفظ شہنشاہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"لفظ شہنشاہ اولاً" بمعنی سلطان عظیم، سلطنتہ محاورات میں شائع و ذائع ہے اور عرف و محاورہ کو افادہ مقاصد میں دخل تام۔ **قال اللہ تعالی و امر بالعرف** (پ ۹ ع ۱۴)

اس کے بعد ایک عظیم و جلیل فقیہہ حضرت امام علا الدین ابوالعلا لیثی ناصحی قدس سرہ العزیز کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کا لقب شاہان شہ، ملک الملوک تھا۔ اور اس سلسلہ میں بعد کے علماء نے ان کے جو فتاویٰ نقل کئے ہیں انہوں نے انہیں اسی لقب سے یاد کیا ہے۔ بطور حوالہ امام نے حضرت امام علا الدین رحمتہ اللہ علیہ کے ۱۸ فتاویٰ پیش فرمائے ہیں جن میں ایک منظوم فتویٰ ہے۔

امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:

امام رکن الدین ابو بکر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشید کرمانی جواہر الفتاویٰ کتاب الاجارہ باب سادس میں فرماتے ہیں۔

امام، قاضی، شاہوں کے شاہ ابو العلا ناصحی سے یہ استنقاء کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک موقوفہ زمین سال بھر کے لئے اجارہ میں دی تو کیا اس کا یہ فعل از روئے شرع جائز و درست ہے۔

میرا عدم جواز کا یہ فتویٰ دنیا دین داروں کے لئے کافی ہے تاکہ میں اپنی جمع کردہ چیزوں کی وجہ سے ظالم نہ ہو جاؤں۔

شاہوں کے شاہ ابو العلا اس کا **محب** ہے۔ دین الٰہی کے غلبہ کے لئے ہمیشہ دعا گو ہے۔

(اردو ترجمہ۔ ص ۶ مطبوعہ بمبئی)

اس کے بعد حضرت مولانا رومی کے ۴ اشعار، حضرت سعدی کے ۵ اشعار، اور حضرت امیر خسرو، حضرت مولانا جامی، حضرت حافظ اور حضرت نظامی رحمتہ اللہ علیہم وغیرہ کے اشعار بھی نقل کئے ہیں جس میں لفظ "شہنشاہ" کا استعمال ہے۔ مثالیں ملاحظہ کیجئے۔

(ا) گفت شاہنشاہ جزایش کم کنید
در **بجنگد** نامش از خط برزنید

(رومی)

بادشاہ نے کہا اس کی اجرت کم کردی جائے اور اگر وہ آمادہ جنگ ہو تو روزنامچہ سے اس کا نام نکال دو۔

(ب) جمال الانام مفخرالاسلام سعد ابن الاتابک الاعظم شاہنشاہ المعظم مالک رقاب الامم مولٰی ملوک العرب والعجم

(سعدی)

مخلوق کے جمال، اسلام کے لئے قابل فخر، سعد ابن اتابک اعظم، قابل عظمت شہنشاہ لوگوں کی گردنوں کے مالک، عرب و عجم کے بادشاہوں کے مولا و آقا۔

(ج) بارعیت صلح کن و ز جنگ خصم ایمن نشیں
زانکہ شاہنشاہ عادل را رعیت لشکر است

(سعدی)

رعایا کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آ اور پھر دشمن کی جانب سے لڑائی سے بے خوف رہ کیونکہ عادل شہنشاہ کے لئے رعایا ہی لشکر ہے۔

(د) کیست جز از وے کہ ہند پائے راست
پیش شکوہ کہ شہنشاہ راست

(خسرو)

اس کے سوا کون ہے جو بادشاہ کی شان و شوکت کے سامنے سیدھا پاؤں رکھے۔

(ہ) زد **بجہاں** نوبت شاہنشہی
کوکب فخر عبیداللہی

(جامی)

حضرت عبیداللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ستارہ افتخار نے دنیا میں اپنی شہنشاہی کا نقارہ بجا دیا۔

(و) گزارندۂ شرح شاہنشہی
چنیں داد پرسندہ را آگہی

(نظامی)

احکام شاہی کی تفصیل سنانے والے نے سائل کو یوں آگاہ کیا۔ (ص ۸ تا ۱۰)

اس کے بعد تفاسیر، شروح احادیث اور بزرگوں کے القاب کی روشنی میں لفظ شہنشاہ کے استعمال کو درست اور جائز ثابت فرماتے ہیں۔

ایک لفظ کی تحقیق میں علم کا دریا بہا دینا یہ صرف امام احمد رضا ہی کا کام ہے۔ یہ لفظ کی شرح و تحقیق نیز تنقیدی شعور کا لاجواب نمونہ ہے۔

اس مصرع

"بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا"

کے سلسلے میں قرآن و احادیث سے ثابت فرما دیا ہے کہ اللہ کے حکم سے اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق بھی دلوں پر اختیار رکھتے ہیں۔

(ص ۲۰ تا ص ۲۵)

اس کے بعد **بہجتہ** الاسرار شریف کے مصنف حضرت علی بن یوسف علیہ الرحمہ (مرید سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ) کے دیئے گئے احادیث کے حوالوں سے غوث پاک کی اس خصوصیت کو ثابت فرمایا۔

بہجتہ الاسرار میں روایت کردہ ایک حدیث پاک کے حوالے سے امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں:

اور سنئے: امام ممدوح اسی **بہجتہ** الاسرار شریف میں بایں سندراوی۔ (ترجمہ) ہم سے شیخ ابو الفتوح محمد صدیقی بغدادی نے حدیث بیان کی کہ ہم کو سید ابو جعفر محمد علوی نے خبر دی کہ ہم سے شیخ عارف باللہ ابو الخیر لبشر بن محفوظ بغدادی نے اپ دولت خانے پر بیان فرمایا کہ ایک روز میں اور بارہ صاحب اور (جن کے نام حدیث میں مفصل مذکور ہیں) خدمت اقدس میں حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر تھے کہ حضور نے فرمایا۔ تم میں ہر ایک' ایک مراد مانگے کہ تم کو عطا فرمائیں (اس پر دس صاحبوں نے دینی حاجتیں متعلق علم و معرفت اور تین شخصوں نے دنیوی عہدہ و منصب کی مرادیں مانگیں جو بہ تفصیل مذکور ہیں۔

حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

(ترجمہ) ہم ان اہل دین اور ان اہل دنیا سب کی مدد کرتے ہیں تیرے رب کی عطا سے اور تیرے رب کی عطا پر روک نہیں۔

خدا کی قسم جس نے جو مانگا تھا پایا۔ میں نے یہ مراد چاہی تھی کہ ایسی معرفت ملجائے کہ واردات قلبی میں مجھے تمیز ہو جائے کہ یہ وارداللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ نہیں (اوروں کو ان کی مرادیں ملنے کی تفصیل بیان کر کے فرماتے ہیں)۔

(ترجمہ) اور میری یہ کیفیت ہوئی کہ میں حضور کے سامنے حاضر تھا حضور نے اسی مجلس میں اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا فوراً" ایک نور میرے سینے میں چمکا کہ آج تک میں اسی نور سے تمیز کرلیتا ہوں کہ یہ وارد حق ہے اور یہ وارد باطل۔ یہ حال ہدایت ہے اور یہ گمراہی اور اس سے پہلے مجھے تمیز نہ ہو سکنے کے باعث سخت قلق

رہا کرتا تھا۔ (ص ۴۹ تا ص ۵۱)

(۸)---- قصیدہ معراجیہ میں شامل مندرجہ ذیل اشعار

۱۔ نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

۲۔ نظر میں دولھا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پہ آنچل تجلی ذات بحت سے تھے

۳۔ دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

۴۔ خدا ہی دے صبر جان پرغم دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولھا بنا رہے تھے

۵۔ بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنھوں نے دولھا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

۶۔ جھلک سی اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولھا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

میں لفظ "دولھا اور دلہن" کے استعمال پر شرعی اور ادبی اعتراض وارد کیا گیا تو امام احمد رضا نے نہایت ہی علمی اور ادبی جواب دیا۔

لکھتے ہیں: "شعر اول میں تو دلہن کسی کو نہ کہا کہ اپنے معنی حقیقی پر ہے۔ زینت کعبہ کو نئی دلہن کی زیبائش سے تشبیہ دی ہے جس طرح ان حدیثوں میں جنت کی جنبش سرور کو دلہن کی نازش سے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں عقبہ بن عامر جہنی اور طبرانی نے معجم اوسط میں عقبہ اور انس دونوں اور ازدی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنت کو دونوں شہزادوں امام حسن اور امام حسین علی **جدہما الکریم و علیہما الصلوۃ و التسلیم** کا اس میں تشریف رکھنا معلوم ہوا؟ **ماست الجنہ میسا" کما تملیس العروس** ۔ جنت خوشی سے جھومنے لگی جیسے نئی دلہن فرحت سے جھومے۔ شعر سوم میں کعبہ معظمہ کو دلہن کہا محاورہ صحیحہ شائعہ ہے۔ امام احمد مسند میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **عقلان احدی العروسین یبعث منہا یوم قیامتہ سبعون انعا بغیر حساب علیہم۔ عقلان** دو دو دلہنوں میں کی ایک ہے۔ روز قیامت اس میں سے ستر ہزار ایسے اٹھیں گے جن پر حساب نہیں۔ سند الفردوس میں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "شادمانی ہے اسے جسے اللہ تعالیٰ دو دلہنوں میں سے ایک میں بسائے **عقلان یا غزۃ**" (۷)

مزید تحریر کرتے ہیں: "باقی چار اشعار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دولھا کہا

ہے اور وہ بیشک تمام سلطنت الٰہی کے دولھا ہیں۔"(۸)

اس کے بعد مواہب لدینہ اور دلائل الخیرات شریف کے حوالوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں عالم کے دولھا ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔ بعدہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ سرکار انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"بکل شی عروس و عروس القران الرحمن"** ہر شے کی حسن میں ایک دلہن ہوتی ہے اور قرآن عظیم میں سورۃ الرحمٰن دلہن ہے' یہاں دولھا کسے ٹھہرایئے گا"(۹)

اس طرح حضرت امام غزالی کی احیأ العلوم کے حوالہ سے حدیث پاک کی روشنی میں لفظ دلہن اور دولھا وغیرہ کی مثال کعبہ کے لئے' جنت کے لئے دیتے ہوئے یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ حضور کو کونین کا دولھا کہنا درست ہے یعنی سردار' باختیار' سرور وغیرہ کے معانی میں۔

امام نے اپنے کلام میں جس جگہ جو لفظ رکھ دیا اس لفظ کے علاوہ اس کا کوئی مترادف وہ حسن اور معنی پیدا نہیں کرسکتا جو رضا پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ امام احمد رضا جس طرح عظیم تر شاعر ہیں اسی طرح ناقد اور شارح بھی ہیں اور محقق بھی۔

امام احمد رضا کے کسی لفظ' شعر' قصیدہ یا کسی اور مسئلہ میں کسی لفظ کے سلسلے میں اعتراض کیا گیا تو انہوں نے قرآن' حدیث' اقوال ائمہ وغیرہ سے متحقق فرما کر جواب دیا۔

ادب کے ایک مدعی کی جہالت عربی کے جواب میں اردو میں شرح مقالیہ مذاقیہ' نامی رسالہ لکھا۔ حضرت نوری میاں کے قصیدہ۔ قصیدہ مشر قستان اقدس پر اعتراض کے جواب میں رسالہ مشرقستان قدس رقم فرمایا۔

ان رسائل میں علمی اور ادبی تحقیق کے جواہر بکھیرے ہیں اور ان سے امام احمد رضا کے تنقیدی شعور اور تشریحی حسن کے کمال کا پتہ چلتا ہے۔ اردو زبان میں نعت و استعارات' (رسالہ) جو نا تمام ہے ادب کی تشریح سے ہی متعلق ہے۔ صنائع بدیعہ عربی' فارسی' ہندی) جو صنائع بدائع پر مشتمل ہے وہ بھی ادب کی شرح سے متعلق ہے۔ امام احمد رضا نے متعدد دقیق اشعار کی شرح بھی فرمائی ہیں اور حق ادا کر دیا ہے۔

شرح اشعار

(ا) ۲۵ شعبان ۱۳۰۸ھ کو بڑودہ سے امام احمد رضا سے تصوف پر مبنی نو اشعار کے مطالب پوچھے گئے تھے۔ جس خوب صورت انداز میں' فکر و تحقیق کے موتی بکھیرتے ہوئے اور انشا پردازی کا حسین جلوہ دکھاتے ہوئے انہوں نے شرح فرمائی ہیں وہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

اشعار حسب ذیل ہیں:

۱۔ سب پیر اور مشائخ میرا سوال بولو
صورت جلال کیا ہے؟ اور کیا جمال؟ بولو

۲۔ خاکی بدن مقید کیوں کر جمال حق کا
مطلق کی شان کیا ہے؟ اس کی مثال بولو

۳۔ مخفی میں کیونکہ تھا وہ؟ سری میں کس طرح تھا
پھر روح کیوں ہوا ہے؟ دل کا خصال بولو

۴۔ اربع عناصر اب یوں نکلے کہو کہاں سے؟
مرتا سو کون اس میں؟ کس کو وصال بولو

۵۔ اول ہے روح علوی دوسری کا نام سفلی
ایک روح دو صفت کیوں؟ پکڑا کمال بولو؟

۶۔ دکھتا ہے جو کہ خاکی آنکھوں سے سب فنا ہے
دکھتا ہے کس نظر سے وہ جگ اجال بولو

۷۔ ہر چیز ذات حق سے معمور ہے و لیکن
ملتا ہے کس محل میں ابر و ہلال بولو

۸۔ سب جسم ہے محمد موجود ذات حق ہے
اسلام اور کفر کا پردہ سنبھال بولو

۹۔ نکتہ نہیں علم کا قرآن میں سمایا
معنی علم کے نکتہ کے اب محال بولو

شعر اول کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:

"اللہ جل وعلا رحیم بھی ہے اور قہار بھی ہے۔ رحمت شان جمال ہے اور قہر شان جلال۔ دوستوں کو انواع نعمت سے نوازنا ان کے لئے بہشت اور اس کی خوبیاں آراستہ فرمانا انہیں اپنی رضا و دیدے بہرہ مندی بخشا تجلی شان جمال ہے۔ دشمنوں کو اقسام عذاب کی سزا دینا ان کے لئے دوزخ اور اس کی سختیاں مہیا فرمانا انہیں اپنے غضب و عذاب میں مبتلا کرنا تجلی شان جلال ہے۔ پھر دنیا میں جو کچھ نعمت و راحت و آفت ہے انہیں دونوں شانوں کی تجلی سے ہے۔ کبھی یہ شانیں ایک دوسرے کے لباس میں جلوہ گر ہوتی ہیں **مثلاً** دنیا میں اپنے محبوبوں کے لئے بلا بھیجنا کہ **اشد البلاء علی الانبیاء ثم الامثل فالا مثل** بظاہر شان جلال ہے اور **حقیقتہ** شان جمال' کہ اس کے باعث وہ اللہ تعالٰی کی بڑی بڑی نعمتیں پاتے ہیں۔ **قال اللہ تعالٰی۔ لا تحبسوہ شترا" لکم بل ھو خیر لکم۔** اسے اپنے لئے برا نہ جانو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ کفار کو کثرت مال وغیرہ دنیا کی راحتیں دنیا بظاہر شان جمال ہے اور درحقیقت شان جلال ہے کہ اس کے سبب وہ اپنی غفلت و گمراہی کے نشے میں پڑے رہتے ہیں اور ہدایت کی توفیق نہیں پاتے۔ **قال اللہ تعالٰی۔ ولا تحبسن الذین کفرو! انما۔۔۔۔ الا یہ** کافر کا خیال کہ یہ ڈھیل جو ہم انہیں دے رہے ہیں کچھ ان کے لئے بھی ہے یہ ڈھیل تو ہم اس لئے دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ میں پڑیں اور ان کے لئے ذلت کی مار ہے۔ تجلی جمال

کے آثار سے لطف و نرمی و راحت و سکون و نشاط و انبساط ہے جب یہ قلب عارف پر واقع ہوتی ہے دل خود بخود ایسا کھل جاتا ہے جیسے ٹھنڈی نسیم سے تازی کلیاں یا بہار کے منہ سے درختوں کی کنچھیاں اور تجلی جلال کے آثار سے قہرو گرمی و خوف و تعب۔ جب اس کا ورد ہوتا ہے قلب بے اختیار مرجھا جاتا ہے بلکہ بدن گھلنے لگتا ہے بلکہ اگر طاقت سے زیادہ واقع ہوتی ہے فنا کردیتی ہے۔ ان دونوں تجلیوں کا اثر تھا کہ ایک روز وعظ میں برسر منبر سیدنا غوث اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ حضور کا جسم اقدس سمٹ کر ایک چڑیا کے برابر ہوگیا اور اس وقت یہ بھی مشاہدہ ہوا کہ تن مبارک پھیل کر ایک برج کی مثل ہوگیا اور دیکھا گیا کہ حضور منبر سے گرنے لگے یہاں تک کہ حضور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست اقدس کے سہارے روک لیا۔ یہ وہ عظیم تجلی تھی جس کا تحمل بے قوت نبوت ناممکن تھا لہٰذا حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوت مصطفویہ سے مدد فرما کر اس کا تحمل کرا دیا۔ اسی شان جلال کا اثر ہے جو سیدنا غوث اعظم رضی تعالیٰ علیٰ جدہ الکریم و علیہ وسلم کے ایک مرید پر حضور کے پیچھے نماز میں واقع ہوئی کہ سجدہ میں جاتے ہی جسم گھلنے لگا گوشت پوست اخوان سب فنا ہوگیا صرف ایک قطرہ آب باقی رہا۔ حضرت غوثیت ماب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد نماز روئی کے پارہ میں اٹھا کر دفن کر دیا اور فرمایا سبحان اللہ ایک تجلی میں اپنی اصل کی طرف عود کر گیا۔ اسی شان جلال کی بڑی تجلی ساعت قیامت ہے جو آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو فنا کردے گی اسی لئے باری عزوجل اس دن یوں ارشاد فرمائے گا۔ **لمن الملک الیوم** کل تک سب کہتے تھے کہ یہ ملک میری ہے یہ ملک میرا ہے۔ آج بتاؤ کس کی بادشاہی ہے پھر خود ہی فرمائے گا۔ **اللہ الواحد القہار** ایک اللہ قہر والے کی' اس وقت باسم قہار اپنا وصف فرمائے گا کہ وہ تجلی شان قہر کی ہوگی۔ **وحبنا اللہ** (۱۰)

اسی رفعت فکر' شان تحقیق اور جمالیاتی حسن کے ساتھ بقیہ اشعار کی شرحیں فرمائی ہیں۔

(۲)---- مرزا محمد رفیع سودا کے اس شعر:

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

کی تشریح امام احمد رضا نے جس طرح فرمائی ہے شاید وہ شاعر خود بھی نہ کرسکتا۔ اس شعر کی تشریح میں تاویل سے کام لے کر امام نے شاعر کو کفر سے بچا لیا ہے۔

فرماتے ہیں: "ظاہر مطلب شعر جہاں تک شاعر نے مراد لیا ہوگا صرف اتنی مناسبت دیکھ لی

چاہئے کہ دانہ سلیمانی میں جس کی تسبیح عباد و ہاد رکھتے ہیں بشکل زنار موجود ہے اور اس کا رکھنا تمغائے فقر قرار پایا ہے۔ شاعر کہ مذہبا" سنی نہ تھا اور بدگمانی تمغائے شعرا ہے غالبا" اس سے زائد کچھ نہ سمجھا ہو گا اور یہ ایک بے ہودہ معنی تھے مگر اتفاقا" اس کے قلم سے ایک لفظ ایسا نکل گیا جس نے اس شعر کو بامعنی و پرمغز کر دیا یعنی لفظ ثابت زنار کہ کفار باندھتے ہیں۔ زنار زائل ہے کہ ایک جھٹکے میں لوٹ سکتا ہے اور دانہ سلیمانی میں اس کی تصویر ثابت ہے کہ جب تک دانہ رہے گا قائم رہے گی۔ کفر دو قسم ہے ایک کفر زائل جو کفر کفار ہے اور جس کی سزا خلود فی النار ہے۔ ہر کافر موت کے بعد اس سے باز آتا ہے۔ **قال تعالیٰ: و اتخذ و من دون اللّٰہ--- الایہ** (ترجمہ۔ انہوں نے اللہ کے سوا اور خدا ٹھہرائے کہ ان سے ان کی عزت ہو ہرگز نہیں۔ عنقریب ان کی عبادت سے کفر کریں گے اور ان کے مخالف ہوں گے)۔

دوسرا کفر ثابت **جو ابدالا باد** تک رہے گا جسے علمائے دین نے جزو ایمان فرمایا ہے وہ ہے جسے قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے۔ **لمن یکفر بالطا غوت--- الایہ** (ترجمہ۔ جو شیطان کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بیشک بڑی مضبوط گرہ تھام لی جو کبھی نہ کھائے گی اور اللہ سنتا جانتا ہے۔) ابراہیم علیہ **الصلوۃ** و التسلیم نے اپنی قوم سے فرمایا۔ **انا برا منکم و مما تعبدون من دون اللّٰہ کفرنا بکم۔** ہم بیزار ہیں تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے ہم تم سے کفرو انکار رکھتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے جب **مینھ** برستا ہے اور مسلمان کہتا ہے ہمیں اللہ کے فضل و رحمت سے **مینھ ملا**۔ اللہ عزوجل اسے فرماتا ہے۔ مومن بی و کافر بالکوکب۔ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور پچھتر سے کفرو انکار۔ الحمدللہ **طاغوت و شیطان و بت** جملہ معبود ان باطل کے ساتھ مسلمانوں کا یہ کفرو انکار ابد الاباد **تک قائم** رہے گا بخلاف کفر کفار کے' کہ اللہ و رسول سے ان کا کفر **قیامت** بلکہ برزخ بلکہ سینے پر دم آتے ہی جس وقت **ملائکہ** عذاب کو دیکھیں گے زائل ہو جائے گا مگر کیا فائدہ **والئن و عصیبت قبل** اب معنی واضح ہو گئے کہ جو کفر **ثابت** ہے وہ تمغائے مسلمان بلکہ جزو ایمان ہے بخلاف کفر زائل **والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ(۱۱)**

الملفوظ میں اس طرح کی تشریحات اور بھی ہیں نیز امام احمد رضا کی تصانیف میں بھی تنقید و تشریح کے بہت سے اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔

مجدد اسلام امام احمد رضا جہاں مختلف نقلی و عقلی علوم کے ماہر اور زبردست محقق تھے وہاں بلا شعبہ زبان و ادب (نثر' نظم' تنقید' تحقیق' شرح' عروض) وغیرہ کی مملکت کے بھی عظیم تاجور تھے

اور تحدیث نعمت کے طور پر ان کا یہ فرمانا۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

بجا طور پر حق ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ماہنامہ انیس بابت ربیع الاول ۱۴۰۱ھ ص ۳۰۰

۲۔ ماہنامہ انیس، ربیع الاول ۱۴۰۱ھ ص ۳۰۱

۳۔ علامہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، الملفوظ حصہ دوم، ص ۳۹۔۴۰

۴۔ الملفوظ، حصہ دوم، ص ۳۹

۵۔ الملفوظ، حصہ دوم، ص ۴۰۔۴۱

۶۔ فاضل بریلوی اور عربی شاعری از پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی مشمولہ معارف رضا ۱۹۹۰ء ص ۱۰۰ تا ص ۱۰۲

۷۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۱۹۹

۸۔ ایضاً" ص ۱۹۹

۹۔ ایضاً" ص ۲۰۱

۱۰۔ کشف حقائق و اسرار دقائق، ص ۵

۱۱۔ الملفوظ حصہ اول، ص ۳۱۔۳۲، مطبوعہ میرٹھ

صفحہ ۹۶ کا بقیہ

...... حوالاجات ......

۱- نفی الفئی ص ۳، ۴

۲- نفی الفئی عمن استنار بنوره کل شئی ص

۳- ایضاً

۴- ایضاً ص ۵

۵- ایضاً ص ۶

۶- ایضاً ص ۷

۷- ایضاً ص ۹

۸- ایضاً ص ۱۲

۹- ایضاً ص ۱۳

۱۰- ہدی الحیران فی نفی الفئی عن سید الاکوان ص ۴، ۵

۱۱- ہدی الحیران فی نفی الفئی عن سید الاکوان ص ۶، ۵

۱۲- قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام ص ۸

۱۳- خلاصہ از قمر التمام

۱۴- نفی الفئی ص ۲۰

۱۵- قمر التمام ص ۱۶

مولانا سبحان رضا خان، سبحانی میاں (مہتمم منظر اسلام جامعہ رضویہ، بریلی)

فاضل بریلوی اور ردِّ فلاسفہ

حضرت جدالکریم امام ممدوح پر یوں تو بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جا رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ لکھا جاتا رہے گا۔ ہند و پاک ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے علماء اہلسنّت و دانشوران قوم و ملت نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کے علم و فضل کو سراہتے ہوئے اور ان کے علوم ناپیداکنار کے آگے عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے ان کو جملہ علوم و فنون کا سرتاج تسلیم کیا ہے۔

اہل علم و خرد کو اس اعتراف میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ پر کامل و اکمل دسترس رکھتے تھے نیز ان پر ماہر تنقیدی نظر بھی رکھتے تھے اور اپنی نگاہ بصیرت کو ہمہ اوقات احیائے سنت و تجدید دین میں استعمال فرماتے تھے۔ آپ کی بارگاہ علم و دانش میں مشکل سے مشکل، اہم سے اہم تر سوال پیش ہوتا۔ بفضلہ تعالیٰ آپ اس سوال کا جواب نہایت محققانہ و تشفی بخش عطا فرماتے۔ جدالکریم مجدد اسلام علیہ الرحمتہ والرضوان کی بارگاہ میں سائنس اور فلسفہ سے متعلق بھی سوالات پیش ہوتے۔ آپ سائنس و فلسفہ کے وہ افکار و نظریات جو اسلام سے متصادم ہوتے ان کو قرآن و احادیث سے پاش پاش فرماتے اور دنیائے اسلام کے سامنے تعلیمات اسلامی پیش فرما کر عقل و استدلال کی روشنی میں قرآن و سنت کی عطا فرمودہ تعلیم کے ذریعے ان کے استدلال کو باطل فرماتے۔

اعلیٰ حضرت نے قرآن و حدیث نیز علمائے اسلام کے اقوال ہی سے فلاسفہ اور سائنس کا رد و ابطال نہیں فرمایا بلکہ اعلیٰ حضرت نے ازخود فلسفہ و سائنس کے باطل نظریات و افکار کو مضبوط عقلی

دلائل و براہین سے ان کے فرعومات کا ایسا رد فرمایا ہے کہ اہل علم و دانش انگشت بدنداں ہیں۔ امام اہل سنت کی معرکتہ الآرا کتاب "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" ایک مہندس پروفیسر البرٹ ایف پورٹا جس کا تعلق امریکہ سے تھا کے رد میں ہے۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو سیارات کا اجتماع ہوگا جس کے سبب سے تعجب خیز انقلاب پیدا ہوگا۔ زلزلوں کے جھٹکے پے در پے پیدا ہوں گے اور طوفانوں کا تانتا بندھ جائے گا۔ بہت سے ملک نیست و نابود ہو کر رہ جائیں گے۔ دنیا ایک عجیب قسم کی افراتفری کا شکار ہو جائے گی۔ اس امریکی سائنسی مہندس کی یہ پیشگوئی جو حقیقتاً غلط و باطل تھی، ۱۸ر اکتوبر ۱۹۱۹ء کو پٹنہ کے ایک انگریزی اخبار "ایکسپریس" میں طبع ہوئی۔ اس کی یہ پیشگوئی اخبار سے تراش کر وہ تراشہ حضرت ملک العلماء علامہ شاہ ظفرالدین شاہ صاحب محدث بہاری علیہ الرحمتہ نے ۱۸ر صفر ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۲ر نومبر ۱۹۱۹ء کو جدالکریم مجدد اسلام امام احمد رضا کے پاس بریلی شریف بھیجا۔ اعلیٰ حضرت نے محدث بہاری کے تراشہ کو دیکھنے کے بعد ۲۴ر صفر ۱۳۳۸ھ کو ایک خط لکھا اور حضرت محدث بہاری مولانا ظفرالدین صاحب علیہ الرحمتہ کے پاس ارسال فرما دیا۔ آپ نے خط میں تحریر فرمایا کہ وہ پیش گوئی کسی بے عقل ایسے بے ادراک کی ہے جو علم ہیئت سے قطعاً" جاہل ہے۔ جسے علم ہیئت کا ایک حرف نہیں آتا، اس کی یہ پیش گوئی سراسر غلط و باطل ہے۔ پھر آپ نے ازروئے علم ہیئت و ہندسہ بارہ (۱۲) نکات پر مشتمل اس پیش گوئی کی تردید "الرضا" بریلی کے شمارہ صفر و ربیع اول ۱۳۳۸ھ بمطابق ۱۲ر نومبر ۱۹۱۹ء میں شائع فرمائی۔ لہٰذا بفضلہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی تحریر کے مطابق ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو نہ کوئی زلزلہ آیا اور نہ ہی کوئی طوفان برپا ہوا، اور اس امریکی مہندس کی پیش گوئی سراپا باطل و گمراہ کن ثابت ہوئی۔ آپ کی یہ تردید و تنقید بعد میں بشکل کتاب متعدد بار شائع ہوئی اور آپ کی لاجواب کتاب "فوزمبین در رد حرکت زمین" (۱۳۳۸ھ-۱۹۱۹ء) مذکورہ واقع کی تردید میں ہے جس کے اندر زمین کی گردش و کشش اور دیگر نظریات پر بھی کلام کیا گیا ہے کیونکہ ان فرعومات کو سائنسی اور عقلی ضوابط کی روشنی میں کامل و مسکت طور پر باطل کرنے کی ضرورت تھی۔ اس لئے اعلیٰ حضرت نے سائنس و فلسفہ کے ان مزعومات کے تعاقب میں تقریباً" ایک سو پانچ دلائل پر مشتمل کتاب "فوزمبین" تصنیف فرمائی جو اہل علم و دانش سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہے۔

اسی طرح جدالکریم مجدد دین و ملت اعلیٰ

حضرت نوراللہ مرقدہ نے کتاب منیف "الکلمتہ الملہمہ" تصنیف فرمائی۔ گردش زمین کے رد و ابطال میں فلسفہ قدیم سے بھی دس دلیلیں پیش کی تھیں جو خود بھی غلط تھیں۔ اعلیٰ حضرت نے "فوز مبین" کی فصل سوم میں ان دلائل کو پیش فرما کر ان کی تردید کی، لیکن اس تردید کے لئے ضروری تھا کہ فلاسفہ کی وہ دلیلیں فلسفہ کے جن اصول و مسلمات پر مبنی ہیں انہیں بھی باطل ثابت کیا جائے پھر فصل سوم کی تزئیل میں ان نظریات کا تعاقب شروع فرمایا تو تیس مقامات تک جا پہنچا اور فلسفہ قدیمہ کے رد میں "الکلمتہ الملہمتہ" کے نام سے مستقل صورت اختیار کرگیا۔

اس میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا واقعی بلامبالغہ یہ وصف ہے کہ آپ جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول ہیں۔ صدیوں سے اس پایہ کا مبصر و محقق دنیا کی نظروں نے نہیں دیکھا۔ اہل علم و دانش کے اس دعویٰ کی دلیل اور واضح برہان اعلیٰ حضرت کی تصانیف ہیں جو تقریباً پچاس سے بھی متجاوز علوم و فنون پر شاہکار ہیں جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ یہ محض شاعرانہ طرز بیان نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

لیکن یہ تاریخ کا زبردست المیہ ہے کہ ایک عبقری جامع شخصیت کے فیضان نور سے جو ان کے مصنفات کے ہزاروں صفحات پر پھیلا ہوا ہے زمانہ ماضی میں عوام و خواص کو روشناس کرانے میں تسلسل قائم نہیں رہا۔ تاہم جس قدر بھی ہند و پاک میں اشاعتی کام ہوا وہ لائق تحسین ہے اور بحمدہ تعالیٰ بہت کچھ اشاعتی کام جاری ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے بہت سے نایاب و نادر رسائل طبع ہو رہے ہیں۔ ہند و پاک کی بیشتر اشاعتی انجمنیں اس کار دینی میں مصروف و منہمک ہیں۔ اس سلسلے میں پاکستان کا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سرفہرست ہے۔ اس کی شائع کردہ کتب و رسائل سے امام اہلسنت کے جو علوم و فنون ابھر کر سامنے آرہے ہیں ان سے اہل فکر و نظر اپنے سرمایہ علم میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔

اعلیحضرت

دینِ اسلام اور ناموسِ رسالت کے پاسبان

محمد اکبر اعوان (ایم۔اے، ایل ایل بی) بلوچستان

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اور انسانیت کے لئے رشد و ہدایت کا منبع و مخزن ہے۔ انسانیت کو اس پر گامزن رکھنے کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین علیہم الصلوا ۃ والسلام اجمعین اپنے اپنے ادوار میں راہبری کا فریضہ سرانجام دیتے رہے تاوقتیکہ ہادی اعظم، مخبر صادق ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی تکمیل ہوئی اور انہوں نے اعلان فرمایا "میں نبوت کا ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

عہدِ رسالت سے لیکر آج تک اُمت کے اکابرین اس شجرِ پاکیزہ "اسلام" کی آبیاری کرتے آئے تاکہ یہ چمن ہرا بھرا رہے۔ دین اسلام کی محافظت کرنے والوں کی طرح مخالفین یعنی اسلام دشمن قوتیں بھی برسرپیکار رہیں۔ ان میں یہود و نصاریٰ و منافقین اور مشرکین پیش پیش رہے جن کی نشاندہی کلام مجید میں ان الفاظ سے فرما دی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنو الیهود والذین اشرکون** (المائدہ ۵ : ۸۲) ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکین کو پاؤ گے۔ (کنزالایمان)۔ اسی پارہ میں یہود و نصاریٰ گٹھ جوڑ کو اس طرح ظاہر فرمایا گیا **ایایها الذین امنو لا تتخذوا الیهود والنصری اولیاء بعضهم اولیاء بعض۔ ومن یتولهم منکم فانه منهم۔ ان اللّٰہ لایهدی القوم الظلمین۔** (المائدہ ۵ : ۵۱) ترجمہ "اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ ان ہی میں سے ہے۔ بیشک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔" (کنزالایمان)

اغیار کی طرح اسلام کے اندر خوفناک

انتشار و خلفشار پھیلانے والوں میں خارجی اور رافضی بھی پیش پیش رہے۔ خارجیوں کی فتنہ انگیزیوں کے نتیجہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شہادت کے سانحے رونما ہوئے۔ ان خارجیوں میں اکثریت کی جائے سکونت **نجد** اور ان کا سب سے بڑا آلہ کار ذوالخو**یصرہ** تمیمی تھا جس کی گستاخی اور خباثت اس حد تک بڑھی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گستاخانہ لہجے میں مال غنیمت کی تقسیم کے دوران کہا کہ "اے محمد انصاف کر اور خدا سے ڈر۔" یہی حال **رافضیوں** کا ہے۔ ان دونوں گروہوں یعنی خارجیوں اور **رافضیوں** کو جو اسلام کے ابتدائی دور سے مختلف ناموں لیکن اسلام دشمنی کے مشترکہ مشن پر گامزن ہیں، آج بھی انہوں نے اپنی علیحدہ علیحدہ "سپاہ" بنائی ہوئی ہے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے پاکستان میں تمام فتنہ انگیزیوں کی جڑ ہیں۔ ساڑھے چار صد سال قبل حضرت سلطان باھو سلطان العارفین نے انہیں دشمنان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اور کہا:

خارجی و رافضی دشمن نبی
ہر کہ دشمن نبی او اھل از شقی

ترجمہ "خارجی اور رافضی دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں اور جو آپ کا دشمن ہے وہ بدبخت اور بد طینت ہے۔"

اگرچہ ان دشمنان اسلام نے اسلامی روایات کو مسخ کر کے پیش کرنے اور امت میں بداعتمادی اور بد اعتقادی پیدا کرنے کی ہرممکن کوشش کی لیکن اسلامی دنیا میں ایسے بطل جلیل بھی پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اندرونی و بیرونی اسلام دشمن طاقتوں اور ان کے آلہ کار فتنہ انگیزوں کے سر کچل دیئے اور خرمن کفرکو نور ایمان سے خاکستر کر دیا اور دین متین کا سرمایہ محفوظ و مامون رہا۔ ان میں سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ، جن کے متعلق خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یا غوث معظم نور ہدیٰ، مختار نبی مختار خدا
سلطان ولایت قطب علا حیراں، ز جلالت ارض و سما
گرد داد مسیح با مردہ رواں، دادی تو با دین محمد جاں
ہمہ عالم محی الدیں گویاں، باحسن و جلالت گشتہ فدا

ترجمہ "اے عظمت والے غوث ہدایت دہندہ نور آپ اللہ اور اس کے محبوب کے مختار ہیں۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی مردوں کو زندہ فرمایا لیکن آپ نے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے دین میں جان ڈال کر اس کا احیاء فرمایا چنانچہ لوگ آپ کو بے ساختہ محی الدین کے نام سے پکارنے لگے اور آپ کے حسن و جمال کے گرویدہ ہو گئے۔"

آپ کے کئی سو سال بعد جلال الدین اکبر کے عہد سلطنت میں دین اکبری یا دین الٰہیہ کا فتنہ کھڑا ہوا تو اس کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لئے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ سامنے آئے۔ جن کے متعلق حکیم الامت علامہ اقبال نے فرمایا

"اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار"

آیئے اب تیرھویں صدی ہجری اور اٹھارویں' انیسویں صدی عیسوی کے ادوار پر نظر ڈالیں جو اسلامی دنیا کی مذہبی تاریخ کا تاریک اور خطرناک موڑ ہے جس میں بد مذہبیت اور لامذہبیت انگریزوں کے ظل عاطفت میں جنم لے رہی تھی۔ کارل مارکس یہودی اور اس کے ساتھی اینجلز کے فلسفہ سوشلزم' کیمونزم' وطنیت اور لسانیت کے فتنوں کو پذیرائی مل رہی تھی۔ مغربی دنیا جس کی متحدہ حربی یلغار کو صلاح الدین ایوبی نے ناکام بنا کر اس حقیقت کو ثابت دیا کہ "آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا" انہوں نے اپنے طرز عمل میں تبدیلی لائی اور مکروفریب کو آلہ کار بنا کر شیخ نجد کی تلاش میں کامیابی حاصل کرلی۔ خود ابلیس لعین نے رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یہ لقب "خود" کے لئے پسند کیا جب کفار مکہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے تو انہوں نے عزازیل کو بڑی سی چادر اوڑھے دیکھا۔ پوچھنے پر اس نے اپنا تعارف شیخ نجد کہہ کر بتلایا اور مشاورت میں شامل ہو گیا اور جب ابوجہل نے تجویز دی کہ کفار مکہ کے ہر قبیلہ سے ایک ایک فرد اکٹھا ہو کر آپ کو شہید کردے تو اس تجویز کو شیخ نجد نے بہت پسند کیا۔ چنانچہ بقول مولانا جلال الدین رومی:

چوں بسے شیطان روئے آدم است
پس بہ ہر دستے نہ شاید داد دست

ترجمہ "بعض دفعہ شیطان انسانوں کے روپ میں بھی آتا ہے۔"

اس لئے ہر کسی کو راہبرو رہنما نہیں بنا لینا چاہئے۔ یہاں انگریزوں کے جاسوس ہمفرے کے ذریعہ اسلام دشمن قوتوں کا آلہ کار بننے والے شیخ محمد بن عبدالوہاب النجدی اور اس کے گماشتوں سے ہے جنہیں ابلیس کا یہ فرمان سونپا گیا

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو
اہل حرم سے ان کی روایات چھین لو
آھو کو مرغزار ختن سے نکال دو

اس شیطانی گروہ کی نشاندہی مخبر صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت میں یوں بیان فرمائی۔

اللھم بارک لنا فی شامنا -------

- لطلع قرن الشیطان۔ ترجمہ "اے اللہ ہمارے شام میں برکت نازل فرما۔ اے اللہ ہمارے یمن میں برکت ناز فرما۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اور **نجد** میں بھی، لیکن پھر بھی آپ نے اوپر والی دعاؤں کو دہرایا، پھر عرض کیا گیا یا رسول اللہ اور **نجد** میں بھی، لیکن آپ نے پھر بھی شام اور یمن کے لئے دعا فرمائی اور جب تیسری بار **نجد** کے لئے دعا کا اصرار کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: **ھنالک الزلازل والفتن وبھا تطلع قرن الشیطن۔** ترجمہ "وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں سے شیطانی قوت ابھرے گی۔"

(رواہ البخاری و مشکواۃ شریف)

شیخ محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن احمد بن راشد بن یزید بن محمد بن مشرف **نجدی** جن کی طرف طائفہ وہابیہ کی **نسبت ہے**، ۱۱۱۵ھ بمطابق ۱۷۰۳ء **نجد** میں پیدا ہوا، اور ۱۲۰۶ھ بمطابق ۱۷۹۲ء میں بمقام درعیہ **نجد** میں اس کی وفات ہوئی۔ اس سلسلہ میں برطانوی جاسوس مسٹر **ہمفرے** کی یادداشتوں کا مجموعہ "شیخ محمد ابن عبدالوہاب **نجدی** اور وہابی مذہب کی کہانی **ہمفرے** کی زبانی" اپنی تحریر کے پچاس سال بعد انگریزی زبان میں چھپ چکی ہے اور اس کے اردو، فارسی اور عربی تراجم بھی چھپ چکے ہیں جنمیں ان فتنوں، مکرو فریب پر مبنی شرانگیزیوں کو اجاگر کیا گیا ہے جس میں بیشتر کو عملی جامہ پہنا کر دشمنان اسلام نے دامن اسلام کو داغدار کیا۔ عقائد اسلامی اور کلام مجید کی معنوی تفسیری تشریحات کو بدل کر اسلام کی حقانیت کو مجروح اور ناموس رسالت پر حرف زنی کی گئی۔ **عصمت** انبیاء و اولیاء کو نشانہ تضحیک و ستم بنایا گیا۔ **ہمفرے** اور شیخ **نجدی** نے مل کر کتاب التوحید کے نام سے فقہ کی کتاب لکھی جس کا انگریز نے دو سو زبانوں میں ترجمہ کر کے تمام بلاد اسلامی میں وہابی مذہب کی تشہیر کی۔ اس کتاب کو برصغیر پاک و ہند میں "تقویتہ الایمان" کے نام سے شاہ اسماعیل دہلوی نے ترجمہ کر کے روشناس کیا اور ایک نئے فرقے وہابیہ نے جنم لیکر دیوبند کو اپنی سرگرمیوں کے لئے علمی آماجگاہ بنایا اور دیوبندی وہابی فرقہ ہندوستان کے طول و عرض میں تیزی سے پھلنے پھولنے لگا۔ اس سے پہلے شاہ ولی اللہ دہلوی کے زمانے تک ہندوستان میں صرف دو فرقے ہوتے تھے، سنی اور شیعہ۔ یہ تیسرا فرقہ کہاں سے آیا۔ اس کا حال اوپر لکھ دیا گیا ہے۔ ایک دفعہ کراچی میں وہابیوں

اور شیعہ حضرات کی لڑائی ہوگئی شیعوں نے احتجاجی جلوس نکالا' اور سوالیہ انداز میں ایک بینر پر یہ لکھا:

"سنی شیعہ بھائی بھائی

یہ تیسری قوم کہاں سے آئی؟

اس تیسری قوم کو اگرچہ انگریز کی بھی پذیرائی رہی لیکن ان کا رشتہ اخوت ہندوؤں یعنی مشرکین سے اس حد تک بڑھا کہ یہ لوگ دو قومی نظریہ کی اس شدت سے مخالفت کرنے لگے کہ حکیم الامت علامہ اقبال کو کہنا پڑا:

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دین از

گر بہ او نرسیدی تمام بوالهبیت ہمہ اوست

ترجمہ "تو خود کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں ڈال' وگرنہ اس کے علاوہ سب کچھ ابولہب سے مشابہ ہوگا۔"

ان حضرات پر کوئی اثر نہ ہوا اور یہ پاکستان بننے کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہوئے یہ ترانہ لگاتے رہے

"ہندو مسلم سکھ عیسائی

سب آپس میں بھائی بھائی

بھارت ماتا سب کی مائی

اس پر آشوب دور میں علم و عرفان کی پیکر جس شخصیت نے اسلام دشمن طاغوتی طاقتوں کو للکارا' وہ مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بڑیچ افغانی تھے جو اپنی جائے سکونت بریلی کی وجہ سے بریلوی کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔

آپ کے مورث اعلیٰ' حضرت علامہ سعید احمد بڑیچ نے علاقہ شوراوک صوبہ قندھار' افغانستان سے دیگر افغانوں کے ساتھ روہیل کھنڈ بریلی میں سکونت اختیار کی۔ نامور فاتح اسلام احمد شاہ ابدالی کی زیر کمان مرہٹوں کی مسلمان دشمنی پر ان کو شکست فاش سے ہمکنار کیا۔ آپ کا سلسلہ نسب سرزمین بریلی میں بسنے والے بڑے قبیلہ کے بزرگوں سے یوں ہے۔

"مولانا شاہ احمد رضا خان ابن مولانا نقی علی خان ابن مولانا رضا علی خان ابن مولانا حافظ کاظم علی خان ابن خان اعظم خان ابن مولانا سعادت یار خان ابن حضرت علامہ مولانا سعید اللہ خان بڑیچ۔"

امام احمد رضا خان کی ولادت ۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء بریلی (یو پی) ہندوستان میں ہوئی یعنی اس وقت جبکہ انگریزی استبداد نے برصغیر پاک و ہند میں اپنے پنجے پختہ گاڑھ لئے تھے اور ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی میں انگریز کے ہاتھوں مسلمانوں کو ناکامی ہوئی۔

امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی ولادت مسلمانان ہند کے لئے بالخصوص اور مسلمانان عالم کے لئے بالعموم مژدہ تھا کہ

نور خدا ہے کفر کی ہر حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

آپ کی زندگی کا ہر رخ اور کردار کا ہر پہلو محبت اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا آئینہ دار اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز تھا۔ آپ کی اس فطری خوبی نے آپ کے دور کے تمام علماء و فضلاء سے آپ کو ممتاز و منفرد کر دیا۔ اس لئے دیگر علماء و فضلاء کے ہوتے ہوئے تاج امامت آپ کے سر سجا اور آپ **نابغہ** عصر کہلائے۔ اس عہد میں جہاں اسلامی ریاست کا سیاسی اور دینی شیرازہ بکھر چکا تھا' اغیار دین اسلام اور مسلمانوں پر طرح طرح کے الزام لگا رہے تھے۔ عرب و عجم میں کوئی ان کا پرسان حال نہیں تھا۔ آپ کی علمی و فکری عبقریت ظلمت کدہ دہر میں مانند شمع' نور پھیلا رہی تھی اور لوگوں کو صراط مستقیم پر چلنے کے لئے راہنمائی کر رہی تھی۔ گویا امام احمد رضا ایک کثیر جہتی شخصیت کا نام ہے۔ تصنیف و تالیف کا جتنا کام آپ نے کیا وہ کئی ادارے مل کر بھی نہ کر سکیں۔ فروغ علم اور اشاعت دین میں آپ نے کمال کر دیا اور دین و مذہب' سیاست و معاشرت' علم و ادب' فنون و حکمت اور عقائد کی درستگی میں "کلک رضا" سے فتنہ انگیزوں کو بے بس کردیا۔ آپ کے ان کمالات کو محدود صفحات میں سمیٹنا امر محال ہے۔

اس میں شک نہیں کہ آپ کے پراشوب دور سے لیکر آج تک الحاد و فکر ساز عقیدوں' اسلام کے نام پر بد مذہبیت' ابتلا و آزمائش کے تمام مخمصوں سے نجات کے لئے راہنمائی' فکر رضا سے حاصل ہوئی ہے۔ دو قومی نظریہ کو ہی دیکھیں' امام احمد رضا خان برملا ہنود کے ساتھ موالات کے سخت مخالف تھے۔ جس کے لئے آپ نے کسی کی پرواہ کئے بغیر بیباکی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار فرمایا اور فکری و نظری سطح پر اس وقت دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھ کر اسلامی مملکت کے لئے راہ ہموار کی جبکہ بڑے بڑے مسلم زعما جن میں مولانا محمد علی جوہر' شوکت علی' علامہ اقبال اور محمد علی جناح بھی ایک قومی نظریہ کے حامی تھے اس میں شک نہیں کہ امام احمد رضا کی کاوشوں نے ہندوؤں کی عیاری' بدعہدی عیاں کی اور ان مذکورہ قائدین کی فکر ونظر پر اثرانداز ہوئے' چنانچہ پاکستان کے معرض وجود میں لانے کے لئے آپ کے خلفاء و متبعین اور ہم مسلک علماء و عوام کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ایسی عظیم اور محسن شخصیت کو چھوڑ کر پاکستان کے وجود سے منکر حضرات کے راگ الاپنا احسان فراموشی کی بدترین مثال ہے۔

اعلیٰ حضرت نے **فقیہانہ** دلچسپیوں کا آغاز کم عمری سے شروع کیا۔ ۷۰ سے زیادہ علوم و فنون پر آپ کی اردو' فارسی اور عربی تصانیف سے برصغیرپاک و

ہند، حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامی کے علماء و فقہا نے استفادہ کیا۔ اردو زبان میں قرآن مجید کا بامحاورہ اور سلیس ترجمہ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے کیا جس کا اب انگریزی اور دیگر زبانوں میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس طرح آپ کی علمی بصیرت کے ملک اور بیرون ملک چرچے ہونے لگے۔ آپ صاحب علم و عرفان اولیاء کرام کے اس زمرے میں آتے ہیں جنہوں نے روحانی بالیدگی اور اعلیٰ اخلاق کو روٹی کپڑا اور شخصی عزت پر فوقیت دی۔ آپ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے صحیح متبع اور عقیدتمند تھے۔ کہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی سے اس وقت کے وسط ایشیاء کے حکمران سلطان سنجر نے بذریعہ قاصد گزارش کی کہ آپ اس کی ریاست بلخ و بخارا میں اگر تشریف لائیں اور اس کی رعایا اور اسے اپنے دیدار سے نوازیں تو وہ اپنی قلمرو کا علاقہ نیمروز (جو آجکل افغانستان کا ایک صوبہ اور طالبان کے قبضہ میں ہے) کو آپ کے لنگر کے لئے وقف کر دے گا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی نے اسی نامہ پر یہ جواب تحریر فرمایا

چوں چترد چنبری رخ بختم سیاہ ناد
کہ بافقیر بود ہوس ملک سنجرم
چوں یافت خاطرم خبر از ملک نیم شب
صد ملک نیمروز بایک جو نمی خرم

ترجمہ "خدا کرے میرا چہرہ بھی کالی گھٹاؤں یعنی کالے بادلوں کی طرح سیاہ ہو جائے اگر فقر کی دولت کے ہوتے ہوئے میرے دل میں کسی سنجر کے حاکم کی حکمرانی کے حصول کی خواہش ہو۔ اس لئے کہ جب سے مجھے نیم شب (آدھی رات) کی حکمرانی نصیب ہوئی ہے تب سے میں کسی نیمروز جیسے سینکڑوں ممالک کو ایک جو کے دانہ کی قیمت پر بھی خریدنے کو تیار نہیں۔"

اسی طرح اعلیٰ حضرت کو بھی مدح (قصیدہ) کی فرمائش کے ساتھ ریاست سے جاگیر عنایت کرنے کا مژدہ سنایا تو آپ نے جواب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں ایک مرصع نعت کہی اور مقطع میں کہا

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ نان نہیں

اعلیٰ حضرت نے ملت اسلامیہ کی ہمہ جہت راہنمائی فرمائی۔ آپ نے کانگریسی علماء کے ملت فروش پروگرام کے مضمرات سے مسلمانان ہند کو بروقت آگاہ کیا۔ ملت اسلامیہ کو ہندو غارتگروں اور قزاقوں کی جھولی اور شدت سے اس کی مخالفت کر کے انہیں ہندوؤں کے پرفریب جال میں پھنسنے سے بچا لیا، لیکن ادھر علماء دیوبند کی ہندو نوازی کا یہ حال کہ دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کی صدارت کے لئے درہم و دینار کی

محبت میں اندرا گاندھی کو مدعو کیا۔ یہ عمل اس بات کا غماز ہے کہ ابھی تک ان کے طرز عمل اور فکر و نظر میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

الغرض امام احمد رضا خان کا علمی، روحانی مقام بہت بلند ہے۔ آپ روشنی کے ایسے مینار ہیں جس کی ضیاء پاشیوں سے قلب مومن جگمگا رہا ہے اور یہ کہنا بجا ہے کہ آپ جیسے اسوہ حسنہ کے عامل اور اخلاق بزرگانہ شان کے حامل ادیب، فقیہ، مفتی، مفسر، روحانی فیوض و برکات والی شخصیتیں سالوں نہیں بلکہ صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ماخذ

۱۔ مقیاس وہابیت، از مولانا محمد عمر اچھروی
۲۔ تاریخ وہابیہ، مولانا محمد رمضان قادری
۳۔ تبلیغی جماعت حقائق و معلومات، علامہ ارشد القادری
۴۔ زلزلہ، علامہ ارشد القادری
۵۔ ہمفرے کے اعترافات، شائع کردہ رضا پبلی کیشنز، راولپنڈی
۶۔ شیطان کی آنت، پروفیسر فیاض احمد خان
۷۔ مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان، مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی
۸۔ جماعت اسلامی، علامہ ارشد القادری
۹۔ اعلیٰ حضرت بریلوی، مولانا محمد صابر القادری
۱۰۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ڈاکٹر محمد مسعود احمد
۱۱۔ حیات مولانا احمد رضا خان، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
۱۲۔ العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ
۱۳۔ کلیات اقبال، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال
۱۴۔ انتخاب حدائق بخشش، حضرت رضا بریلوی

نہیں سر کہ سجدہ کناں نہ ہو، نہ زباں کہ زمزمہ خواں نہ ہو
نہ وہ دل کہ اُس پہ تپاں نہ ہو، نہ وہ سینہ جس کو قرار ہے

وہ ہے بھینی بھینی وہاں مہک کہ بسا ہے عرش سے فرش تک
وہ ہے پیاری پیاری وہاں چمک کہ وہاں کی شب بھی نہار ہے

کوئی اور پھول کہاں کھلے، نہ جگہ ہے جوششِ حسن سے
نہ بہار اور پہ رُخ کرے کہ جھپک پلک کی تو خار ہے

امام احمد رضا

مقاصد تعلیم
امام احمد رضا کی نظر میں

سلیم اللہ جندراں
(ہیڈ ماسٹر، گورنمنٹ ہائی اسکول، دھنی کلاں، منڈی بہاؤالدین)

قومی مقاصد تعلیم

۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۹۸ء تک جتنی تعلیمی پالیسیاں اور تعلیمی رپورٹیں پاکستان میں منظرعام پر آئی ہیں ان سب میں مندرجہ ذیل تعلیمی مقاصد معنوی لحاظ سے تقریباً مشترک ہی رہے ہیں۔ بقول ڈاکٹر محمد اقبال چوھدری:

"طلبہ میں سچائی، دیانتداری، عدل، ذمہ داری، بے غرض خدمت، آزادی، خیرخواہی، فیض رسائی، قومی یکجہتی، قرآن و سنت کے مطابق کردار سازی، اخلاقی اور روحانی اقدار، اسلامی سانچہ میں ڈھلی ہوئی ثقافتی اقدار اور معاشرتی انصاف جیسی صفات پیدا کرنا۔

عدم مساوات، جہالت، منافقت، غربت، بیماری، استحصال جیسی برائیوں کے مکمل خاتمے کے لئے قوم کو تیار کرنا۔

نظریہ پاکستان کی پاسداری، روحانی، ذہنی، اخلاقی، جسمانی، جذباتی، اور جمالیاتی ذوق کی ترقی کا اہتمام کرنا، اسلام سے وابستگی کو طلبہ میں راسخ کرنا۔

دستی کام اور محنت کی عظمت کا احساس پیدا کرنا، سائنسی، فنی اور زرعی تعلیم کو عام کرنا۔ مہد سے لحد تک تعلیم مسلسل کو ٹھوس بنیادوں پر استوار کرنا۔ بنیادی تعلیم کو سب کے لئے لازمی قرار دینا وغیرہ۔" (۱۹:۵۸۱-۵۹۰)

دنیا کی ہر مہذب سوسائٹی اپنے نظریہ حیات کے مطابق تعلیمی ڈھانچے مرتب کرتی ہے۔ مقاصد کا تعین اسے پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر شوکت حسین شاہ (۱۹۹۷ء) اپنے مضمون "تحفظ پاکستان اور مقاصد تعلیم" میں لکھتے ہیں:

"پاکستان کی اساس اسلام اور محض اسلام

ہے جو ہمارے نظام تعلیم کا محور ہونا چاہئے۔ تعلیمی مقاصد بھی اسی کے تابع ہوں گے۔ چنانچہ تعلیمی پالیسیاں مرتب کرتے ہوئے اتنا شکر ہے کہ اس حقیقت کو فراموش نہ کیا گیا۔"

(۱۲: ۸۱-۸۸)

تعلیمی مقاصد کے تعین میں قرآن حکیم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماخوذ اقدار یہی سب سے بڑا سرچشمہ ہیں۔ چنانچہ ہمارے نظام تعلیم کی اہم ترین قدر جس کی بنیاد پر ہمیں مقاصد کی تشکیل کرنی ہے وہ رضائے الٰہی عزوجل کا حصول ہے۔

امام احمد رضا خان بریلوی کی نظر میں مقاصد تعلیم

استاد کی کامیابی کا بڑا انحصار اس بات پر ہے کہ اسے مقصد علم کا گہرا شعور حاصل ہو۔ اگر اس کے نزدیک حصول علم کا مقصد محض معاش یا شکم پروری ہے تو اس سے شاید "معیار زندگی" تو بہتر ہو جائے مگر "معیار انسانیت" نہ بڑھ پائے گا۔ مقصد علم اگر رضائے الٰہی کا حصول ہے تو زندگی میں توازن آئے گا۔ امام احمد رضا خان کے نزدیک تعلیم کے اہم مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

خدا شناسی و خدا رسی

فاضل بریلوی حصول تعلیم کا مقصد خدا شناسی اور خدا رسی قرار دیتے ہیں اگر حصول علم کا مدعا و غایت صرف یہ ہو کہ اسے حصول زر کا ذریعہ بنالوں تو آپ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"رزق علم میں نہیں وہ تو رزاق مطلق کے پاس ہے۔ وہ خود بندوں کا کفیل ہے۔" (۲۲:۲)

آپ اس ضمن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک کا حوالہ دیتے ہیں:

"جو شخص علم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو بگاڑ دے گا اور اسے اس کی ایڑیوں پر واپس لوٹا دے گا اور دوزخ کی آگ اس کے زیادہ لائق ہے۔"

ڈاکٹر مشتاق الرحمٰن صدیقی (۱۹۹۸ء) لکھتے ہیں:

"محض معاش کو مقصد بنانے والا استاد شاید کچھ امتحانی معلومات تو طلبہ تک منتقل کرنے میں کامیاب ہو جائے لیکن "فیضان نظر" والی بات نظروں سے یقیناً اوجھل ہو جائے گی۔" (۲۴۸:۱۳)

دین متین کی برتری

امام احمد رضا کے نزدیک تعلیم کا اصل اعظم دین متین کا حصول اور اس پر عمل ہے فرماتے ہیں:

"سب سے زیادہ، سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط

تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا......
اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت
میں گرایا۔" (۱۵۹:۳)

الحاج لعل خان کے نام اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ دنیوی علوم کا حصول اگر اس نیت سے کیا جائے کہ اس سے دین کا مفاد مقصود ہو تو وہی تعلیم دین بن جائے گی۔

چوہدری حمایت علی (۱۸/ جون ۱۹۹۵ء) روزنامہ پاکستان لاہور میں امام احمد رضا کے نظریہ تعلیم کے تحت لکھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک "وہ علوم جن کی تعلیم سے دین فہمی کی خدمت نہ لی جائے وہ یقیناً اس قابل ہیں کہ ان کی تعلیم سے منع کیا جائے۔ دین و دنیا میں مفید علوم کو ہی شامل نصاب کیا جائے۔"(۱۱)

عشق مصطفیٰ ﷺ کا حصول

جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار کرنے سے عوام الناس کے قلوب و اذہان منور ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کے دلوں میں باہم محبت، مودت اور اخوت جنم لیتی ہے جو ایک صالح معاشرہ کی تشکیل میں حد سے زیادہ معاون ثابت ہوتی ہے۔

امام احمد رضا کا سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ آپ نے لوگوں کے دلوں میں جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ و تاباں کیا۔ آپ کے نزدیک زندگی کے تمام امور خواہ وہ سند افتاد درس و تدریس یا مقامات سیاسیات و معاملات معیشت و معاشرت ہوں یہ جذبہ ہی رہنما ہونا چاہئے۔ ڈاکٹر نذیر احمد مغل وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی جام شورو (۱۹۹۸ء) امام احمد رضا کانفرنس کے نام پیغام میں رقم طراز ہیں:

"حضرت امام احمد رضا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس قدر سرشار تھے کہ ان کی رگ و پے سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو آتی تھی ان کی نشست و برخاست، محور گفتگو، کلام کا رنگ اور فکر و خیال کا مرکز صرف اور صرف ذات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔" (۲۷:۲۳)

پروفیسر ڈاکٹر محمد عاشق خان درانی وائس چانسلر بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان مجلّہ امام احمد رضا (۱۹۹۸ء) میں تحریر فرماتے ہیں:

"تحریک سرسید نے جس تعقل پرستی کو عام کیا احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی تحریک نے اس کے بالمقابل دلوں کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گرمایا۔ اس جذب سے سوز یقین پیدا کیا۔ عالم اسلام کے لئے اتحاد کی خاطر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی جذبہ محرک بنایا جا سکتا ہے۔" (۲۸:۲۲)

فاضل بریلوی اسی والہانہ عشق کا فروغ طلبہ

کے اندر بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (۱۹۹۶ء) لکھتے ہیں:

"فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ بھی بلبل شیراز اور شاعر مشرق کی طرح مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا کا مرد قلندر ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ سعدی اور اقبال کی شاعری میں نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے مگر فاضل بریلوی کی شاعری نعت سے ہی عبارت ہے۔ ان کی نوک زبان و قلم صرف نعت مصطفیٰ علیہ **الصلواۃ** والثناء سے ہی آشنا ہے۔ ان کی شاعر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے"

عصمت انبیاء علیہم السلام

امام احمد رضا خان کے نظریہ تعلیم میں شان الوہیت اور شان رسالت کے بعد عصمت انبیاء علیہم السلام کی تعلیم بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ عبدالستار طاہر (۱۹۸۹ء) لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے ترجمہ قرآن "کنزالایمان" میں اس حوالہ سے کہیں بھی لغزش کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ (۱۳۰:۱۴)

عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روشناسی

آپ فرماتے ہیں "تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں سے کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرات میں خوص ممنوع۔ حدیث پاک میں راشاد ہے **اذ ذکر اصحابی فامسکوا** (۵۱:۴)

پیشہ ورانہ تعلیم

فرماتے ہیں "تاجر تجارت' مزارع زراعت' اجیر اجارے غرض ہر شخص جس حالت میں ہے اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہونا فرض عین ہے۔" (۱۳۳:۴)

علوم قدیمہ و جدیدہ برائے تفہیم دین

"تمام علوم خواہ وہ قدیمہ ہوں یا جدیدہ ان کا مقصد دین کا فہم حاصل کرنا ہو۔ قرآن و حدیث و تفسیر سے دین فہمی کا مفہوم تو ظاہر ہے اسی طرح طبیعیات و ارضیات سے پانی اور مٹی کی ماہیت و کیفیت اور احوال معلوم کئے جائیں تاکہ بدن' لباس' جاء سجدہ کی طہارت کے مسائل فقیہہ معلوم ہو سکیں۔ علم ریاضی سے فرائض میراث اور پانی کی قلت و کثرت کے مسائل کا استخراج ہو سکے۔ علم توقیت کو نماز' روزہ' حج وغیرہ کے اوقات متعین کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔ علم مناظر و مرایا سے رویت ہلال اور علم کیمیا سے اشیاء کی قلب ماہیت وغیرہ کی پہچان کی جائے۔" (۶۳:۲۰)

تعلیم برائے فلاح مسلمین

لکھتے ہیں "علم ہئیات' ہندسہ' زیج' لوگارثمات اور فنون ریاضی میں میری مشغولیت

حصول مہارت کے لئے نہیں بلکہ محض تفریح طبع کے طور پر ہوا کرتی ہے ہاں بعض دفعہ روزہ اور نماز کے اوقات کی تحدید کے لئے اور مسلمانوں کے فائدہ کی خاطر نظام الاوقات مرتب کرنے کے لئے فنون مذکورہ کی جانب باالقصد متوجہ ہوتا ہوں۔" (۳۱:۵)

مثلاً" فلاح مسلمین کے لئے آپ نے علوم ہندستہ کو استعمال کرتے ہوئے شہر علی گڑھ کا قبلہ نکالا تھا اور اس کی سمت کا تعین فرمایا تھا۔

للّٰہیت

امام صاحب (۱۳۳۸ھ) نے اپنے تمام متوسلین و وابستگان کو یہ نصیحت کر رکھی تھی کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار' اشاعت دین و حمایت سنت میں جلب منفعت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصتاً" لوجہ اللہ ہو۔" (۹:۱)

علمی وقار اور خودداری

تعلیمی و تدریسی عمل میں علمی وقار اور خودداری نہایت ضروری ہیں۔ امام احمد رضا کی معاشی حالت قابل رشک نہ تھی ایک دفعہ آپ سے کسی نے کہا کہ ریاست نان پارہ کے نواب کا قصیدہ لکھیں وہ بہت انعام سے نوازے گا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ نان نہیں
(حدائق بخشش)

کیف و سکون

تحصیل علم سے سکون و وقار اور مہابت و محبت کا سماں پیدا ہونا چاہئے۔ اس ضمن میں اعلیٰ حضرت ایک حدیث پاک کا حوالہ دیتے ہیں "علم سیکھو اور علم کے لئے وقار و سکون سیکھو اور جس استاد سے تم نے علم سیکھا اس کے سامنے تواضع اختیار کرو۔" (۲۱:۶)

علم و عمل دونوں کا وجوب

تزکیہ نفس اور تطہیر باطن کے لئے آپ علم و عمل دونوں کا وجوب اور اجتماع لازمی قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں:

"بغیر علم کے صرف عمل تصوف زندقہ و گمراہی ہو جاتا ہے اور عمل کے بغیر صرف علم خالی مشکہ کے مشابہ ہے جس میں کچھ بھی نہیں۔ ایسے لوگوں کو صوفی نہیں بلکہ متصوف کہا جاتا ہے یعنی بہ تکلف صوفی بننے والا۔" (۵۰:۱۸)

طلباء کیلئے عملی جہاد کی تربیت

باپ پر عائد خاص پسر کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ باپ بیٹے کو "لکھنا پیرنا' سپہ گری سکھائے' سورۃ المائدہ کی تعلیم

دے۔"

تعلیم نسواں

باپ پر جو فرائض اولاد کی تعلیم سے متعلق ہیں ان کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "..... اسے سینا، پرونا، کاتنا، کھانا پکانا سکائے، سورہ نور کی تعلیم دے۔"

"دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے...... ریا پردہ اس میں استاد و غیر استاد، عالم و غیرعالم، پر سب برابر ہیں۔" (۲۰:۱۱۲)

فلسفہ تعلیم سے لازمی واقفیت

کسی خاص فلسفہ یا مقصد کے بغیر تعلیم سراسر توضیع اوقات ہے۔ فرماتے ہیں "وہ بے سود و تضیع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین، دنیا میں بھی نہیں پڑتا صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے ایں و آں و مہملات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں؟ اور ہمارا دین کیا.....؟" (۷:۹۳)

تعلیم میں سائنس کی اہمیت

سائنس کی تعلیم کو امام احمد رضا خان طلبہ کے لئے نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی (۱۹۹۸ء) لکھتے ہیں:

"علم الکیمیا سے علم الادویہ اور شماریات سے ارضیات اور جغرافیہ سے معاشیات تک ایک طویل اور وسیع سلسلہ ہے جس کی ایک ایک کڑی فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ نے اپنے ہاتھ سے سنواری ہے۔" (۱۷:۸۰)

ڈاکٹر عبدالقدیر خان (۲۴؍ مئی ۱۹۹۸ء) لکھتے ہیں:

"آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک اہم پہلو سائنس سے شناسائی بھی ہے۔ سورج کو حرکت پذیر اور محوگردش ثابت کرنے کے ضمن میں آپ کے دلائل بڑے اہمیت کے حامل ہیں۔" (۲۱:۱۵)

امام احمد رضا خان بیک وقت مفتی، مفسر، محدث، محقق، فلسفی، سائنس دان، ہیئت داں، ماہر علوم فلکیات و جفر اور طب و ریاضی تھے۔ ان کی تعلیم یہ تھی کہ قوم کے ہونہار بھی محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاجوئی اور دین فہمی کی نیت سے ان تمام علوم کو حاصل کریں۔

امام احمد رضا خان طلبہ و اساتذہ میں سائنسی مہارتوں کی کمی پر بہت افسوس فرماتے ہیں۔ خود لکھتے ہیں:

"اوقات صحیح نکالنے کا فن جسے علم توقیت کہتے ہیں ہندوستان کے طلبہ تو طلبہ اکثر علماء اس سے غافل ہیں نہ وہ درس میں رکھا گیا ہے نہ ہئیات کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے۔"

(بحوالہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۸ء)
(ناشر۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)

ملی تشخص کا احیاء

محدث بریلوی کے تعلیمی افکار میں مسلم تشخص کے احیاء کا نظریہ بڑا واضح ہے۔ آپ روز اول سے دو قومی نظریہ کے علمبردار رہے اور آخر عمر تک اس کے لئے کوشاں رہے۔ اپنی تقاریر و تصانیف کے ذریعے عوام میں بھی اسلامی تشخص و انفرادیت کے تصور کو نمایاں طور پر اجاگر کرتے رہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"انگریز ہندو سے بدتر اور ہندو انگریز سے بدتر ہے۔ غیر مسلم چاہے انگیز ہوں یا ہندو یا کوئی اور عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیرخواہ نہیں ہو سکتے۔"

بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں برصغیر میں تشکیل پانے والے ہندو مسلم اتحاد کو مسلمانوں کے ملی تشخص کی تباہی کا پیش خیمہ قرار دیا۔ آپ نے مسلمانوں کو باور کرایا کہ وہ کسی ہندو کو قائد بنانے کی بجائے اپنی الگ تنظیم قائم کریں۔ پنجاب یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر شیخ امتیاز علی رقمطراز ہیں:

"جنگ عظیم اول کے بعد ملکی سیاست کے ہنگامہ خیز دور میں "ترک موالات" اور "تحریک ہجرت" کے خلاف مولانا احمد رضا خان کے فتوے نیز "متحدہ قومیت" کے بارے میں ان کے بیانات ان کی سیاسی بصیرت کا ثبوت ہیں۔" (۱۰:۱۵۳)

معاشرتی بدعات و منکرات کے خلاف جہاد کی ترغیب

امام احمد رضا خان تعلیم کی اصل اعظم دین متین کی برتری قرار دیتے ہیں۔ تعمیر کردار و سیرت اور اسلامی معاشرے کا قیام ان کی تعلیمات کا بنیادی مقصود ہے۔ آپ طلبہ میں معاشرہ میں پھیلی ہوئی بدعات و منکرات کے خلاف جذبہ جہاد اجاگر کرنا چاہتے ہیں۔

آپ نے عرس کے موقع پر مردوں عورتوں کا اختلاط حرام قرار دیا۔ طواف کرنے سے منع فرمایا اور سجدہ کو قطعی حرام لکھا۔ رسم کے طور پر صالحین کی قبروں پر چادروں کا لامتناہی سلسلہ کو فضول بتایا اور فرمایا جو دام اس میں خرچ کرتے ہو وہ ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں۔ میت کے گھر دعوت میت پر عدم جواز کا فتویٰ دیا۔ فاتحہ کی چیز کو ہر حال میں سامنے رکھ کر ہی فاتحہ پڑھنے کو شریعت مطہرہ پر افتراء قرار دیا۔ بچوں کے سر پر اولیاء اللہ کے نام کی چوٹی کو ناجائز کہا۔ عورتوں کے لئے پیروں سے پردہ واجب لکھا جبکہ محرم نہ ہو۔ مخلوط تعلیمی اداروں کی آپ نے زبردست مخالفت کی۔ شریعت

و طریقت کی الگ الگ تقسیم سے منع فرمایا۔

فروعی اختلافات میں الجھاؤ سے گریز

فاضل بریلوی اپنی تعلیمات و افکار کے ذریعے امت مسلمہ کو فروعی اختلافات میں الجھنے اور باہم دست و گریباں ہونے سے بچنے کا درس دیتے ہیں۔ ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی "ملفوظات حصہ اول" کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"ایک روز ایک ندوی مولوی صاحب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے' جناب! میں ایک ضروری بات کے لئے حاضر ہوا ہوں وہ یہ کہ کسی کو برا نہیں کہنا چاہئے اس لئے کہ صائب نے کہا ہے

ذہن خویش بد شنام میالا صائب
کیں ز قلب بہر کس کہ وہی باز دہد

اعلیٰ حضرت نے فرمایا' آپ نے بجا فرمایا۔ جہاں اختلافات فرعیہ ہوں جیسے باہم حنفیہ و شافعیہ وغیرہما' وہاں ہرگز ایک دوسرے کو برا کہنا جائز نہیں اور فحش و دشنام جس سے ذہن آلودہ ہو وہ کسی کو بھی نہ چاہئے۔" (۱۶)

کفرو منافقت سے قطعی ترک تعلق

امام احمد رضا خان جہاں امت مسلمہ کو باہم اتحاد و اتفاق اور یگانگت کا درس دیتے ہیں۔ باہم فروعی اختلافات پر لڑنے جھگڑے سے سختی سے روکتے ہیں وہاں آپ کفار اور منافقین کے ساتھ مسمانوں کی دوستی کو بالکل روا نہیں سمجھتے۔ اگرچہ صدر اسلام میں منافق لوگ مسلمانوں میں گھلے ملے رہے۔ ساتھ نماز پڑھتے رہے۔ مجالس میں شریک رہے مگر اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے واضح ارشاد فرما دیا تھا:

و ما كان الله ليذرا المومنين على ما انتم عليه حتى يميز الخبيث من الطيب

"اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کروے گندے کو ستھرے سے" (۱۷۹:۸)

مزید فرمایا گیا :

يا ا يها النبى جاهدا لكفار والمنافقين وا غلظ عليهم

"اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر شدت کرو' سختی کرو۔"

اعلیٰ حضرت کے ان ملفوظات سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی لکھتے ہیں' اسلام کی منشا یہ ہے کہ وہ کھرے کو کھوٹے سے الگ کر دکھائے۔ حق اور باطل کی آمیزش نہ ہو' امام احمد رضا خان ہمیشہ اس موقف پر ڈٹے رہے۔ ۲۰ویں صدی کے ابتدائی ربع میں متحدہ قومیت کے مسئلہ پر آپ کا اکثریتی علماء سے یہی اختلاف تھا کہ ہندوؤں اور انگریزوں دونوں کی قیادت و

معاونت یا اشتراک سے کام کرنے کی بجائے مسلمان الگ اپنے پلیٹ فارم سے، اپنی مسلم قیادت کے تحت جدوجہد آزادی کے لئے رواں دواں ہوں۔ غیر مسلم، یہودی و عیسائی کبھی بھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔

قدرت الٰہیہ پر یقین کامل

امام احمد رضا طلبہ کو قدرت الٰہیہ پر یقین کامل کے جذبہ سے سرشار دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ طلسمات، نجوم پرستی، اوہام پرستی کے خود بھی قائل نہیں اور طلبہ کو بھی اس سے روکتے ہیں۔

"حیات اعلیٰ حضرت" میں ہے ایک روز مولوی محمد حسین صاحب موجد طلسمی پریس کے والد ماجد ماہر علوم نجوم نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنا کر امام احمد رضا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ اس ماہ پانی نہیں ہے آئندہ ماہ ہوگا۔ یہ دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا اللہ کو سب قدرت ہے چاہے تو آج بارش ہو۔ میں ستاروں کے ساتھ ستاروں کے واضع اور آس کی قدرت بھی دیکھ رہا ہوں۔ سامنے وال کلاک لگا ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے ان سے وقت پوچھا وہ بولے سوا گیارہ بجے ہیں۔ فرمایا بارہ بجنے میں کتنی دیر باقی ہے بولے پون گھنٹہ۔ آپ اٹھے اور بڑی سوئی کو گھما دیا فوراً" ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ فرما رہے تھے ٹھیک پون گھنٹہ بارہ بجنے میں ہے۔ وہ بولے کہ آپ نے اس کی سوئی کھسکائی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ رب العزت جل جلالہ قادر مطلق ہے جس ستارے کو جس وقت چاہے جہاں چاہے پہنچا دے۔ اتنا زبان سے نکلنا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگھور گھٹا آگئی اور پانی برسنے لگا۔"(۱۶)

فلسفی رکھتا ہے ان اسباب پر اپنی نظر
اور مومن کی نظر ہے خالق اسباب پر

امام احمد رضا خان کے مقاصد تعلیم پر حکیم محمد سعید کا تبصرہ

بانی مدینتہ الحکمت، ہمدرد یونیورسٹی، حکیم محمد سعید (۱۵ر محرم الحرام، ۱۴۱۸ھ) اپنے ایک خط حوالہ نمبر ذ/ب /۹۸ /۱۳۲۵۰ بنام ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی میں رقم طراز ہیں :

"فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان کا مقصد حیات علم و حکمت کا فروغ تھا۔ ان کے افکار میں رفعت تھی۔ عقائد کی صحت پر کامل اور غیر متزلزل ایمان و ایقان ان کا وہ ممتاز وصف تھا جو ان کے دعوت و تبلیغ کے ہر گوشے خاص کر تبلیغی مساعی میں نمایاں اور روشن ہوتا تھا۔ علم و حکمت کے مختلف موضوعات پر ان کی صدہا تصانیف سے ان کی انفرادیت نمایاں ہے۔" (۳۰:۲۱)

مقاصد صحیحہ سے عاری تعلیم پر امام احمد رضا کا اظہار خیال

کسی بھی کام، منصوبہ، سرگرمی، تحریک، تنظیم، تعلیم، تدریس میں کامیابی کے حصول کے لئے سب سے پہلے اس کے مقاصد کا تعین اور وہ بھی ہر لحاظ سے موزوں (appropriate)، مکمل (complete)، درست (sound)، قابل عمل اور قابل حصول (feasible) مقاصد کا تعین لازمی ہے۔ مقاصد صحیحہ سے عاری تعلیم سراسر بے سود ہوتی ہے اور ترقی کی بجائے زوال کا سبب بنتی ہے۔

امام احمد رضا خان (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) ایسی تعلیم کی ناگفتہ بہ حالت کا یوں ذکر کرتے ہیں:

"تعلیم کا حال ناگفتہ بہ ہے۔ انٹرینس پاس کو رزاق مطلق سمجھا جاتا ہے۔ وہاں نوکری میں عمر کی شرط، پاس کی شرط، پھر پڑھائی وہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے نہ اس نوکری میں اس کی حاجت پڑے۔ ابتدائی عمر کہ تعلیم کا زمانہ ہے یوں گنوائی اب پاس ہونے سے جھگڑا ہے۔ تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر لپٹے چلے جاتے ہیں۔ اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کئے جاتے ہیں۔ پھر تقدیر سے پاس بھی مل گیا تو اب نوکری کا پتہ نہیں اور ملی بھی تو صریح ذلت کی اور رفتہ رفتہ دنیاوی عزت بھی پالی تو عندالشرح ہزار ذلت کیئے پھر علم دین سیکھنے اور دین حاصل کرنے اور نیک و بد میں تمیز کرنے کا وقت کون سا آئے گا۔

لاجرم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں۔ اپنے باپ دادا کو جنگلی، وحشی، بے تمیز، گنوار، نالائق، بے ہودہ، احمق، بے خرد جاننے لگتے ہیں بغرض غلط اگر ترقی بھی ہوئی تو نہ ہونے سے کروڑ درجے بدتر ہوئی۔

کیا تم علم دین سے غفلتیں ترک کرو گے؟

فھل انتم منتھون۔" (۱۶۱:۹)

حوالہ جات

☆ القرآن والحدیث

۱۔ الرضا شمارہ بریلی، ربیع الآخر، جمادی الاول ۱۳۳۸ھ، ص ۹

۲۔ امام احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص ۲۲، مطبوعہ بیسلپور (انڈیا)

۳۔ امام احمد رضا خان، مکتوب بنام لعل خان کلکتہ محررہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ، مشمولہ حیات صدرالافاضل مطبوعہ لاہور، ص ۱۵۹

۴۔ امام احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص ۱۵۱-۱۳۳، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۸ء

۵۔ امام احمد رضا خان، الاجازۃ المتینتہ العلماء وبکتہ والمدینہ، ص ۳۱، مشمول رسائل رضویہ جلد دوم مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۸۶ء

۶۔ امام احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص ۲۱،

بیسلپور (بھارت)
۷۔ امام احمد رضا خان، المحجتہ الموتمنہ فی آیات الممتحنہ بشمول رسائل رضویہ جلد دوم، مکتبہ حامدیہ لاہور، ص:۹۳
۸۔ امام احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص:۱۷۹، بیسلپور (بھارت)
۹۔ امام احمد رضا خان، مکتوب بنام الحاج لعل خان محررہ صفر ۱۳۳۹ھ، مشمولہ حیات صدرالافاضل، مولفہ سید غلام معین الدین نعیمی، مطبوعہ لاہور، بار دوم ص:۱۶۱
۱۰۔ امتیاز علی، شیخ، دو قومی نظریہ اور سنی علماء و مشائخ، تحریک پاکستان نمبر، ماہنامہ "کنزالایمان" مرتبہ زین العابدین ڈیروی، ص ۱۵۳، اگست ۱۹۹۵ء، لاہور
۱۱۔ حمایت علی چوہدری، امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم، روزنامہ پاکستان، ۱۸ر جون ۱۹۹۵ء، لاہور
۱۲۔ شوکت حسن شاہ، ڈاکٹر، "تحفظ پاکستان اور مقاصد تعلیم" ص ۸۱۔۸۸، تربیت اساتذہ، مولفہ ڈاکٹر ابراہیم خالد، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اسلام آباد (۱۹۹۷ء)
۱۳۔ صدیقی، مشتاق الرحمٰن، ڈاکٹر/ پروفیسر، تعلیم و تدریس، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن ، اسلام آباد، ص ۲۴۸، ۱۹۹۸ء
۱۴۔ عبدالستار طاہر، معارف رضا ۱۹۸۹ء ، ص ۱۳۰، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۱۵۔ عبدالقدیر خان، ڈاکٹر، پیغام بنام امام احمد رضا کانفرنس محررہ ۲۴ مئی ۱۹۹۸ء، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۸ء، ص ۲۱، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی
۱۶۔ کوٹلوی، ابوالنور محمد بشیر، سنی علماء کی حکایات، فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور
۱۷۔ گیلانی، صاحبزادہ خورشید احمد، "ایک نابغہ عصر" مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۸ء، ص ۸۰، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۱۸۔ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۶ء، امام احمد رضا اور تصوف، ص ۵۰، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۱۹۔ محمد اقبال، ڈاکٹر چوہدری، قومی تعلیمی مقاصد اور نظام امتحانات، ص ۵۸۱۔۵۹۰، تربیت اساتذہ مولفہ ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن اسلام آباد (۱۹۹۷ء)
۲۰۔ محمد جلال الدین قادری، امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم، ص ۶۳۔۱۱۲، رضا دارالاشاعت لاہور
۲۱۔ محمد سعید ، حکیم، مکتوب بنام صدر ادارہ بحوالہ نمبرز/ ت / ۹۸/ ۱۳۲۵۰/ ۱۵ر محرام الحرام ۱۴۱۸ھ، ص ۳۰، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۸ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۲۲۔ محمد عاشق خان درانی، ڈاکٹر / پروفیسر، پیغام بنام امام احمد رضا کانفرنس، محررہ ۳ر جون ۱۹۹۷ء، ص ۲۸، مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۸ء، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۲۳۔ نذیر احمد مغل، ڈاکٹر، مکتوب / پیغام مشمول مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۸ء، ص ۲۷، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

امام احمد رضا کا درس ادب

شیخ الحدیث علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی
(بانی و شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ رضویہ، بہاولپور)

مشہور مقولہ ہے، لآداب الاسلام کلہ، اسلام سارے کا سارا ادب ہی ہے گویا جس میں ادب نہیں، اس میں اسلام نہیں ایسے ہی جس کے ہاتھ جتنا ادب ہو گا اتنا ہی اس کے پاس اسلام ہو گا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا اوڑھنا بچھونا ادب ہی ادب ہے۔ بچپن سے لے کر وصال تک ادب کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا اس کا اعتراف آپ کے دشمنوں کو بھی تھا۔

الفضل ماشہدت بہ الاعداء

فقیر اس مقالہ میں آپکے حالات زندگی سے چند اقتباسات اور آپ کی تحریر کے چند نمونے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی حیات سر تاپا ادب اور عشق سے تعبیر تھی۔

آداب الٰہی

ترجمہ تسمیہ

"اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ہے" اس میں سبق دیا کہ ابتداء اللہ ہی کے نام سے ہو اور یہی مقصود انسان ہے دوسرے مترجمین کا حال سب کو معلوم ہے۔

اعداد تسمیہ

بسم اللہ شریف کے اعداد ۷۸۶ ہیں اور عام طور پر لوگ پہلے ۷ پھر ۸ اور ۶ لکھتے ہیں لیکن امام احمد رضا پہلے ۶ پھر ۸ اور پھر ۷ لکھتے گویا اعداد کو بھی دائیں طرف سے شروع فرماتے تاکہ بسم اللہ شریف کو الٹا لکھنے کی گستاخی کا ارتکاب نہ ہو۔

اللہ تعالٰی کو "میاں" نہ کہو

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمتہ، اللہ رب العزت کے اسم مقدس کے نام کے ساتھ لفظ "میاں" کا استعمال ناجائز قرار دیتے تھے کیونکہ "میاں" خاوند کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔اس کے علاوہ میاں صاحب، میاں جی بزرگ و معزز آدمی کو بھی کہا جاتا ہے اور "میاں" ایک ذات بھی ہے اس لئے اہل سنت کی

تمام مستند کتب فقہ میں اس لفظ کے استعمال کی ممانعت ہمراہ اسم گرامی رب ذوالجلال ناجائز قرار دی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ اللہ کریم،اللہ رب العزت، اللہ جل شانہ اور دیگر صفاتی ناموں کا استعمال کرنا چاہیے۔

ہمارے ہاں یہ بات عام ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ لفظ "میاں" بولا اور لکھا جانے لگا ہے اور گھروں میں چھوٹے بچوں کو یہی پڑھایا جاتا ہے مگر ایسے الفاظ جو عام لوگوں کے لئے بھی استعمال ہوں اللہ کریم کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔افسوس تو یہ ہے کہ پڑھے لکھے بلکہ خود کو علماء کہلوانے والے بھی اس بیماری میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ ٹھٹھا مخول سے منزہ ہے

قرآن مجید میں جہاں بھی استہزاء کے آیات مبارکہ وارد ہیں اکثر مترجمین اللہ تعالیٰ کیلئے مخول ودیگر بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں امام احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ نے ادب کو مدنظر رکھ کر ترجمہ کیا اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا کہ اس کی شان ہے لائق ہے۔

اللہ تعالیٰ مکر اور چال سے منزہ ہے

قرآن مجید میں جہاں لفظ مکر کی نسبت اللہ کی طرف ہوئی ہے امام احمد رضا قدس سرہ نے خفیہ تدبیر کا معنی کیا ہے دوسرے مترجمین کی بے ادبی گستاخی سب کو معلوم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ابدی

جن آیات سے معتزلہ نے علم الٰہی کے متعلق ٹھوکر کھائی ان آیات کا ترجمہ دوسرے مترجمین نے وہی کر ڈالا جس سے معتزلہ کی تائید اور علم الٰہی کی تنقیص اور تحقیر کا پہلو نکلتا ہے۔امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ایسے طریقہ سے ترجمہ کیا کہ معتزلہ کی تردید اور اہلسنت کے مذہب کی تائید اور علم الٰہی کی تحسین کا پہلو نمایاں ہے فقیر نے صرف بطور نمونہ مختصر اشارے لکھ دیئے ہیں۔ (تفصیل محاسن کنزالایمان میں پڑھیے)

الوہیت کی بلند شان

اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ کنزالایمان میں اللہ رب العزت کی طرف سے نبوی خطاب کے لئے لفظ" تم" استعمال کیا ہے یہ اللہ کی ذات کا ادب ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ ہے اور ہمیشہ اعلیٰ کا خطاب اپنے سے کم مرتبہ کو" تم" کے لفظ سے ہوتا ہے اور لفظ آپ ادنیٰ، اعلیٰ کو کہتا ہے اعلیٰ حضرت نے فرق رتبہ کے پیش نظر تم لکھا ہے دوسرے لوگوں نے آپ لکھا ہے انہیں فرق رتبہ کا خیال و تصور نہ رہا آج بھی لوگ اس پر حیران ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے آپ کیوں نہ استعمال کیا۔

امام الانبیاء علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام

حضور سرور عالم ﷺ کے ادب و عشق کی علامت اپنے دور میں امام احمد رضا بریلوی ہی تھے۔سب سے پہلے فقیر آپ کے مخالفین کی تصریحات پیش کرتا ہے۔

مولانا کوثر نیازی نے اپنے مقالہ میں بیان کیا کہ میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی شیخ الحدیث حضرت مولانا مولوی محمد ادریس کاندھلوی سے لیا ہے کبھی کبھی اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے مولوی صاحب (اور یہ مولوی صاحب ان مولوی ادریس

کاندھلوی) کا تکیہ کلام تھا۔ مولانا احمد رضا محدث بریلوی کی بخشش انہی فتووں کے سبب ہو جائیگی اللہ تعالی فرمائیگا احمد رضا خان بریلوی تمہیں ہمارے رسول ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں پر بھی تم نے کفر کا فتوی لگا دیا جاؤ اسی ایک عمل سے ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔

مولوی اشرف علی تھانوی جو امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے سب سے بڑے حریف سمجھے جاتے تھے۔ وہ بھی آپ کے وصال کا سن کر کہہ اٹھے کہ مولانا احمد رضا خان نے ہم پر کفر کے فتوے اس لئے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم نے توہین رسول ﷺ کی ہے اگر وہ یہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتوی نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے۔ (۱)

مولوی مرتضی حسن دربھنگوی صاحب جن کو مخالفین نے صرف اور صرف اعلی حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی تردید کے لئے رسائل لکھوانے اور چھپوانے پر مقرر کر رکھا تھا۔ وہ بھی اپنے رسالے اشد العذاب میں اشرف علی تھانوی صاحب کے حوالے سے یہی قول نقل کرتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا اپنا دعوی

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کو پیغمبر اسلام ﷺ سے اتنی محبت تھی کہ ایک دن انہوں نے کہا کہ اگر کوئی میرے دل کے دو ٹکڑے کرے تو وہ دیکھے گا کہ ایک پر لا الہ الا اللہ لکھا ہوا ہے اور دوسرے پر محمد رسول اللہ ﷺ۔ (۲)

یاد الہی اور ذکر رسول ﷺ میں استغراق

امام احمد رضا قدس سرہ نے ساری زندگی کوئی بھی صبح ایسی آغاز نہ کی جو نام الہی سے شروع نہ ہوتی ہو اور کسی بھی دن کی آخری تحریر درود شریف کے سوا کسی اور لفظ پر ختم نہیں فرمائی سب سے آخری تحریر ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ یوم جمعتہ المبارک کو وصال سے چند لمحے پیشتر سپرد قلم کی وہ یہ تھی:

صلی اللہ علی سیدنا ومولانا

محمد وآلہ صحبہ وسلم اجمعین (۳)

سید عالم ﷺ کے اسم گرامی کا احترام

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کا مسلک یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے اسم گرامی کی کتابت میں بھی درود و سلام کا وہی اہتمام ہونا چاہیئے جو زبان سے ادائیگی میں ہوتا ہے، چنانچہ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جگہ صلعم لکھا ہوا ہے اور یہ سخت ناجائز ہے یہ بلا عوام تو عوام چودھویں صدی کے بڑے بڑے اکابر و فحول کہلانے والوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی صلعم لکھتا ہے تو کوئی صللم کوئی فقط ص کوئی علیہ الصلوۃ والسلام کے بدلے عم یہ ع۔م ایک ذرہ سیاہی یا انگلی بھر کاغذ یا ایک سیکنڈ وقت بچانے کے لئے کیسی کیسی عظیم برکات سے دور پڑتے اور محرومی و بے نصیبی کا ڈانڈا پکڑتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلا وہ شخص جس نے درود شریف ایسا اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا علامہ سید طحطاوی رحمتہ اللہ علیہ حاشیہ در مختار میں

فرماتے ہیں فتاوی تاتارخانیہ سے منقول ہے۔

من کتب علیه السلامُ الھزۃ والمیمی یکفونه تحفیف وتخفیف الانبیأ کفر

یعنی کسی نبی کے نام پاک کے ساتھ درود یا سلام کا ایسا اختصار لکھنے والا کافر ہو جاتا ہے کہ یہ ہلکا کرنا ہوا اور معاملہ شان انبیاء سے متعلق ہے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی شان کا ہلکا کرنا ضرور کفر ہے شک نہیں کہ اگر معاذاللہ قصداً شان استخفاف ہو تو قطعاً کفر ہے حکم مذکورہ اسی صورت کیلئے ہے یہ لوگ صرف کسل کاہلی نادانی جاہلی سے ایسا کرتے ہیں۔ تو اس حکم کے مستحق نہیں مگر بے برکتی بیدولتی کم بختی زبون قسمتی میں شک نہیں۔

قلم بھی ایک زبان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ مہمل بے معنی صلعم لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ دورد شریف کے بدلے یوں ہی کچھ الم غلم بکنا، اللہ عزوجل فرماتا ہے

فبذل الذین ظلموا قولا غیر الذی قبل لھم فانزلنا علی الذین ظلموا جزامن اسماء بما کانوا یفسقون

جس بات کا حکم ہوا تھا ظالموں نے اسے بدل کر اور کچھ کر لیا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کے فسق کا۔ وہاں بنی اسرائیل کو فرمایا گیا تھا۔

قولوا حطۃ یوں کہو کہ ہمارے گناہ اترے انہوں نے کہا۔ حطۃ یہ لفظ بامعنی تو تھا اور اب بھی ایک نعمت الٰہی کا ذکر تھا، یہاں حکم یہ ہوا ہے۔

یاایھاالذین امنوا صلو علیه وسلمو تسلیما

اے ایمان والوں اپنے نبی پر درود اور خوب سلام بھیجو

اللھم صل وسلم وبارک علیه وعلی آله وصحبه ابدا

اور یہ حکم وجوبا خواہ استحبابا ہر نام اقدس سننے یا زبان سے لینے یا قلم سے لکھنے پر ہے۔ تحریر میں اس کی بجا آوری نام اقدس کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنے میں تھی اسے بدل کر ص۔ ع ۔م کر لیا جو کچھ معنی ہی نہیں رکھتا کیا اس پر نزول عذاب کا خوف نہیں کرتے والعیاذ باللہ رب العالمین یہ تو محل دورد ہے جسکی عظمت اس حد پر ہے کہ اسکی شخصیت میں پہلو کفر موجود اس سے اتر کر صحابہ و اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے اسمائے طیبہ کے ساتھ رضی اللہ عنہ کی جگہ رض لکھنے کو علماء کرام نے مکروہ باعث محرومی بتایا سید علامہ طحطاوی فرماتے ہیں۔

بکرہ الرھذ بالترضی بالکتابه بل یکتب ذالک کاله بکماله

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ

ومن اغفل ھذا حرام خیرا عظیما وفوت فضلا جسیما

جو اس سے غافل ہوا خیر سے غافل ہوا خیر عظیم سے محروم رہا اور بڑا فضل اس سے فوت ہوا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ یوں ہی قدس سرہ یا رحمتہ اللہ تعالیٰ کی جگہ ق یا رح لکھنا حماقت و حرمان برکت ہے ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ توفیق رفیق عطا فرمائے۔ (آمین) (۴)

نوٹ:۔ (فقیر اویسی کا اس موضوع پر مستقل رسالہ بعنوان کراہیت صلعم ہے)

آداب حدیث پاک

ہم جس طرح اسلاف صالحین سے آداب حدیث شریف کے متعلق پڑھتے سنتے آرہے ہیں امام احمد رضا خاں قدس سرہ اس کی تفسیر تھے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

1) آپ درس حدیث بحالت قیام دیا کرتے۔

2) احادیث کریمہ بغیر وضو کے نہ چھوتے اور نہ پڑھایا کرتے۔

3) کتب احادیث پر کوئی دوسری کتاب نہ رکھتے۔

4 حدیث کی ترجمانی فرماتے ہوئے کوئی شخص درمیان حدیث اگر بات کاٹنے کی کوشش کرتا تو آپ سخت ناراض ہوجاتے۔ یہاں تک کہ جوش سے چہرہ مبارک سرخ ہوجاتا۔

5) حدیث پڑھاتے وقت دوسرے پاؤں کو زانو پر رکھ کر بیٹھ جانے کو ناپسند فرماتے کہ یہ بت پرستی کا طریقہ ہے ویسے عام طور بھی ایسے بیٹھنا ناپسندیدہ فعل ہے۔ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ کا سینہ عشق رسالت ﷺ کی سرشاریوں سے لبریز تھا اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے نگاہیں شاد کام ہوتیں، یادرس حدیث دیتے تو اس وقت ان کی وارفتگی کا عالم دیدنی ہوتا اور فیضان محمدی ﷺ کی موسلادھار بارش میں ان کا سارا وجود بھیگ جاتا۔ دلوں کے اطمینان اور یقین واذعان کی دولت سے سرفراز ہونے کے لئے میں آنے والے اس محسوس واقعہ کو سب سے بڑی شان شہادت قرار دیتا ہوں۔

مفتی غلام سرور قادری رقم طراز ہیں۔ جامع مسجد ہارون آباد کے امام اور غلہ منڈی ہارون آباد کی مسجد کے خطیب مولانا مولوی احمد الدین صاحب فاضل مدرسہ انوار العلوم نے راقم الحروف کو بتایا کہ میں نے حضرت علامہ فہامہ محقق اہلسنت مولانا مولوی نور احمد صاحب فریدی رحمتہ اللہ علیہ کو بارہا یہ فرماتے سنا کہ عارف باللہ امام اہل سنت حضرت مولانا مولوی سید پیر مہر علی شاہ صاحب قبلہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ آپ اعلیٰ حضرت کی زیارت کے لئے بریلی شریف حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت حدیث پڑھا رہے تھے۔ فرماتے تھے مجھے یوں محسوس ہوتا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی حضور پر نور ﷺ کو دیکھ دیکھ کر آپ ﷺ کی زیارت شریف کے انوار کی روشنی میں حدیث پڑھارہے ہیں۔(۵)

نوٹ: یونہی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کا بریلی شریف جانا ہوا تو مذکورہ بالا کیفیت سے بھی بڑھ کر احوال بیان فرمائے ہیں۔ تفصیل فقیر کی تصنیف "تحقیق الاکابر فی قدم الشیخ عبدالقادر" میں ہے۔

احترام سادات کرام

صرف اور صرف رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے سادات پر دل وجان سے فدا تھے۔ آپ اپنے منظوم شجرہ عالیہ قادریہ میں فرماتے ہیں کہ

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر
حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے

اس موضوع پر حضرت سید صابر حسین شاہ صاحب قادری مدظلہ نے احترام سادات اور امام احمد رضا

میں بہترین مواد جمع فرمائے ہیں۔ فقیر چند واقعات پیش کرتا ہے۔

احترام اولاد سادات

عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمتہ نے سادات کرام کے احترام میں کبھی بھی سن وسال، قدو قامت، عالم وجاہل، امیر وغریب، نیک وبد، بچہ وبوڑھا کا امتیاز رکھ کر حسن سلوک نہ فرمایا بلکہ ہمشہ رشتہ خون کا لحاظ رکھتے ہوئے سید زادے کے ساتھ نیاز مندی کا رویہ روار کھا اولاد سادات سے آپ کی محبت وعقیدت اور احترام قابل رشک ہے۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ سید کے لڑکے سے جو شاگرد ہو یا ملازم دینی یا دنیوی خدمت لینا اور اس کو مارنا جائز ہے یا نہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمتہ جواب میں فرماتے ہیں۔ ذلیل خدمت اس سے لینا جائز نہیں نہ ایسی خدمت پر اسے ملازم رکھنا جائز ہے جس خدمت میں ذلت نہیں اس پر ملازم رکھ سکتا ہے بحال شاگرد بھی جہاں تک عرف اور معروف شرعاً جائز ہے لے سکتا ہے اور اسے مارنے سے مطلق احتراز کرے۔

اسی طرح کسی شخص نے پوچھا سید کے لڑکے کو اس کا استاد مار سکتا ہے یا نہیں۔

اس کا بھی جواب محب سادات امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمتہ نے نہایت ہی بصیرت افروز جواب عنایت فرمایا ملاحظہ فرمایئے:

"قاضی جو حدود الہیہ قائم کرنے پر مجبور ہے اس کے سامنے اگر کسی سید پر حد ثابت ہوئی تو باوجود یہ کہ اس پر حد لگانا فرض ہے اور وہ حد لگائے گا لیکن اس کو حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ نیت رکھے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں تو قاضی جس پر سزا دینا فرض ہے اس کو تو یہ حکم ہے "تابہ معلم چہ رسد" (۶)

جناب سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمتہ کا بیان ہے کہ ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری کے کاموں میں امداد کیلئے کاشانہ اقدس میں ملازم ہوئے بعد میں معلوم ہوا کہ سید زادے ہیں۔ لہذا گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ صاحبزادے سے خبردار کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادے ہیں کھانا وغیرہ اور جس شے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے جس تنخواہ کا وعدہ ہے وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے، چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی کچھ عرصہ کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔ (۷)

پیغمبر اسلام ﷺ سے امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کو اتنی محبت تھی کہ وہ تمام سیدوں اور ان کی اولاد کی بے انتہا عزت کرتے تھے، ان کا معمول تھا کہ وہ عید کے دن سب سے پہلے ایک سید کا ہاتھ چوم کر مبارک باد پیش کرتے تھے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمتہ اور ان کے خاندان والے مولود کی محفلوں میں سیدوں کو دوہرا حصہ دیا کرتے تھے۔ (۸) اور یہ اثرات آپ کے خاندان میں تاحال موجود ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے محبت کرنے والے اسی طریقہ کار کے قائل وعامل ہیں۔

احترام سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بچپن سے بارگاہ قادریت کا ادب ملحوظ رہا چھ برس کی عمر میں معلوم ہو گیا کہ بغداد شریف کس سمت ہے اس

وقت سے تا زندگی ادھر کبھی پاؤں نہ پھیلایا سمت قبلہ کا احترام تو آداب شرع میں داخل ہے مگر سمت مرشد کا ادب بارگاہ عشق کا حصہ ہے اسلئے اعلیٰ حضرت نے فتوے کی زبان میں لکھا کہ جانب شمال پاؤں پھیلا کر سونے میں کوئی ممانعت نہیں ہاں اگر اس خیال سے احتراز ہو کہ اس سمت بغداد شریف ہے اور مسجد اقصیٰ قبلہ انبیاء ہے تو یہ ایک معقول وجہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

سگ غوث امام احمد رضا

آپ عموماً خطوط لکھنے یا تحریر ختم کرنے میں اپنے نام سے پہلے سگ درگاہ قادریہ وغیرہ لکھتے ایک خط میں آپ نے حضرت مولانا انوار اللہ مرحوم کو لکھا سلام مسنون کے بعد یہ سگ بارگاہ بیکس مقام قادریت الخ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ ۔(۹)

(نوٹ) غوث پاک رضی اللہ عنہ سے عقیدت کا مفصل فقیر کی شرح حدائق بخشش کا مطالعہ کیجئے۔

گیارہویں کی شیرنی

محدث اعظم مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ فرماتے ہیں اعلیٰ حضرت نے مجھے کار فتاوی پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی منگائی اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ غوثیہ کر کے دست کرم سے شیرینی مجھ کو عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا کہ اچانک اعلیٰ حضرت پلنگ سے اٹھ کھڑے ہوئے سب حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا کہ شاید کسی حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرے کو نوک زبان سے اٹھا رہے ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار غوثیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے یہ واقعہ رزق کی تعظیم کے ساتھ ساتھ بارگاہ غوثیت کے اعزاز کا بھی پتہ دیتا ہے اب میں سمجھا کہ باربار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ کچھ نہیں یہ آپ کے جد امجد سرکار غوثیت کا صدقہ ہے وہ مجھے خاموش کر دینے کے لئے ہی نہ تھا اور نہ صرف مجھ کو شرم دلانا مقصود تھی بلکہ در حقیقت اعلیٰ حضرت غوث پاک کے ہاتھ میں "چوں قلم در دست کاتب" تھے۔(۱۰)

(نوٹ: اس واقعہ پر تبصرہ و تحقیق مزید فقیر کے رسالہ برکات گیارہویں شریف کا مطالعہ فرمائیے۔)

آداب مدینہ پاک

امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

مدینہ کی گلیوں کا ادب

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

مدینہ طیبہ جانے کی آرزو واہل دل کے لئے ہمیشہ سرمایہ عشق و محبت رہی ہے، کوئے حبیب تک پہنچنے کے لئے عشاق نے جو جتن کئے ہیں ان کے نقوش ہمیں شاعروں کے اشعار، نعت خوانوں کے نغموں اور مدحت

سراؤں کے قصائد میں جا بجا نظر آتے ہیں۔ حضرت عطار، رومی، سعدی، حافظ اور جامی (قدس سرہم) جیسے اہل دل نے کوئے جاناں کی آرزو میں جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اہل ذوق سے پوشیدہ نہیں۔ ان بزرگوں کے اظہار تمنا کا انداز اتنا شیریں اور موثر ہے کہ دل چاہتا ہے کہ زندگی کی ساری وسعتیں کوچہ محبوب کی آرزو میں سمٹ جائیں اور کائنات کی ساری رعنائیاں راہ حبیب کی تلخیوں کی نذر کردی جائیں اگرچہ ایسے جذبات ہر شاعر کے کلام میں جھلکتے نظر آتے ہیں جس سے آستان حبیب تک پہنچنے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ طیبہ کی گلیوں میں جس انداز سے پہنچتے ہیں، وہ ان کے عشق مدینہ کے کمال کا مظہر ہے کوئے حبیب کے ادب کے پیش نظر وہ قدموں کے بجائے سر و چشم بچھاتے چلے جاتے ہیں۔

ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے! یہ جا چشم و سر کی ہے
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے
واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جان نو
یہ راہ جانفزا میرے مولا کے در کی ہے

مدینہ پاک کی چڑیوں کا ادب

دیار حبیب کے کتوں کو دل کا نذرانہ پیش کرنے کے علاوہ امام احمد رضا شہر حبیب کی چڑیوں کو دعوت شوق پیش کرتے ہیں کہ صحرائے مدینہ کی چڑیو آؤ میں تمہاری بلائیں لوں، تمہارے لئے اپنے جسم کا پنجرہ بناؤں۔ اس میں تمہارے بیٹھنے کیلئے اپنے دونینوں کی جگہ بناؤں، تمہارے کھانے کیلئے اپنے کلیجے کا چوگا بنا کر حاضر کروں، اگر پانی مانگو تو آنسوؤں سے اپنی ہتھیلیاں بھر کر پیش کروں اور اگر تمہیں دھوپ کی شدت سے اذیت ہو تو تم پر اپنے بالوں کا سایہ کردوں سبحان اللہ بزبان ہندی، شہر حبیب کی چڑیوں کی دعوت کا منظر ملاحظہ ہو۔

میں بھاروچھنے من کا پنجرا بناؤں
نینن کی رکھ دیوں دو ورکریاں
میں اپنے کرجوا کا چوگا بناؤں
جو جل مانگو رو رو بھر دیوں تلیاں
داہو ماں تمکا جو گھامے ستاوے

عاشق اور پھر عشق حبیب خدا ﷺ کی شان کیا ہے۔ اور امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کو قدرت نے کتنی فیاضی کے ساتھ یہ دولت عشق عطا فرمائی ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

پاک مدینہ کی ہر شے کا ادب

اعلیٰ حضرت کے ہاں خاک طیبہ، خار صحرائے طیبہ، صبح طیبہ، باغ طیبہ، ہوائے طیبہ، غرضیکہ "سگان کوچہ مدینہ" بھی محبوب ہیں، وہ ان چیزوں کو جنہیں کوچہ حبیب سے ذرا سی بھی نسبت ہے دارا و سکندر کی شہنشاہی اور جام جم کی جہانگیری سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ انہیں مدینہ کی گلیوں میں پھرنے والا فقیر ان گلیوں میں گداگری کرنا، ان گلیوں میں جھولی پھیلائے پھرنا، اور پھر بھیک لینے کے لئے آواز لگانا دنیا کی ساری راحتوں اور عظمتوں سے خوش تر دکھائی دیتا ہے۔ انہیں اس گلی کا گدا ہونا باعث صد افتخار ہے۔

کوچہ طیبہ کی گدائی کی وجہ

اعلیٰ حضرت کی نگاہ میں مدینہ پاک کی گلیاں نور سے معمور ہیں یہاں ابر رحمت گھر گھر پر برستا ہے یہاں اغنیاء کو بھی پناہ ملتی ہے۔ یہاں نوری فرشتوں کی ٹولیاں آتی جاتی رہتی ہیں۔

اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا

مدینہ پاک کی گلیوں میں نور کی خیرات بنتی ہے جہاں سے چاند اور سورج اپنا اپنا حصہ لے کر ابھرتے ہیں اور فرمایا کہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارہ نور کا

اس نورانی بارگاہ کا جاہ و جلال کس بیان میں آسکتا ہے وہ الفاظ کہاں سے لائیں جو کوچہ مصطفیٰ ﷺ کی کیفیتوں کو بیان کریں اور وہ بیان کہاں سے ملے جو اس عالی دربار کا نقشہ آنکھوں کے سامنے رکھے جاہ و جلال اور انتظام والنصرام ملاحظہ ہو۔

لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر
لاکھوں گرد مزار پھرتے ہیں!
وردیاں بولتے ہیں ہر کارے
پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں
پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

مولانا احمد رضا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ مدینہ پاک کی گلیوں میں کتنی والہیت کے ساتھ پکارتے ہیں۔ اور کس انداز سے گدایان کوئے یار کا نقشہ کھینچتے ہیں۔

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے
منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

اور پھر اسی والہانہ انداز میں اسی عالی وقار گلی کی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

کیوں تاجدارو! خواب میں دیکھی کبھی یہ شے
جو آج جھولیوں میں گدایان در کی ہے
جاروکشوں میں چہرے لکھے ہیں ملوک کے
وہ بھی کہاں نصیب فقط نام بھر کی ہے
عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدو!
مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے

جس بحر سخا کے سامنے اعلیٰ حضرت بریلوی جھولی پھیلائے جاتے ہیں۔ اس کی رفتار کے ساتھ رحمت خداوندی کا پورا کارخانہ چلتا ہے۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

اس رحمت دو عالم ﷺ کے گداگر داراؤجم کی سلطنتوں کی کیا پروا کرتے ہیں۔

تعالی اللہ استغناء ترے در کے گداؤں گا
کہ ان کو عار فرد شوکت صاحب قرآنی ہے

صلائے عام

بارگاہ رسالتمآب (ﷺ) مایوس انسانیت کی تمناؤں کو بر لانے کا مقام ہے یہاں حوادث زمانہ کے روندے ہوئے، دنیا کے ٹھکرائے ہوئے انسان ہاتھ پھیلائے پہنچتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی ان بدل

لوگوں اور مایوس انسانوں کو امید بخشش دلا دلا کر بلند حوصلہ بنادیتے ہیں۔ اور انہیں دلاسہ دیتے ہیں کہ تم جس گلی میں آپہنچے ہو وہاں نہ نہیں ہاں ہی ہے اس لئے ہمت کر کے دامن رحمت تھام لو! اور اگر تم نے ایسا کر لیا تو دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو ہو گے۔

ان کے در پر جیسے ہو مٹ جایئے
ناتوانو! کچھ تو ہمت کیجئے
ان کے در پر بیٹھئے بن کر فقیر
بے نواؤ! فکر ثروت کیجئے
سر سے گرتا ہے ابھی بار گناہ
خم ذرا فرق ارادت کیجئے

در رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

عاشق صادق کا عقیدہ یہ ہے کہ آقا ﷺ بہ عطائے الٰہی دولت کے مالک ہیں کائنات کے مالک اور خالی جھولیوں والے آپ کے در دولت سے دامن مراد بھر بھر کر نکلتے ہیں۔ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ دیار رسول ﷺ کے ان منگتوں کی ترجمانی کرتے ہوئے مدینہ الرسول ﷺ کے ہمیشہ پھلتے پھولتے رہنے کی کس بے تابی سے دعا مانگتے ہیں ملاحظہ ہو!

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عظمتوں کا جائزہ

بیت اللہ کی عظمت و شہامت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے یہ کائنات ارضی کا نقطۂ آغاز ہے۔ یہ انسانیت کا آخری سہارا ہے یہاں گنہگار بخشے جاتے ہیں۔ اور نیک درجہ کمال کو پہنچتے ہیں۔ یہاں رکن شامی شام غربت کی وحشت کو مٹادیتا ہے آب زمزم پر ہجوم ہے۔ میزاب کی رفعت رحمت خداوندی کی ضامن ہے اعلیٰ حضرت بریلوی کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ کا جس انداز سے موازنہ کرتے ہیں۔ وہ آپ کے ادب کا ترجمان ہے۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو
رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت
اب مدینہ کو چلو صبح دل آرا دیکھو
آب زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں،
آؤ جود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
دھو چکا ظلمت دل بوسہ سنگ اسود
خاک بوسئہ مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو
واں مطیعوں کا جگر خوف سے پانی پایا
یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

افضلیت مدینہ منورہ پر مکتبہ عشق کا فتویٰ

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

ادب خاک مدینہ

خاک طیبہ کی عظمت و توقیر اعلیٰ حضرت بریلوی کا جزو ایمان ہے وہ اس خاک راہ کو ہر صورت قبلہ ایمان خیال کرتے ہیں۔ جو قدم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار مس ہوئی اور وہ اس سلسلہ میں نہ کسی حضرت ناصح کی نصیحت کو خاطر میں لاتے ہیں اور نہ کسی فتویٰ سے ڈرتے ہیں۔

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم
اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا
خم ہوگئی پست فلک اس طعن زمین سے
سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

خار مدینہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کو دشت طیبہ کے خار دنیا بھر کے گلزار سے ہزار بار خوشتر دکھائی دیتے ہیں

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں
ان کے حرم کے خار کشیدہ ہیں کس کے لئے
آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں

مدینہ کی ہر چیز محبوب

خاک پائے حضور، خار دشت طیبہ، سگان کوچہ حبیب ﷺ کوئے یار کی ہر چیز سے محبت ہے وہ ہر چیز سے عشق کرتے ہیں، وہ ہر چیز پر دل وجان فدا کرتے ہیں اور حضور ﷺ کی فیاضیاں ظاہر بین آنکھوں سے ہمیشہ اوجھل رہیں۔

ظاہر بین آنکھ نیک وبد کے امتیاز میں کھوئی رہی مگر چشم بصیرت نے بلکہ دیدہ محبت نے در جاناں کی وہ عظمتیں دیکھیں جس پر عرش اعظم بھی رشک کرتا ہے ان گلیوں میں کرم کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں بخشش کے بادل برس رہے ہیں۔ رحمت کے چشمے ابل رہے ہیں اور سخاوت کے دریا بہہ رہے ہیں یہاں ہر ایک اپنا دامن مراد بھر تا جاتا ہے اور کسی کو "نہیں" کی آواز نہیں آتی۔ اعلیٰ حضرت اپنے قلم سے اس دربار گہربار کی بخشش کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
آسماں خوان زمین خوان زمانہ مہمان
"صاحب خانہ" لقب کس کا ہے تیرا تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
تیرے دربار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جذب القلوب میں اسی قسم کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں

خاک طیبہ از دو عالم خوش تر است
آن خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

آداب سگان مدینہ

حدائق بخشش میں متعدد مقامات پر سگان طیبہ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار متعدد انداز میں کیا ہے، مثلاً

دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں
اے سگان کوچہ دلدار ہم

ادب زائر مدینہ طیبہ

جب کوئی شخص حج کر کے امام احمد رضا کی خدمت میں آتا تو آپ اس سے سب سے پہلا سوال یہ کرتے کہ

آیا حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے روضہ اطہر پر بھی حاضری دی تھی۔ اگر وہ کہتا کہ ہاں تو آپ فوراً اس کے قدم چوم لیتے اور اگر کہتا کہ نہیں تو پھر آپ اس کی طرف مطلق توجہ ہی نہ فرماتے۔

آنکھوں دیکھا حال

پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی فرماتے ہیں کہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ کے بارے میں ایک اور واقعہ جس نے میرے قلب میں بہت گہرا اثر ڈالا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص بریلی میں حج ادا کر کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیار کی زیارت کے بعد واپس لوٹتا تھا تو امام احمد رضا خان اپنی عظمت، عظمت کردار اور اعلیٰ منصبی کے باوجود اس کے پاس جاتے تھے۔ اور اس کے قدموں کو اپنے رومال سے صاف کرتے تھے اسلئے کہ اس کے قدموں نے اس دیار کے ذروں کو بوسہ دیا تھا۔ (۱۱)

فتاویٰ رضویہ

نام کے لحاظ سے تو یہ فقہ کا ایک تحقیقی مجموعہ ہے لیکن اس میں بھی امام احمد رضا علیہ الرحمتہ نے عشق وادب کا دامن نہیں چھوڑا۔ اگر آپ اس مجموعہ فتاویٰ کے عنوان پر غور کریں تو اس میں بھی عالم ماکان ومایکون سید انس و جان ﷺ کی محبت میں سرشاری کا جذبہ کار فرما ہے "العطایه النبویه فی الفتاوی الرضویه" یعنی رضا کے تاجدار نبوت ﷺ کی بخشش و عطا کے جلوے ملاحظہ فرمائیں، فتاویٰ رضویہ میں علم و فن کے جواہر پارے بے مثال تحقیقات اور لازوال تشریحات کے جو گوہر نایاب تم پاؤ گے تو یہ سب فیضان ہے سید عالم ﷺ کی نگاہ کرم کا! جزئیات فقہیہ میں مسائل کا رخ عشق وادب کی طرف موڑنے کی کوشش فرمائی ہے بلکہ اسلاف صالحین رحمتہ اللہ علیہ کے کسی قول میں ادب عشق سقم پایا ہے تو بھی ادب کے طریق پر اس سقم کو دور فرمایا اور اس عنوان کو تطفل سے تعبیر فرمایا یہ بھی امام اہلسنت علیہ الرحمتہ کے ادب کا ایک بہترین انداز ہے فتاویٰ رضویہ میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں بعض مختصر سی بحث فقیر نے رسالہ امام احمد رضا اور فقہائے سلف سے اختلاف میں تحریر کی ہے جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے معارف رضا کراچی ودیگر رسائل میں شائع ہوا۔

ہاں معاصرین سے جس میں بھی کچھ کوتاہی دیکھی تو اس کو غلطی کا احساس دلایا اس کے انکار پر اس کے خلاف مستقل تصنیف لکھ کر شائع فرمائی۔ اسی موضوع پر درجنوں تصانیف موجود ہیں فقیر یہاں چند نمونے فتاویٰ رضویہ سے وہ عرض کرتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے کس طرح ادب وعشق کا ثبوت دیا۔

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کا ایک فتویٰ ہے جس کا عنوان النور والنورق ہے اس میں مختلف پانیوں کے احکام ذکر کئے ہیں۔ آب زمزم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسکے ساتھ استنجا کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ ایک مقدس پانی ہے۔ یہ فقہی حکم بیان کرتے ہوئے انہیں خیال آیا کہ کہیں قارئین اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ زمزم کا پانی ہر پانی سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے، کیونکہ ایک پانی ایسا بھی ہے جو نہ صرف آب زمزم سے بلکہ آب کوثر سے بھی افضل ہے اس پانی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سب سے اعلیٰ، سب سے افضل دونوں جہاں کے سب پانیوں سے افضل، زمزم سے افضل، کوثر سے افضل، وہ مبارک پانی ہے جو--- بارہا، براہ اعجاز-- حضور انور، سید اطہر ﷺ کی انگشتان مبارک سے دریا کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور وضو کیا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وہ پانی زمزم و کوثر سب سے افضل ہے۔ مگر اب وہ کہاں نصیب۔ (۱۲)

غور فرمائیے کیا عجب انداز ہے---! حرف حرف عشق مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو سے مہک رہا ہے اور آخری جملہ کہ "وہ کہاں نصیب--!" میں جو حسرت کی دنیا پنہاں ہے اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔

اس مبارک پانی کو امام احمد رضا علیہ الرحمتہ نے اپنے نعتیہ کلام میں بھی انتہائی لطیف انداز میں نظم کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

انگلیاں ہیں فیض پر، ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری، واہ واہ!

ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ انگلیوں کے لئے "پنج آب رحمت" کی ترکیب میں کیسی بلیغ تشبیہ پوشیدہ ہے-- سبحان اللہ---!

اپنے مشہور عالم سلام میں اسی معجزے کو یوں بیان کیا ہے۔

نور کے چشمے لہرائیں، دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

ایک مقام پر مسئلہ بیان کیا کہ کسی سے سوال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ سرکار ﷺ نے مانگنے سے منع فرمایا ہے۔ اس پر اعتراض پیدا ہوا کہ خود سرکار ﷺ نے بار بار اپنے صحابہ کرام سے مختلف چیزیں طلب فرمائی ہیں، اگر مانگنا ممنوع تھا تو خود آپ ﷺ نے اس پر عمل کیوں نہیں فرمایا۔

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ پر باقی لوگوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ لوگوں کیلئے مانگنا واقعی منع ہے۔ لیکن اگر آقا کسی سے کوئی چیز طلب فرمائیں تو یہ بالکل صحیح اور جائز ہے ... کیوں... اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں اگر وہ کسی مسلمان سے کچھ طلب فرمائیں وہ معاذاللہ، سوال نہیں ہے بلکہ یقیناً ایسا ہے جیسے مولی اپنے غلام سے اس کی کمائی کا کچھ حصہ لے کہ غلام اور اس کی کمائی سب مولی کی ملک ہے اسی لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ

هل ان ومالي الالك يارسول الله

میں اور میرا مال کس کے ہیں حضور ہی کے ہیں یارسول اللہ ﷺ۔ (۱۳)

النبي اولى بالمومنين من انفسهم

کی کیسی عمدہ تفسیر ہے! جزاء الله في الدارين خيرا

واضح رہے کہ مذکورہ بالا مسئلے کا تعلق چونکہ مسلمانوں سے تھا اسی لئے امام احمد رضا علیہ الرحمتہ نے بھی یہاں اسی قدر بیان فرمایا کہ " رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ آقائے کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف مسلمانوں کی جان و مال کے، بلکہ پوری کائنات کے مالک ہیں، چنانچہ امام احمد رضا علیہ الرحمتہ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دوجہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

اس خیال سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالک کونین کہنے سے کوئی کوتاہ فہم شرک کا فتویٰ نہ جڑ دے واضح فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو بالذات مالک نہیں مانتے، ذاتی ملکیت تو صرف اللہ وحدہ ولاشریک کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو ہم اس بنا پر مالک عالم کہتے ہیں کہ ان کو مالک الملک نے اس کائنات کا مالک بنایا ہے، فرماتے ہیں۔

ان کو تملیک ملیک الملک سے

مالک عالم کہا، پھر تجھ کو کیا!

جب کائنات کے مالک آپ ﷺ ہیں تو ظاہر ہے کہ معطی بھی آپ ﷺ ہیں اور جب کسی کو کوئی فیض ملتا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا سے ملتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ اس حقیقت کو کیسے زوردار الفاظ میں واضح کرتے ہیں۔

"ہر خیر، ہر نعمت، ہر مراد، ہر دولت۔۔۔۔دین میں، دنیا میں، آخرت میں۔۔۔روز ازل سے لے کر آج تک، آج سے ابد الآباد تک، جسے ملی یا ملتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے۔ معطی حقیقی اللہ عزوجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کو بانٹنے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔"(۱۴)

لا ورب العرش! جس کو جو ملا ان سے ملا

بنتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ ﷺ کی

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ادب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پایاں عشق کا لازمی نتیجہ ہے کہ جن مقدس ہستیوں کو رسول اللہ ﷺ کا قرب حاصل رہا ان سے بھی محبت رکھی جائے اور ان کا ادب واحترام ہر دم ملحوظ رکھا جائے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ ان کی شان میں گراہوا کوئی لفظ سننا ناقابل برداشت ہو جاتا تھا اور اس پر اپنی ناگواری کا برملا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے تھے، خواہ یہ غلطی کسی بڑے سے بڑے آدمی سے کیوں نہ ہوئی ہو، چنانچہ علامہ طحطاوی علیہ الرحمۃ جیسے عظیم فقیہہ نے ایک جگہ پر یہ جملہ کہہ دیا

كماتوهم بعض الصحابه

جیسا کہ بعض صحابہ کو وہم ہوا ہے۔ صحابہ کرام کی طرف وہم کی نسبت کرنا امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو سخت ناگوار گزرا اور فوراً تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"اقول، هذا اللفظ بعيد عن الادب فليجتنب!" میں کہتا ہوں کہ یہ لفظ ادب سے بعید ہے اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے!(۱۵)

یہ تطفل ایک مثال ہے کہ امام طحطاوی رحمتہ اللہ علیہ جیسے پایہ کے محدث و مجتہد سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں تو ہم کا اطلاق گوارا نہ فرمایا۔

رسول ﷺ سے منسوب ہر شے کا احترام

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تو خیر شان ہی بہت بڑی ہے "امام احمد رضا علیہ الرحمۃ تو ان بے

جان چیزوں کا بھی ادب ضروری سمجھتے ہیں جو آقائے کونین ﷺ سے کسی طرح نسبت رکھتی ہوں، چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

حضور سید عالم ﷺ کا موئے مبارک یا جبہ مقدسہ یا نعل شریف یا آپ ﷺ کا عصاء مطہرہ تبرک کیلئے جس پانی میں دھویا، قابل وضو ہے۔۔ہاں پانی پاؤں پر نہ ڈالا جائے کہ خلاف ادب ہے اگر منہ پر جاری کیا، منہ کا وضو ہوگیا، انکا تو نام پاک لینے سے دل کا وضوء ہو جاتا ہے۔(۱۶)

موخر الذکر جملہ عشق و مستی کے کیسے گہرے سمندر اپنے کوزے میں سمیٹے ہوئے ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ بیان تو فرمارہے ہیں پانی کی جزئیات لیکن عشق وادب کے دھنی نے انکا رخ عشق وادب کی طرف ایسے پیارے رنگ وادا سے موڑا کہ خود جزئیات حیران ہونگی کہ ہمیں عرصہ دراز تک کسی نے نہ بتایا کہ ہمارا حقیقی راستہ کدھر ہے۔ بریلی کے اس عاشق کو ایسی جزئیات دعائیں دیتی ہونگی کہ انہیں کس محبوب سمت کی طرف لاکر کھڑا کردیا ہے۔

علمائے کرام کا ادب واحترام

امام احمد رضا قدس سرہ خود عالم دین تھے، لیکن علماء کا ادب کرتے تھے اور ان کی ہمیشہ قدر کرتے اور ان کا نام بڑی عزت سے لیتے حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ کے لئے مشہور تھا کہ وہ جس ویرانہ میں قیام فرماتے تو وہ ویرانہ پررونق شہر کی شکل اختیار کرجاتا، حضرت مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ نے اسے مبالغہ پر محمول کیا تو اعلی حضرت قدس سرہ نے انہیں دلیل دے کر سمجھایا کہ نہیں دیکھتے ہو جب مولانا عبدالقادر بدایونی بریلی میں تشریف لاتے ہیں تو شہر کی رونق میں اضافہ ہو جاتا ہے لوگ گردونواح سے زیارت کے لئے چلے آتے ہیں جب شاہ صاحب تشریف لے جاتے ہیں تو چہل پہل ختم ہو جاتی ہے۔ مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کے قول کے مطابق ۱۳۲۱ھ سے ۱۳۲۹ھ تک کوئی ایسا دن نہ گزرا علمائے اہلسنت ودیگر زعماء میں سے کوئی نہ کوئی اعلی حضرت کا مہمان نہ ہوتا ہو آپ ان کی دلداری اور تواضع میں عزت اور فخر محسوس کرتے۔

آداب قبلہ

مسجد کے ہر درجہ میں وسطی در سے داخل ہوا کرتے اگرچہ آس پاس کے دروں سے داخل ہونے میں سہولت ہی کیوں نہ ہو نیز بعض اوقات اور ادو وظائف مسجد شریف ہی میں بحالت خرام شمالاً جنوباً پڑھا کرتے مگر منتہائے فرش مسجد سے واپسی ہمیشہ قبلہ رو ہو کر ہی ہوتی کبھی پشت کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔

مزار کا بوسہ اور طواف

مزار کے طواف اور بوسے کے ضمن میں امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تعظیماً کیا جائے ناجائز ہے کہ تعظیم بالطواف مخصوص خانہ کعبہ ہے۔

احترام مساجد

ایک مرتبہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ بحالت اعتکاف اپنی مسجد میں مقیم تھے۔ شب کا وقت جاڑے کا موسم اور اس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہو رہی تھی۔

حضرت کو نماز عشاء کے لئے وضو کرنے کی فکر ہوئی پانی تو موجود مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے بالآخر مسجد کے اندر لحاف گدے کی چار تہہ کر کے وضو کیا اور قطرہ تک فرش مسجد پر نہ گرنے دیا۔ اور بغیر رضائی اور گدے کے پوری رات جاڑوں کی اور اس پر بادوباراں کا طوفان یونہی جاگ کر گذار دی۔

کیا احترام مسجد کا ایسا عامل شخص اس زمانے میں بھی کوئی دیکھنے میں آتا ہے۔ الا ماشاء اللہ ورنہ عام طور پر تو یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ مدارس عربیہ کے اساتذہ و طلبہ تک بھاگ کر جماعت کے ساتھ ملنے کے لئے وضو کے اعضاء کو پونچھے بغیر فرش مسجد پر بھاگتے ہیں۔ اس طرح صفوف مسجد خوب گیلی ہوتی ہیں اور وضو کے قطرات گرنے سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے کاش لوگ اس واقعہ سے سبق حاصل کریں۔

مسجد میں لاٹھی کی آواز

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ جامع مسجد دہلی میں تشریف فرما تھے کہ ایک عمر رسیدہ آدمی ہاتھ میں چھڑی لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیٹھنے سے پہلے اس نے کھڑے کھڑے اپنی چھڑی مسجد میں پھینک دی جس سے قدرے آواز پیدا ہوئی۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ نے فوراً اسے مسجد کے آداب سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا بڑے صاحب مسجد میں اس طرح لاٹھی پھینکنا بے ادبی ہے، لہذا آئندہ ایسا کبھی نہ کرنا۔ اس پر وہ سخت نادم ہوئے اور توبہ کی اس سے طلباء بے حد متاثر ہوئے اور معذرت کی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی یہ تادیب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تادیب کا عملی نمونہ ہے۔ جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق آپ نے طائف کے ایک شخص کو مسجد نبوی شریف ﷺ میں بلند آواز سے گفتگو کرنے پر کی تھی۔

(بحوالہ بخاری شریف)

مسجد میں مٹی کا تیل یا کوئی بدبودار تیل جلانا

مسجد میں مٹی کا تیل یا کوئی بدبودار تیل جلانا جائز نہیں۔ ہاں ایسا تیل جلایا جائے گا جس میں بدبو نہ ہو مثلاً کڑوا تیل اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کی قریبی مسجد میں ان کے عزیز مرید حاجی کفایت اللہ صاحب نے لالٹین کے اندر کڑوا تیل جلایا۔ اب اپنے لئے اعلیٰ حضرت کا کمال احتیاط دیکھئے۔ حاجی صاحب سے فرمایا، یہ لالٹین آپ نے یہاں کیسے جلادی۔ عرض کیا حضور اس میں مٹی کا تیل نہیں کڑوا تیل ہے۔ فرمایا تو پھر بیٹھے رہیے اور ہر شخص کو بتاتے رہیے کہ اس میں وہ تیل نہیں جسکی ممانعت ہے ورنہ لالٹین دیکھ کر لوگ کہیں گے مولوی صاحب بھی اپنے یہاں مسجد میں مٹی کا تیل جلاتے ہیں پھر حضرت نے لالٹین باہر کرادی۔ اسی لئے فتاویٰ رضویہ میں ایک موقع پر عوام کو احترام علماء اور ان کے عمل کی حیثیت سمجھنے پر تنبیہ کرنے کے بعد علماء کیلئے تحریر فرماتے ہیں "علماء کو چاہیے کہ اگرچہ خود نیت صحیحہ رکھتے ہوں۔ عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے انکا خیال پریشان ہو نہ کریں کہ اس میں دو فتنے ہیں۔ جو معتقد نہیں ان کا معترض ہونا غیبت کی بلا میں پڑنا عالم کے فیض سے محروم رہنا اور جو معتقد ہیں ان کا ایسے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرتکب ہونا۔

(امام احمد رضا اور بدعات و منکرات صفحہ نمبر ۷۹)

بڑوں کا ادب

اسلام میں بڑوں کے ادب کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ اسی لئے مشہور ہے با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب۔ حدیث شریف میں ہے کہ

من لم یو قئرکبیرنا ولم یرحم صغیرنا فلیس منا جو بڑوں کا ادب نہیں کرتا اور چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہمارا نہیں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اتباع میں بزرگ مہمانوں کے ہاتھ خود دھلاتے اور کھانا بھی خود کھلاتے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا کوئی واقعہ نہیں گزرا کہ آپ نے بڑوں کا ادب نہ کیا ہو یا ان کے ادب سے جی چرایا ہو اپنے بڑوں کی بہت زیادہ عزت و احترام کرتے تھے۔

شریعت کا ادب، سیدھے ہاتھ سے دو اور لو

امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ اگر کسی کو کوئی چیز دیتے اور وہ اپنا بایاں ہاتھ آگے کرتا تو آپ فوراً اپنے دست مبارک کو روک لیتے اور فرماتے کہ دائیں ہاتھ میں لو کیونکہ بائیں ہاتھ میں شیطان لیتا ہے۔

وعلیکم السلام کہو

امام احمد رضا قدس سرہ کے بچپن کے زمانے میں ایک مولوی صاحب بچوں کو آکر پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن بچوں نے مولوی صاحب کو سلام کیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ "جیتے رہو" یہ سن کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو خود بھی اس وقت بچے تھے۔ کہا مولوی صاحب یہ آپ نے سلام کا صحیح جواب نہیں دیا۔ آپ کو جواب میں "وعلیکم السلام" کہنا چاہیے تھا۔ مولوی صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

کتاب کا ادب

فقہائے کرام لکھتے ہیں۔ بلا ضرورت کتاب وغیرہ پر قلم دوات قلمدان رکھنا ممنوع ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

الظاہر ان ذلك عنه الحاجه الی الوضنع (ردالمختار صفحہ نمبر ۹۱۱)

ظاہر یہ ہے کہ لکھنے کے لئے کتاب رکھنے کی اجازت اس وقت ہوگی جب ضرورت ہے۔

اعلیٰ حضرت کی فقاہت

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت قدس سرہ نے شامی حاشیہ جد الممتار میں اسی جگہ پر کہا کہ

ماهی هذا موضع الستنظهار يل هوالمتين قطعا

یہ استظہار (ابظاہر کہنے) کا موقعہ ہی نہیں۔ بلکہ وہ قطعی طور پر ہے یعنی ضرورت کے وقت رکھنا اور بلا ضرورت نہ رکھنا۔

فقیر نے نمونے کے طور پر چند آداب عرض کئے ہیں۔ ورنہ الحمدللہ ہر موضوع پر بحث مستقل تصنیف چاہتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم ہم سب کو دولت ادب سے نوازے کیونکہ

با ادب با نصیب بے ادب نصیب ہوتا ہے

۲۴ شوال ۱۴۱۹ھ محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ بہاولپور۔

حوالا جات

(۱) امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، از مولانا کوثر نیازی مطبوعہ کراچی

(۲) سالنامہ معارف رضا شمارہ ۱۹۸۳ مطبوعہ کراچی

(۳) معارف رضا ۱۹۸۶ مطبوعہ کراچی

(۴) فتاوی افریقہ از امام احمد رضا قدس سرہ

(۵) الشاہ امام احمد رضا، از مفتی غلام سرور، مطبوعہ ساہیوال

(۶) ملفوظات از مولانا مصطفےٰ رضا خان

(۷) حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین رضوی، جلد اول صفحہ ۲۰۱

(۸) ایضاً صفحہ نمبر ۲۹۳

(۹) معارف رضا کراچی ۱۹۹۳ء

(۱۰) معارف رضا کراچی ۱۹۹۰ء

(۱۱) معارف رضا کراچی ۱۹۸۳ء

(۱۲) فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ نمبر ۴۴۲

(۱۳) فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ نمبر ۸۰۱

(۱۴) فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ نمبر ۵۷۷

(۱۵) فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ نمبر ۴۴۲

(۱۶) فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ نمبر ۴۹۴

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

حدائقِ بخشش کا عروضی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر صابر سنبھلی
(ریڈر، ایم ایچ پوسٹ گریجویٹ کالج، مراد آباد، بھارت)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علامہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے علم و فضل کا اندازہ لگانا کارمحال ہے۔ اسلامیات کے علاوہ بھی بہت سے علوم و فنون میں ان کو کامل دستگاہ حاصل تھی۔ ان کی تصانیف میرے اس قول کی شاہد ہیں۔ ان کے علم و فضل کے تعارف کے طور پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور خوشی کی بات ہے کہ یہ سلسلہ لگاتار آگے بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

شاعری ایک ایسا ملکہ ہے، جس کا تعلق علم و فضل سے ذرا دور کا ہے۔ یہ ملکہ کسبی نہیں کہ جو چاہے سیکھ لے اور شاعر بن جائے، بلکہ یہ سراسر وہبی اور فطری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شاعر پیدا ہوتا ہے اور عالم بنتا ہے۔ شاعری میں جہاں تک موزونی طبع اور فکر کی رسائی کا سوال ہے، یہ قول بالکل درست ہے، مگر فن پر نکھار علم سے ہی آتا ہے۔ کم علم شعراء کے یہاں شدت احساس، فکر کی بلندی اور نازک خیالی کے ساتھ ساتھ فن کی غلطیاں بھی نظر آجاتی ہیں جو اہل علم کو انگشت نمائی پر مجبور کرتی ہیں۔

فاضل بریلوی کے لئے نہ شاعری ذریعہ عزت تھی اور نہ ذریعہ شہرت۔ حتیٰ کہ ان کے پاس کثرت کار کے سبب اس دماغ سوزی کے لئے وقت بھی نہیں تھا۔ ان کے تصنیفی کارناموں کی کیفیت اور کمیت جن لوگوں کو معلوم ہے وہ اس بات پر انگشت بدنداں رہتے ہیں کہ ان کو اس کام کے لئے وقت کس طرح مل جاتا تھا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کے دل میں رسول آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عظمت کا جو جذبہ کارفرما تھا (اور جس کے سبب وہ بعض حلقوں میں مطعون بھی ہوئے) وہ اظہار بھی چاہتا تھا اور

اس اظہار کا سب سے بہتر طریقہ شاعری تھا۔ نعت گوئی کو انہوں نے ذریعہ عزت یا ذریعہ شہرت کے بجائے ذریعہ نجات تصور کیا اور زندگی بھر اپنے جذبات محبت و عظمت کو الفاظ کی صورت میں صفحہ قرطاس پر منتقل کرتے رہے۔ خود ہی کہتے ہیں:

پیشہ مرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو

موصوف کی نعتیہ شاعری کا نعتیہ ادب میں کیا مقام ہے' اس پر پہلے بھی لکھا جا چکا ہے اور اب بھی لکھنے والے لکھ رہے ہیں' لیکن

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مدح رسول آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبے کا تعین قلم کی میزان سے نہیں ہو سکتا۔ یہاں صرف اتنا کہہ کر آگے بڑھتا ہوں کہ فکری اعتبار سے فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری اب تک برصغیر میں اپنے پیش رووں اور پس رووں میں سب سے بلند مقام پر ہے۔ نعت کے مضامین میں جیسی گوناگونی ان کے یہاں ملتی ہے اور مضامین نعت کو انہوں نے جس وسعت کے ساتھ برتا ہے' ابھی تک کوئی نہیں برت سکا۔ آج بھی ہمارا نعت گو جس مضمون کو اچھوتا سمجھ کر نظم کرتا ہے اگر اس کو تلاش کیا جائے تو موصوف کے اشعار میں کسی نہ کسی پہلو سے بہار دکھاتا ہوا نظر آجائے گا۔ اس لئے نوے سال کا عرصہ بھی اس کی تازگی کو ماند نہیں کر سکا ہے اور کیوں نہ ہو کہ ان کی نعت گوئی سچائی کا اظہار ہے اور سچائی میں تاثیر کا ہونا مسلم ہے۔ اپنے اصول نعت گوئی کے بارے میں وہ خود فرماتے ہیں

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

اور

برہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
نقش قدم حضرت حسان بس ہے

میرے پاس فاضل بریلوی کی شاعری کے دو مجموعے ہیں جو عام ہیں۔ ان کا تاریخی نام جیسا کہ سبھی جانتے ہیں "حدائق بخشش" (۱۳۲۵ھ) اول و دوم' ہے۔

"حدائق بخشش" کے فکر و فن کا جائزہ لیا جاتا رہا ہے' اس کے فکری پہلو صنائع و بدائع پر مضامین لکھے جا چکے ہیں اور ابھی بہت گنجائش باقی ہے مگر ان مجموعوں کے عروضی تجزیئے پر اگر کچھ لکھا بھی گیا ہو تو راقم کی نظر سے ابھی تک نہیں گذرا ہے۔ اس لئے آج اس کا عروضی تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جو امید ہے کہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

عربی' فارسی اور اردو شاعری میں صرف ۱۹ بحریں مروج ہیں۔ تقریبا" اتنی ہی تعداد میں اور بحریں وجود میں آئیں مگر مروج نہ رہ سکیں۔ ان ۱۹ مروجہ بحروں میں سے بھی کچھ اردو کے مزاج سے

میل نہیں کھاتیں تو کچھ فارسی کے مزاج کے خلاف ہیں۔ کچھ نہایت مترنم ہیں تو کچھ اردو اور فارسی کے لئے ثقیل ہیں۔ فاضل بریلوی نے ہر طرح کی بحروں میں طبع آزمائی کی ہے اور یہ بات تعجب سے خالی نہیں کہ ایک ایسا شخص جس کو شب و روز فتاویٰ لکھنے اور عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ دین اور مذہب کے بے شمار لاخیل مسائل کو حل کرنے کے لئے جتنا وقت بھی ملتا کم تھا۔ وہ ۱۹ مروجہ بحروں میں سے ۱۱ بحروں میں طبع آزمائی کرلیتا ہے۔ بحروں کی یہ تعداد اتنی زیادہ ہے کہ بعض وہ شاعر بھی جن کا کام صرف شاعری کرنا ہی تھا، اس تعداد کو نہ چھو سکے۔ چہ جائیکہ وہ شخص اس میں کمال پیدا کرے جس کی شاعری کی حیثیت اس کے دوسرے کاموں کے مقابلے میں ثانوی ہے۔

ذیل میں "حدائق بخشش" کے دونوں حصوں کی جملہ شعریات کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس تجزیئے میں یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ موصوف کے ہر ہر شعر کی تقطیع نہیں کی گئی ہے بلکہ صرف مطلعوں کی تقطیع سے ہی نتائج اخذ کئے گئے ہیں اور مطلع کے دونوں مصرعوں کے آخری رکن کے اختلاف کی صورت میں (ایسا اختلاف جو جائز ہے) دوسرے مصرع کو نعت کا وزن قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کسی شعر کے مصرع اول و ثانی کے آخر میں سالم اور مذال، سالم اور مسبغ، مقصود اور محذوف یا بحر رمل میں مخبون اور مخبون مسکن کے فرق کو اہمیت نہیں دی گئی ہے۔ کیونکہ شعر میں ان کا اجتماع جائز ہے اور بغیر کسی پس و پیش کے عمل میں آتا ہے۔

تجزیہ اس طرح ہے :

○

(ا) بحر ہزج

(مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن) کے مندرجہ ذیل اوزان میں طبع آزمائی کی گئی ہے۔

(ا)--- بحر ہزج مثمن سالم

(مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن)

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

(۲۲ شعر)

زمانہ حج کا ہے جلوہ دیا ہے شاہد گل کو
الٰہی طاقت پرواز دے پر ہائے بلبل کو

(۱۰ شعر)

اندھیری رات ہے غم کی گھٹا **عصیاں** کی کالی ہے
دل بیکس کا اس آفت میں مولیٰ تو ہی والی ہے

(۸ شعر)

گنہ گاروں کو ہاتف سے نوید خوش مالی ہے
مبارک ہو شفاعت کے لئے احمد سا والی ہے

(۹شعر)

نہ عرش ایمن نہ انی ذاھب میں میہمانی ہے
نہ لطف ادن یا احمد نصیب لن ترانی ہے

(۱۶شعر)

الا یاایھا الساقی ادرکا سا" و ناولھا
که برباد شه کوثر بنا سازیم محفلها

(۱۰شعر)

بکار خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ
پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ

(۱۶شعر)

(۲)--- بحر ہزج مثمن اخرب کمفوف مکفوف مخنق سالم

(مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن)

شورمہ نوسن کر تجھ تک میں رواں آیا
ساقی میں ترے صدقے مے دے رمضاں آیا

(۱۱شعر)

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

(۱۱شعر)

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف انکی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

(۱۵شعر)

(۳)--- بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف مکفوف مخنق محذوف / مقصود

(مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن / مفاعیس)

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماویٰ ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا

(۸شعر)

سر تا بہ قدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

(۱۶شعر)

(۴)---- بحر ہزج مسدس سالم مقصود

(مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل)

ترا ذرہ مہ کامل ہے یا غوث
ترا قطرہ یم سائل ہے یا غوث

(۲۵شعر)

جو تیرا طفل ہے کامل ہے یا غوث
طفیلی کا لقب واصل ہے یا غوث

(۲۵شعر)

طلب کا منہ تو کس قابل ہے یا غوث
مگر تیرا کرم کامل ہے یا غوث

(۲۵شعر)

بدن یا فرد جو کامل ہے یا غوث
ترے ہی در سے مستکمل ہے یا غوث

(۲۵شعر)

زعکست ماہ تاباں آفریدند

زبوے تو گلستاں آفریدند

(۵)--- بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف

(مفعول مفاعلن فعولن)

اللہ و اللہ کے نبی سے
فریاد ہے نفس کی بدی سے

(۱۹شعر)

ایمان ہے قال **مصطفائی**
قرآن ہے حال **مصطفائی**

(۳۲شعر)

(۶)--- بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض مخنق محذوف

(مفعولن فاعلن فعولن)

غم ہو گئے بے شمار آقا
بندہ تیرے نثار آقا

(۱۸شعر)

آخری دونوں اوزان کا اجتماع جائز ہونا چاہئے کیونکہ "مفعول مفاعلن" پر **تخسنیق** کے عمل سے مفعولن فاعلن برآمد ہوتا ہے مگر بلاغت کی کتابوں میں ان دونوں اوزان کے اجتماع کا جواز راقم کی نظر سے نہیں گذرا۔ اس لئے ان دونوں اوزان کو الگ الگ ہی شمار کیا گیا ہے ورنہ یہ ایک ہی وزن ہے۔

غم ہو گئے بے شمار آقا

مفعول مفاعلن فعولن کے وزن پر ہی ہے البتہ دوسرا مصرع

بندہ تیرے نثار آقا

مفعولن فاعلن فعولن کے وزن پر ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کر دیا گیا ہے، اختلاف کی صورت میں دوسرے مصرع کو نعت کا وزن قرار دیا گیا ہے۔

(۷)--- رباعیات

رباعی کے اوزان بھی بحر ہزج سے ہی تعلق رکھتے ہیں مگر یہاں ان کا عروضی تجزیہ نہیں کیا جا رہا ہے اس لئے کہ ان اوزان کی تعداد درجنوں میں ہے اور رباعیات کا جائزہ لینے پر مضمون بہت طویل ہو جائے گا کیونکہ رباعیات کے سارے ہی اوزان کا اجتماع جائز ہے۔ اس لئے سہولت کے پیش نظر ہم ان کو ایک وزن شمار کئے لیتے ہیں۔ رباعیات کے اشعار کی تعداد حسب ذیل ہے :

اشعار رباعیات (سادہ)	۱۶۵
رباعیات مستزاد	۱۴
میزان	۱۷۹

یہ تعداد اس لئے بے تکی معلوم ہوتی ہے کہ ایک رباعی میں تین شعر ہیں جو خلاف اصول ہیں کیونکہ رباعی میں چار مصرعوں کا ہونا شرط ہے

اس بارے میں بحث مضمون کے خاتمے میں کی جائے گی۔

اس طرح فاضل بریلوی نے بحر ہزج کے کل ۷ اوزان میں ۵۱۳ اشعار کہے ہیں۔

○

(۲) بحر رمل

(فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن) کے سالم وزن میں تو "حدائق بخشش" میں کوئی شعر ہے نہیں (وجہ یہ ہے کہ یہ وزن اردو کے مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے اس وزن میں اردو میں شاذ و نادر اشعار ہی کہے گئے ہیں) مگر فاضل بریلوی نے اس بحر کے ۸، مزاحف اوزان میں طبع آزمائی کی ہے جو درج ذیل ہیں :

(۱)۔۔۔ بحر رمل مثمن سالم محذوف / مقصود

(فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن / فاعلان)

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعہ باطن میں گمنے جلوہ ظاہر گیا

(۱۶شعر)

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

(۱۱شعر)

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

(۱۵شعر)

راہ عرفاں سے جو ہم نادیدہ رو محرم نہیں
مصطفیٰ ہیں مسند ارشاد پر کچھ غم نہیں

(۹شعر)

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل، شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

(۱۵شعر)

رونق بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ

(۱۲شعر)

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

(۱۹شعر)

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی

(۱۶شعر)

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

(۱۷شعر)

مژدہ باد اے عاصیو! شافع شہ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو! ذات خدا غفار ہے

(۱۱شعر)

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

(۵۹شعر)

یا خدا بہر جناب مصطفےٰ امداد کن!
یا رسول اللہ از بہر خدا امداد کن!

(۱۱۶شعر)

السلام اے احمدت صہر برادر آمدہ
حمزہ سردار شہیداں عم اکبر آمدہ

(۱۵شعر)

اے بدور خود امام اہل ایقاں آمدہ
جان انس و جان جان و جان جاناں آمدہ

(۱۷شعر)

اے کہ صد جاں بستہ در ہر گوشہ داماں توئی
دامن افشانی و جاں بار و چرا بیجاں توئی

(۱۱۰شعر)

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہہ پرہیز گاری واہ واہ

(۱۴شعر)

(۲)--- بحر رمل مثمن سالم مخبون محذوف، مقصود، محذوف مسکن

(فاعلاتن فعلان فعلاتن فعلن / فعلان، فعلن)

اس وزن میں کل ۱۷ نعتیں اور **منقبتیں** کہی گئی ہیں۔ بحر رمل مثمن سالم مخبون محذوف (فلاتن فعلاتن فعلاتن **فعلن**) میں ۳ نعتوں کے ۷۳ اشعار، رمل مثمن سالم مخبون مقصود (فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان) میں ۱ نعت کے ۱۴ شعر اور رمل مثمن سالم مخبون محذوف مسکن (فاعلاتن فعلاتن فعلاتن **فعلن**) میں ۱۳ نعتوں اور **منقبتوں** کے ۲۱۱ اشعار کہے گئے ہیں۔

نعتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا

(۹شعر)

تاب مرأت سحر گرد بیابان عرب
غازہ روئے قمر دود چراغان عرب

(۱۴شعر)

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلان عرب
پھر کھنچا دامن دل سوئے بیابان عرب

(۱۴شعر)

جوبنوں پر ہے بہار چمن آرائی دوست
خلد کا نام نہ لے بلبل شیدائی دوست

(۱۴شعر)

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(۲۵شعر)

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچوں اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

(۲۵شعر)

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ **غیث** کہ ہر **غیث** ہے پیاسا تیرا

(۲۵شعر)

الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا
مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا
(۲۵شعر)

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبدالقادر
سر باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر
(۸شعر)

گذرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر
(۸شعر)

نار دوزخ کو چمن کردے بہار عارض
ظلمت حشر کو دن کردے نہار عارض
(۱۲شعر)

عشق مولیٰ میں ہو خونبار کنار دامن
یا خدا جلد کہیں آئے بہار دامن
(۹شعر)

زائر و پاس ادب رکھو ہوس جانے دو
آنکھیں اندھی ہوئی ہیں ان کو ترس جانے دو
(۸شعر)

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو
(۱۸شعر)

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخ اے مہر فروزاں ہم کو
(۲شعر)

حاجیو آؤ! شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو
(۲۱شعر)

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی
(۱۷شعر)

(۳)---بحر رمل مثمن مشکول سالم

(فعلات فاعلاتن فلات فاعلاتن)

مستزاد

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا
(۱۵شعر)

(۴)---- بحر رمل مثمن مخبون مقصور / محذوف

(فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن)

قطعہ

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن
نہ مرا گوش بمدحی نہ مرا ہوش ذمی
(۲شعر)

(۵)---بحر رمل مسدس سالم محذوف

(فاعلاتن فاعلاتن فاعلن)

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا

شاد ہر نام کام ہو ہی جائے گا
(۱۷شعر)

پاٹ یہ کچھ دھار یہ کچھ زار ہم
یا الٰہی کیوں کر اتریں پار ہم
(۳۱شعر)

حرز جاں ذکر شفاعت کیجئے
نار سے بچنے کی صورت کیجئے
(۳۳شعر)

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
(۱۷شعر)

داد عشقم جام وصل کبریا
پس ابگفتم بادہ ام را سویم آ
(وظیفہ قادریہ‘ ۹۲شعر)

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا
دل تھا ساجد نجدیہ پھر تجھ کو کیا
(۱۴شعر)

گریہ کن بلبلا از رنج و غم
چاک کن اے گل گریباں از الم
(مثنوی‘ ۱۹۴شعر)

(۶)--- بحر رمل مسدس سالم مجنون محذوف مسکن

(فاعلاتن فعلاتن فعلن)

آنکھیں رو رو کے سجانے والے
جانے والے نہیں آنے والے
(۱۸شعر)

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے
بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے
(۱۹شعر)

راہ پرخار ہے کیا ہونا ہے
پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے
(۳۵شعر)

ذرے جھڑ کر تری پیزاروں کے
تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے
(۱۰شعر)

انبیا کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
(۷شعر)

(۷)--- بحر رمل مسدس سالم مجنون محذوف (مضاعف)

(فاعلاتن فعلاتن فعلن فاعلاتن فعلاتن فعلن)

وصف رخ انکا کیا کرتے ہیں شرح والشمس وضحیٰ کرتے ہیں
ان کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں‘ جن کو محمود کہا کرتے ہیں
(۱۶شعر)

(۸)--- بحر رمل مربع سالم

(فاعلاتن فاعلاتن)

مصطفےٰ خیر الوریٰ ہو

سرور ہر دوسرا ہو
(۲۷شعر)

ملک خاص کبریا ہو
مالک ہر ماسوا ہو
(۱۸شعر)

اس جائزے سے معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی نے بحر رمل کے ۸ اوزان میں ۱۲۹۸ اشعار کہے ہیں۔

○

(۳) بحر رجز

(مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن) کے دو مختلف اوزان میں کہے گئے اشعار اس طرح ہیں :

(۱)--- بحر رجز مثمن سالم

(مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن)

رخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زُلف یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
(۱۰شعر)

اے شافع تر دامناں' دے چارہ درد نہاں
جان و دل روح رواں یعنی شہ عرش آستاں
(۱۵شعر)

(۲)--- بحر رجز مثمن مطوی مخبون

(مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن)

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفٰے کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں
(۸شعر)

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تری گلی سے جائے کیوں
(۲۱شعر)

یاد وطن ستم کیا دشت حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھا لی کیوں
(۱۳شعر)

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے
(۱۲شعر)

گویا بحر رجز کے دونوں اوزان میں کہے گئے کل اشعار کی تعداد ۷۴ ہے۔

○

(۴) بحر کامل مثمن سالم

(متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن) اس بحر کا کوئی مزاحف وزن استعمال نہیں ہوا۔ سالم وزن میں دو نعتوں کے ۴۳ اشعار ہیں۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں!
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
(۱۶شعر)

نظر اک چمن سے دوچار ہے نہ چمن چمن بھی نثار ہے
عجب اس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے

(۲۷شعر)

○

(۵) بحر وافر مثمن سالم

(مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن) یہ بحر عربی شاعری سے مخصوص ہے فارسی اور اردو شعریات کے لئے قطعاً" نامانوس ہے مگر فاضل بریلوی نے اس بحر میں بھی ۲۵ شعر کی ایک نعت عنایت فرمائی ہے۔

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے
(۲۵شعر)

○

(۶) بحر متقارب

(فعولن فعولن فعولن فعولن) امام اہل سنت نے اس بحر کو سالم بھی استعمال کیا ہے اور اس کے دو مزاحف وزن بھی استعمال کئے ہیں۔ گویا اس کے بحر کے کل تین اوزان میں ۷ نعتوں کے، ۱۷۳ اشعار عطا فرمائے ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے :

(ا)--- بحر متقارب مثمن سالم

(فعولن فعولن فعولن فعولن)

زہے عزت و اعتلائے محمد
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد
(۱۶شعر)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
(۱۱شعر)

نبی سرور ہر رسول و ولی ہے
نبی راز دار مع اللہ لی ہے
(۱۴شعر)

(۲)--- بحر متقارب مقبوض اثلم شانزدہ رکنی

(فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن)

اٹھادو پردہ دکھا دو چہرا کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہورہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے
(۱۳شعر)

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کیلئے تھے
(۹۷شعر)

(۳)--- بحر متقارب شانزدہ رکنی (ہندی وزن)

اس وزن کے افاعیل کی ترتیب بدلتی رہتی ہے، اس لئے وزن نہیں لکھا جا رہا ہے۔

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ
(۷شعر)

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
(۱۵شعر)

○

(۷) بحر متدارک

(فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن) کے سالم اور مزاحف اوزان میں امام اہل سنت نے جو اشعار کہے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے :

(۱)--- بحر متدارک مثمن سالم' مذال

(فاعلن فاعلن فاعلن' فاعلان)

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
(۲۴شعر)

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
(۱۷۰شعر)

(۲)--- بحر متدارک مخبون شانزدہ رکنی

(فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن)

ہے کلام الٰہی میں شمس وضحیٰ ترے چہرہ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم
(۸شعر)

(۳)--- بحر متدارک مخبون' مخبون مسکن شانزدہ رکنی

(اس میں فعلن اور فعلن کسی بھی ترتیب سے ۱۶ بار آتے ہیں)

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سرسوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا
(۱۰شعر)

معلوم ہوا کہ اس بحر کے ۳ اوزان میں ۴ نعتوں کے ۲۱۲ اشعار کہے گئے ہیں۔

○

(۸) بحر مضارع

(مفاعیلن فاعلاتن مفاعلین فاعلاتن) کا سالم وزن تو استعمال نہیں ہوا مگر مندرجہ ذیل دو مزاحف وزن استعمال ہوئے ہیں :

(۱)--- بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف مکفوف مخنق سالم

(مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن)

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
(۱۱شعر)

(۲)--- بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف مکفوف مخنق محذوف

(مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن)

اے شافع امم شہ ذی جاہ لے خبر
للہ لے خبر مری للہ لے خبر
(۱۲شعر)

کیا ٹھیک ہو رخ نبوی پر مثال گل
پامال جلوہ کف پا ہے جمال گل
(۱۹شعر)

رشک قمر ہوں رنگ رخ آفتاب ہوں
ذرہ ترا جو اے شہ گردوں جناب ہوں
(۱۷شعر)

اہل صراط روح امیں کو خبر کریں
جاتی ہے امت نبوی فرش پر کریں
(۸شعر)

پل سے اتارو راہ گذر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
(۱۱شعر)

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے
(۱۱شعر)

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے
(۶۱شعر)

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
(۶۳شعر)

دونوں اوزان میں نعتوں کی تعداد ۹ ہے اور کل اشعار ۲۱۳ ہیں۔

○

(۹) بحر مجتث

(مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن) کا سالم وزن بھی استعمال نہیں ہوا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بحر مضارع کے سالم وزن کی طرح اس بحر کا سالم وزن بھی ہماری شعریات سے مانوس نہیں ہے۔ البتہ فاضل بریلوی نے اس بحر کے ایک مزاحف وزن کی تین شکلوں کو استعمال کیا ہے۔

بحر مجتث مثمن مخبون مقصور، محذوف، ابتر
(مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان، فعلن، فعلن)

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول
(۴۲شعر)

خراب حال کیا دل کو پر ملال کیا
تمہارے کوچے سے رخصت نے کیا نہال کیا
(۱۴شعر)

تمہارے ذرے کے پرتو ستارہ ہائے فلک
تمہارے نعل کی ناقص مثل ضیائے فلک
(۱۲شعر)

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے

اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
(۱۷اشعر)

نہ آسمان کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا
حضور خاک مدینہ حمیدہ ہونا تھا
(۱۷اشعر)

ظاہر ہوا کہ صرف ایک وزن میں ۵ نعتوں کے ۱۰۳ اشعار کہے گئے ہیں۔

○

(۱۰) بحر بسیط

(مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن) بھی اردو کے مزاج سے مانوس نہیں ہے۔ اس لئے اس کے بھی صرف ایک وزن میں موصوف نے طبع آزمائی کی ہے۔

(ا)۔۔۔ بحر بسیط مثمن مطوی مذال

(مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلات)

کعبے کے بدرالدجی تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود
(۶۰شعر)

پتہ چلا کہ اس بحر کے صرف ایک وزن میں ایک نعت کے ۶۰ اشعار کہے ہیں۔

○

(۱۱) بحر خفیف

(فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن) کے بھی صرف مندرجہ ذیل ایک وزن میں طبع آزمائی کی گئی ہے۔

(ا)۔۔۔ بحر خفیف مسدس سالم سخبون محذوب / محذوف مسکن

(فاعلاتن مفاعلن فعلن' فعلن)

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے
(۱۲شعر)

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
ترے دن اے بہار پھرتے ہیں
(۱۶شعر)

امتان و سیاہ کار یہا
شافع حشر و غم گسار یہا
(۹شعر)

کل ملا کر بحر خفیف کے ایک وزن میں ۳ نعتوں کے ۳۷ اشعار کہے گئے ہیں۔

اس تجزیئے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ امام احمد رضا نے ۱۱ بحروں کے ۲۹ اوزان میں طبع آزمائی کی ہے۔ یہ تعداد کم نہیں ہے۔ غالب دہلوی نے جن کا کام شاعری کرنا ہی تھا' پروفیسر عنوان چشتی کے مطابق ۸ بحروں کے ۱۹ اوزان میں ہی شاعری کے جوہر دکھائے ہیں۔ مولانا اصغر گونڈوی نے صرف ۷ بحروں کے ۱۴ اوزان پر طبع آزمائی کی ہے۔ ڈاکٹر عارف حسن خاں' صدر شعبہ اردو' ہندو کالج مراد آباد کے تجزیئے کے مطابق میر تقی میر

نے ۱۰ بحرو کے صرف ۲۴ اوزان کو برتا ہے۔ اس بات کو نظر میں رکھیں تو معلوم ہوگا کہ فاضل بریلوی نے جو بحریں اور اوزان استعمال کئے ہیں وہ توقع سے بہت زیادہ ہیں۔ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ بحر وافر جو عربی شاعری کے لئے خاص ہے اور جس کی تفہیم کے لئے اہل بلاغت نے اردو میں ایک ایک شعر مثال میں لکھ کر کام چلا لیا ہے' میں فاضل موصوف نے ۲۵ اشعار کہے ہیں جو نہایت رواں ہیں اور ان کا آہنگ نامانوس نہیں لگتا۔

بحر کامل بھی باوجود ترنم کی خوبی کے اردو میں بہت زیادہ عام نہیں ہے۔ فاضل بریلوی نے اس بحر کے سالم وزن میں دو نعتوں کے ۴۳ اشعار نکالے ہیں۔ ان میں سے ایک نعت نے شہرت اور مقبولیت کی حدوں کو چھو لیا ہے' وہ نعت ہے :

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں

مذکورہ بحروں میں سے ۴ بحریں مضارع' مجتث' بسیط اور خفیف مرکب بحریں ہیں۔ ان میں سے بسیط اور خفیف خاصی دشوار ہیں مگر موصوف نے ان بحروں کو بھی اچھوتا نہیں چھوڑا۔ مفرد بحروں میں سے تو کوئی بحر بھی ایسی نہیں ہے جس میں انہوں نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔

جذبے کی شدت اور احساس کی کیفیت بحر رمل میں خوب ادا ہوتی ہے۔ اس لئے زیادہ تر شعراء اس بحر میں دیگر بحروں کے مقابلے میں زیادہ شعر کہتے ہیں۔ مگر فاضل بریلوی نے اس بحر کے استعمال میں بھی کمال کر دیا ہے۔ "حدائق بخشش" کے دونوں حصوں میں کل اشعار ۲۱۰۸ ہیں۔ ان میں سے بحر رمل کے ۸ اوزان میں ۱۲۹۸ اشعار کہے گئے ہیں جو کل اشعار کا ۵۶ . ۴۷ فیصد یعنی نصف سے کچھ ہی کم ہے۔ اس بحر کا ایک وزن مثمن سالم محذوف (فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن) بہت مترنم اور مقبول ہے۔ صرف اسی وزن میں آپ موصوف نے ۴۵۵ شعر نکالے ہیں جو کل تعداد اشعار کے ۱۶.۸ فیصد ہیں' یعنی کل کے ۱/۶ سے زیادہ ۔ یہ اطلاع بھی خالی از دلچسپی نہیں۔

اس تجزیئے کو سامنے رکھ کر اور بھی بہت سے نتائج نکالے جا سکتے ہیں' مگر طوالت کے خوف سے ان کو نظرانداز کیاجا رہا ہے مگر یہ تجزیہ نامکمل رہ جائے گا' اگر فاضل بریلوی کی اس رباعی پر بھی اظہار خیال نہ کر لیا جائے جس کی جانب بحر ہزج کے آخر میں رباعیات کے اشعار کی تعداد بتاتے ہوئے ہلکا سا اشارہ کیا جا چکا ہے۔ یہ رباعی " حدائق بخشش" جلد دوم کی "نظم معطر" کی ردیف الزار میں ہے۔ اس کا متن حسب ذیل ہے :

اے برور تو نماز عبدالقادر

اے رخ تو نیاز عبدالقادر

اے فضل تو برگ و ساز عبدالقادر

فیض تو چمن طراز عبدالقادر
آں کن کہ رسد قمری بے بال و پرے
در سایہ سرد ناز عبدالقادر

رباعی کی تین شرطوں میں سے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ اس میں چار مصرعے ہوں، مگر اس کے برخلاف اس میں چھ مصرعے ہیں۔ غالباً" یہ اعتراض کسی جانب سے پہلے بھی اٹھایا جا چکا ہے۔ یہ بات یقین سے تو نہیں کہی جا سکتی مگر " حدائق بخشش" کے بعد کے ایڈیشنوں میں یہ کیا گیا ہے کہ پہلے اور باقی چار مصرعوں کو رباعی بنا دیا گیا ہے، گویا مرتبین و **مصححین** "حدائق بخشش" نے بھی یہ سمجھ لیا کہ یہ فاضل بریلوی کی غلطی ہے اور وہ اس بات سے واقف نہ تھے کہ رباعی میں چار مصرعوں کا ہونا شرط ہے اور اس ناواقفیت کی بناء پر وہ ۶ مصرعوں کی رباعی کہہ گئے۔ حالانکہ ہر ذی عقل اس بات کو تسلیم کرے گا کہ عربی کا ایک جید عالم لفظ رباعی کے لغوی معنی سے ناواقف ہرگز نہیں ہو سکتا۔ عربی زبان کے مبتدی بھی ثلاثی، رباعی، خماسی اور سداسی کی اصطلاحوں کو سمجھتے ہیں۔ پھر مرتبین و **مصححین** "حدائق بخشش" نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ امام احمد رضا سے رباعی کہنے میں لغزش ہوئی ہے اور انہوں نے تصحیح کرتے وقت دو مصرعوں کو حاشیے میں ترچھا لکھ دیا۔

راقم الحروف اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہے کہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو رباعی کے مصرعوں کی تعداد معلوم نہیں تھی۔ ورنہ باقی تمام ہی ۸۸ رباعیات چار مصرعوں پر ہی مشتمل کیوں ہوتیں۔

پھر اس کی وجہ کیا ہوئی؟ میری دانست میں فاضل بریلوی نے اس میں ایک خود ایجاد کردہ صنعت کا استعمال کیا ہے۔ یہ ایک رباعی نہیں بلکہ ۳ رباعیاں ہیں۔ ملاحظہ ہو کس طرح :

۱۔ اے بردر تو نماز عبدالقادر
اے رخ تو نیاز عبدالقادر
اے فضل تو برگ و ساز عبدالقادر
فیض تو چمن طراز عبدالقادر

۲۔ اے بردر تو نماز عبدالقادر
اے رخ تو نیاز عبدالقادر
آں کن کہ رسد قمری بے بال و پرے
در سایہ سرد ناز عبدالقادر

۳۔ اے فضل تو برگ و ساز عبدالقادر
فیض تو چمن طراز عبدالقادر
آں کن کہ رسد قمری بے بال و پرے
در سایہ سرد ناز عبدالقادر

ہوا یہ تھا کہ ۳ رباعیوں میں ۶ مصرعے مشترک تھے۔ اس لئے تینوں رباعیات کو اختصار کے ساتھ ایک جگہ لکھ دیا گیا اور اس معمے کو حل

ڈاکٹر محمد مالک۔ایم بی بی ایس

امام احمد رضا کا نظریۂ شخصیت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمتہ کے تعمیر شخصیت سے متعلق افکار و نظریات فتاویٰ رضویہ سے لے کر ملفوظات تک پھیلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انسانی تعمیر سے متعلق گفتگو کا آغاز انسان کی تعریف سے کرتے ہیں۔

امام احمد رضا کے نزدیک انسان کی تعریف

امام احمد رضا نے ملفوظات میں انسان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے "حق یہ ہے کہ انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہے اور روح امر رب سے ہے اس کی معرفت بے معرفت رب نہیں ہوسکتی اس لئے اولیاء فرماتے ہیں **من عرفہ نفسہ فقد عرفہ ربہ** جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے ضرور اپنے رب کو پہچان لیا یعنی معرفت اب اس وقت ہو گی جب معرفت رب ہولے"

ملفوظات سوم ص 284 پر یوں فرماتے ہیں۔

"آدمی تین قسم کے ہیں

(1) مفید۔ وہ کے دوسروں کو فائدہ پہنچائے

(2) مستفید۔ وہ کے جو دوروں سے فائدہ حاصل کرے

(3) منفرد۔ وہ کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو اور ہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے"

امام احمد رضا کے نزدیک علم کی تعریف

امام احمد رضا علم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں "علم وہ نور ہے جو شے اس کے دائرے میں آگئی منکشف ہو گئی اور یہ جس سے متعلق ہو گیا اس کی صورت ہمارے ذھن میں مرتسم ہو گئی"

"فلاسفہ نے جو کہا کہ علم صورت عند العقل کا نام ہے یہ غلط ہے۔ ان سفہا نے اصل و فروع میں فرق نہ کیا۔ علم سے ہمارے ذہن میں

معلوم کی صورت حاصل ہوتی ہے اور نہ حصول صورت سے علم" آگے فرماتے ہیں۔ "فلاسفہ اپنے علم کو نہ پہچان سکے تو علم الٰہی کو کیا جانیں گے"

تعمیر شخصیت کا ماڈل (Model of Personality Formation)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت تعمیر شخصیت کا ماڈل بیان کرتے ہوئے ملفوظات حصہ سوم ص 311 پر یوں فرماتے ہیں۔ "اصل میں تین چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں

(1) نفس (2) روح (3) قلب

روح لمنزلہ بادشاہ کے ہے اور نفس و قلب اس کے دو وزیر ہیں نفس (نفس امارہ) اس کو ہمیشہ شر کی طرف لے جاتا ہے اور قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے اور معاذاللہ کثرت معاصی اور خصوصاً" کثرت بدعات سے اندھا کر دیا جاتا ہے اب اس میں حق کے دیکھنے سمجھنے غور کرنے کی قابلیت نہیں رہتی مگر ابھی حق سننے کی استعداد باقی رہتی ہے اور پھر معاذاللہ اوندھا کر دیا جاتا ہے اب وہ نہ حق سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے بالکل چوپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔" پھر آگے فرماتے ہیں۔ "قلب حقیقتہ" اس مضغہ گوشت کا نام نہیں بلکہ وہ ایک لطیفہ غیبیہ ہے جس کا مرکز یہ **مضغہ** گوشت ہے سینے کے بائیں جانب اور نفس کا مرکز زیر ناف ہے"

موجودہ صدی میں اس مسلم ورلڈ کے عظیم رہبر کے فرمودات سے پتہ چلتا ہے کہ روح انسانی جسم میں ایک الگ اور منفرد حیثیت رکھتی ہے اور اپنی ذات کی شناخت اور اپنی ہستی کی آگہی کے حوالے سے ذہنی روشنی اور اخلاقی بلندی و سرفرازی سے متصف ہوتی ہے للذا یہ ثابت ہوا کہ روح (Soul) ایک لافانی و لازوال حقیقت ہے جسے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے تعمیر شخصیت کے ماڈل میں لمنزلہ بادشاہ بتایا ہے اور یہی انسان کی خود آگہی کا مرحلہ ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت ایک جگہ بیان فرماتے ہیں **من عرفہ نفسہ فقد عرفہ ربہ** یہاں نفس سے مراد روح (آگہی) ہے جو خالق حقیقی کی معرفت اور فطری محبت کی تلاش کے لئے تحریک کا کام کرتی ہے۔

تجربات و مشاہدات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تعمیر شخصیت اور تشکیل ذات کے لئے ان تینوں (نفس، قلب، روح) میں نظم و ضبط اور وحدت کا ہونا ضروری ہے اور اگر یہ نظم و توازن نہ رہے تو وحدت بکھر جاتی ہے اور شخصیت کا بگاڑ (Abnormality) شروع ہو جاتا ہے۔

روح
نفس قلب

اسلامی تشریح (Islamic description)

اسلامی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو نفس کی تین اقسام ہیں۔

1- نفس امارہ
2- نفس لوامہ
3- نفس **مطمئنہ**

نفس امارہ اسے کہتے ہیں جو **طبعیت** عنصری اور عادات سفلی کی تاریکی میں پوری طرح گھرا ہوا ہو چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **"ان النفس لا مارة بالسو"** (یوسف 52)

ترجمہ: بیشک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔ معلوم ہوا نفس انسانی امارہ ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون** (طلاق)

ترجمہ: جو اپنے نفس کے مرض سے محفوظ رہے وہی فلاح پانے والے ہیں۔

جب ریاضت و مجاہدہ سے نفس پستی سے ابھرنا شروع ہوتا ہے تو نور ہدایت کی روشنی میں اسے ضلالت و گمراہی کا احساس ہونے لگتا ہے تو وہ گناہوں سے دور بھاگنے کی کوشش کرتا ہے اور احساس گناہ پر ملامت کا اظہار کرتا ہے اس وقت اسے نفس لوامہ کہتے ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

ولا اقسم بالنفس اللوامہ (القیمٰہ 29)

ترجمہ: اور اس جان کی قسم جو اپنے اوپر ملامت کرے۔ نفس لوامہ ایک نفس کا نام ہے جو ہر شخص میں موجود ہے اور جو نفس امارہ کو ملامت کرتا ہے۔ اور جب یہ اخلاقیات' تہذیب و تمدن اور اصلاح احوال کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ جاتا ہے تو اسے نفس مطمئنہ کہتے ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے **یا ایھا النفس المطمئنہ - ارجعی الی ربک راضیہ مرضیہ فادخلیفی عبادی وادخلی جنتی** (الفجر آیت 26)

ترجمہ: اے اطمینان والا نفس اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔ اور یہ قرب الٰہی کا ذریعہ قرآن کی روشنی میں یوں حاصل ہوتا ہے **الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب** (الرعد27)

ترجمہ: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے (کنزالایمان)

خزائن العرفان (حاشیہ کنزالایمان) میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے "اس کے رحمت و فضل اور اس کے احسان و کرم کو یاد کر کے بے قرار دلوں کو قرار و اطمینان حاصل ہوتا ہے"۔

قلب

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تعمیر شخصیت کے ماڈل میں قلب سے متعلق فکر انگیز گفتگو فرمائی

ہے۔ لہٰذا قلب کی مزید وضاحت ضروری سمجھتا ہوں تاکہ تعمیر شخصیت سے متعلق اس کی اہمیت ابھر کر سامنے آسکے۔

لغوی اعتبار سے قلب کے معنی دل، خرد اور شکم کے خالص اور درمیانی حصہ کے ہیں ایک تحقیق کے مطابق منازل قمر میں سے ایک منزل کا نام بھی قلب ہے مگر اصطلاح تصوف میں قلب ایک جوہر نورانی ہے جو مادہ سے مجرد اور روح و نفس انسانی کے مابین ایک درمیانی چیز ہے چنانچہ تعمیر شخصیت اور تشکیل ذات کا دارومدار اسی قلب پر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے **اللہ نور السموات والارض** (الخ)

اس آئیہ کریمہ میں جسم کو مشکوٰۃ کے ساتھ، قلب کو زجاجہ کے ساتھ اور روح کو مصباح کے ساتھ اور نفس کو شجرۃ کے ساتھ تشبیح دی ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں قلب انسانی اللہ تعالیٰ کا ایک نور ہے جس کی ایک چمک تمام مخلوقات و موجودات کا خلاصہ ہے اس کی ایک خاصیت یہ کہ لوٹ پوٹ کو جلد قبول کرتا ہے۔ صوفیائے کرام قلب کی ایک وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ (قلب) اپنے محل اصلی کی طرف منقلب ہوتا ہے دنیا سے آخرت کی طرف پھرتا ہے مشہد اس کا خلقی سے حقی ہو جاتا ہے۔ قلب کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ وجود کے حقائق کا آئینہ ہے کیونکہ عالم کے تغیرات قلب میں منعکس اور منطبع ہوتے رہتے ہیں۔ بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ عالم قلب کا آئینہ ہے کیونکہ قلب اصل اور عالم اس کی فرع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **ماوسعنی ارضی ولا سمائی ووسعنی قلب عبدی المومن**

قلب میں اللہ تعالیٰ نے قوت ذاتیہ الٰہیہ سے وسعت فرمائی ہے یہ وسعت تین اقسام پر ہے (1) وسعت علمی (2) وسعت مشاہدہ (3) وسعت خلافت۔

وسعت علمی۔ یہ معرفت الٰہی ہے جس کی پہچان صرف قلب انسانی کر سکتا ہے۔

وسعت مشاہدہ۔ یہ ایک کشف ہے جس کے ذریعے سے صرف قلب جمال الٰہی ہی کی خوبیوں سے مطلع ہوتا ہے۔

وسعت خلافت۔ وسعت خلافت سے مراد اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تصرفات میں وسعت ہے یہ محققین کی وسعت ہے یہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ذات میں ذات اور صفات میں صفات اور ہویت میں ہویت اور انیت میں انیت اس درجہ ڈوب جائے کہ عزیت کا حکم قطعاً" مفقود ہو جائے۔

رضوی نظریۂ شخصیت کی جدید تشریح

اب ہم مفکر اسلام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے نظریہ شخصیت (نفس، روح، قلب) کا جدید نفسیات کی روشنی میں درج ذیل پہلوؤں سے جائزہ لیتے ہیں۔

1- شخصیت کا حیاتیاتی پہلو
(Biological aspect of personality)

2- شخصیت کا سماجی پہلو
(Social aspect of personality)

3- شخصیت کا روحانی پہلو
(Spirtual aspect of personality)

شخصیت کا حیاتیاتی پہلو

اللہ تعالیٰ نے علم و عقل کے ساتھ انسان کو تخلیق کیا تاکہ یہ تسخیر کائنات کی راہ پر گامزن ہو کر مقصد حیات کو حاصل کر سکے۔ اس لئے انسان کو فطرت سلیمہ (Right path) پر پیدا کر کے تمام مخلوقات میں ممتاز فرمایا۔

جدید تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ شخصیت کے حیاتیاتی پہلو کی ابتدا (Zygote formations) سے ہوتی جس کا ذکر متعدد قرآنی آیات میں موجود ہے **مثلاً**" سورہ حجر آیت 28-29

AND REMEMBER WHEN THE LORD SAID THE ANGELS: I AM GOING TO CREATE A HUMAN BEING FROM SOUNDING CLAY SCENTED WITH SOFT SOIL. SO WHEN I HAVE FASHIONED HIM, AND WHEN I HAVE BLOWN INTO HIM MY SPIRIT, THEN YOU MUST FALL DOWN BEFORE HIM.

(AL HIJRA 28, 29)

ثابت ہوتا ہے کہ تخلیقی عمل اندرونی طور پر متحرک افعال رہتا ہے اور منشائے الٰہی کے تحت وحدت اور نظم و ضبط کا پابند ہے۔

حیاتیاتی پہلو اور نفس

حیاتیاتی پہلو انسان کے ظاہری جسم، باطنی جسم اور اس کے نظاموں پر مشتمل ہے۔ ظاہری جسم سے مراد انسان کے عضویاتی ساخت و اعمال ہیں جن کا ہم مشاہدہ کر سکتے ہیں **مثلاً**" شکل و صورت، عادات و کردار، باطنی جسم اور اس کے نظاموں (Systems) سے مراد جسم کے اندرونی ساخت اور اعمال ہیں **مثلاً**" وراثتی نظام (Hereditasy system)، غدودوں کا نظام (Glandnlar system)، دماغی نظام (Nervous system)، نظام انحصار اور دیگر اندرونی اعضاء، کی کارکردگی جو انسان کے جسمانی و ذہنی اعمال و افعال کو متاثر کرتے ہیں۔

تجربات و مشاہدات سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ حیاتیاتی پہلو اگر راہ اعتدال پر رہے یعنی انسان نفس پر قابو پالے تو انسان نارمل رہتا

ہے اور اگر نفس کا غلام بن جائے تو بگاڑ (Abnormality) پیدا ہو جاتا ہے **نتیجتہ**" انسان کی سماجی اور روحانی پہلو کی نشوونما کا عمل رک جائے گا جس سے تعمیر شخصیت اور تکمیل ذات کا عمل متاثر ہوگا اور بالآخر جسمانی و نفسیاتی مسائل اور بیماریاں جنم لیں گی۔

شخصیت کا سماجی پہلو اور قلب

شخصیت کے سماجی پہلو کی ابتدا پیدائش ہی سے شروع ہو جاتی ہے جب انسان اس وسیع دنیا میں آنکھ کھولتا ہے۔ سماج سے واسطہ پڑتا ہے مختلف ماحول دیکھنے میں آتا ہے نت نئے مشاہدات و تجربات ہوتے رہتے ہیں اور یوں انسانی شخصیت کے سماجی پہلو کی نشوونما تکمیلی مراحل سے گزرتی ہے اور انسان حیاتیاتی سالمیت کی طرح اپنے سماجی وجود کا تحفظ اور بقا چاہتا ہے۔ قلب شخصیت کے سماجی پہلو کا نمائندہ ہے۔ قلب اخلاقی اصولوں کی پاسداری' مہذب معاشرتی ضابطوں کی حفاظت اور نفس کو تہذیب و تمدن سکھاتا ہے اور اصلاح احوال کرتا ہے۔

قلب کا مثبت اور منفی پہلو

(Positive and negative aspect of Qalb)

مفکر اسلام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تعمیر شخصیت اور تکمیل ذات کا جو ماڈل پیش کیا ہے اس کی رو سے قلب کے دو پہلو ہو سکتے ہیں۔

1- قلب کا مثبت پہلو 2- قلب کا منفی پہلو۔

قلب کا مثبت پہلو فرد کو نفس کے تسلط سے دور رکھتے ہوئے تعمیر شخصیت کے روحانی سانچے میں ڈھال لیتا ہے جس کے تحت فرد نفسانی جبلت و **بہیمت** (Basic instint) سے بچ کر سماجی اور تہذیبی پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے اور یوں تکمیل ذات کے عمل کو آگے بڑھاتے ہوئے شخصیت کے نقطہ کمال تک پہنچتا ہے اور صفات باری تعالیٰ کا مظہر بن جاتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ "قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے" صوفیائے کرام کے نزدیک یہ مرحلہ تزکیہ نفس اور صفائی قلب کہلاتا ہے۔

قلب کا منفی پہلو فرد کو نفس کا غلام بنانے کی کوشش کرتا ہے یعنی نفس کے زیر اثر ہو جاتا ہے جس سے فرد کے سماجی اور روحانی پہلوؤں کی نشوونما رک جاتی ہے اور فرد تعمیر شخصیت' تکمیل ذات اور مقصد حیات حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے **لہٰذا** وہ بگاڑ (Abnormality) کی طرف بڑھنے لگتا ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے اور معاذاللہ کثرت معاصی اور خصوصا" بدعات سے اندھا کر دیا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے **فی قلوب مرض** ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ صوفیائے کرام نے قلب کی تین بیماریوں کا ذکر کیا ہے اور جن سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

1- حدیث نفس۔ یعنی اپنے قصد و اختیار سے باتیں کرتے رہنا

2- خطرہ۔ یعنی بلا قصد دل میں باتوں کا گزرنا

3- نظر بہ غیر۔ جو اشیاء **متکثرہ** کے علم سے پیدا ہوتی ہیں۔

تعمیر شخصیت کا روحانی پہلو

(Spiritual aspect of personality)

تعمیر شخصیت کا روحانی پہلو ہی تکمیل ذات اور مقصد حیات کے حصول کی سعی میں نمایاں اور مرکزی کردار ادا کرتا ہے یہ نفس اور قلب پر محتسب کی حیثیت سے مذہبی اور اخلاقی اقدار کی نمائندگی کرتا ہے یہ فرد کو سچائی اور حقیقت کی راہ دکھاتا ہے اور یوں فرد تزکیہ نفس اور صفائی قلب کے مراحل سے گزر کر روحانیت کے اعلیٰ مقام کو پالیتا ہے جسے صوفیائے کرام معرفت الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں "اصل میں تین چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں نفس، روح، قلب۔ روح بمنزلہ بادشاہ کے ہیں اور نفس و قلب اس کے دو وزیر ہیں۔

نشو ونما، تربیت اور شخصیت سے متعلق مزید انکشاف

جدید تجربات و مشاہدات کے مطابق بچہ کی نشو ونما، تربیت اور تعمیر شخصیت کا نظام ماں کے پیٹ سے شروع ہو جاتا ہے چنانچہ جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں اسے دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

1- ماں کے پیٹ کے اندر کی زندگی

(Intra uterine life)

2- ماں کے پیٹ سے باہر کی زندگی

(Extra uterine life)

1- ماں کے پیٹ کے اندر کی زندگی

تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ حمل کے دوران ماں کو پیش آنے والے حادثات، ناخوشگوار واقعات اور اس طرح پرسکون اور خوشگوار ماحول بچے کی نشو ونما کو متاثر کرتے ہیں اور یہ عمل (Zygote formation) سے شروع ہو جاتا ہے جدید امبریالوجی (Modern Embryology) کے مطابق **جنین** کے دو مرحلے ہیں

1- پہلا مرحلہ Embryonic period (3 ہفتے تا 8 ہفتے) کہلاتا ہے۔

2- دوسرا مرحلہ Fetal period (تیسرے مہینے تا پیدائش) کہلاتا ہے۔

اگر جدید ایمبریا لوجی کو قرآنی آیت کی روشنی میں دیکھیں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ انسانی جنین (Human fetus) جب چار ماں کا ہو جاتا ہے تو اس کے اعضاء حسی کی نشو ونما مکمل ہو جاتی ہے۔

ماہرین نفسیات (تھامس ورنی اور انیتھونی ڈی کاسپر۔ نارتھ کیرولینا یونیورسٹی) کی تحقیق کے مطابق 4 مہینے کے بعد جنین (Fetus) میں عقلی صلاحیتوں کا آغاز ہو جاتا ہے۔ قرآن و حدیث کے مطابق جنین (Fetus) میں اس مرحلہ پر روح پھونک دی جاتی ہے جسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ اپنی تصنیف **مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید** (1886ء) کے صفحہ 17 پر تحریر فرماتے ہیں الغرض جدید سائنس جس تحقیق کو آج ثابت کر رہی ہے 1400 برس قبل قرآن اور صاحب قرآن نے واضح بتلا دیا تھا یعنی جنین (Fetus) کے اعضائے حس چار مہینوں میں مکمل ہو جاتے ہیں اور یوں جنین میں شعور کا عمل شروع ہو جاتا ہے جو اس امر کی قوی شہادت ہے کہ جنین (Fetus) میں اس مرحلہ پر روح پھونک دی گئی ہے۔

حدیث مبارکہ کی رو سے 1400 برس قبل اس حقیقت کا اشارہ یوں ملتا ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"بے شک تم میں سے ہر ایک آدمی کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں 40 دن جمع رہتا ہے پھر 40 دن میں لہو کی پھٹکی ہو جاتا ہے پھر 40 دن میں گوشت کی بوٹی بن جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔" (صحیح مسلم۔ باب القدر)

الحاصل تمام حقائق جو قرآن و حدیث اور جدید سائنسی علوم سے ثابت و ظاہر ہیں اس حقیقت کی شہادت دیتے ہیں کہ روح انسانی کائنات کے تخلیقی عمل و نظام میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہے جسے دنیائے اسلام کے عظیم رہبر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ نے مقامع الحدید کے ص 16-17 اور ملفوظات حصہ سوم میں رقم فرمایا ہے۔ چونکہ روح امر ربی ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ کی روح سے منصف ہے اس لئے غیر مادی ہونے کی وجہ سے جسمانی اور دنیاوی موت کے بعد بھی محفوظ اور برقرار رہتی ہے۔ روح سے متعلق مزید مستند اور جامع معلومات مصنف علام کی تصنیف مسمیٰ بہ "روحوں کی دنیا" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

2- ماں کے پیٹ کے باہر کی زندگی

جدید تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ بچوں کی نشو ونما کا سلسلہ پیدائش سے شروع ہو جاتا ہے اور بلوغت (Puberty) تک جاری رہتا ہے نشو ونما ان تمام جسمانی، ذہنی، معاشرتی اور جذباتی

تبدیلیوں کا باضابطہ مطالعہ ہے جو بچوں میں تجربوں' حادثوں اور تعلیم و تربیت وغیرہ کے نتیجے کے طور پر رونما ہوتے ہیں اور یوں بچوں کا تخیل' کردار اور شخصیت ان تغیرات سے متاثر ہوتا رہتا ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تشکیل ذات اور تعمیر شخصیت میں ابتدائی بچپن کو بہت اہمیت حاصل ہے جس کا آئندہ زندگی سے گہرا تعلق ہے۔

تعمیر شخصیت میں ابتدائی تعلیم و تربیت کی اہمیت

تشکیل ذات اور تعمیر شخصیت کے حوالے سے موجودہ صدی کے ماہر نفسیات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ نے اپنی تصانیف میں نہایت جامعیت کے ساتھ بچوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت سے متعلق اپنے نظریات پیش کئے ہیں اگر بنظر عمیق ان نظریات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ مغربی ماہرین نفسیات کے تناظر میں ممتاز نظر آئیں گے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص 46-47 پر بچوں کی ابتدائی تعلیم و تربیت سے متعلق یوں رقم طراز ہیں۔

"زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ سکھائے۔ جب تمیز آئے آداب سکھائے' کھانے پینے' ہنسنے بولنے' اٹھنے بیٹھنے' چلنے پھرنے' حیا' لحاظ' بزرگوں کی تعظیم ماں باپ استاد اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے بھی طرق و آداب بتائے۔ قرآن مجید پڑھائے۔ استاد نیک صالح' متقی صحیح العقیدہ سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔ بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔ عقائد اسلام و سنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی و قبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا ہوا پتھر کی لکیر ہوگا۔" تعمیر شخصیت کے حوالے سے قلب کے مثبت اور منفی پہلوؤں کی واضح نشاندہی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیے۔ "سات برس کی عمر سے زبانی تاکید شروع کر دے علم دین خصوصاً" وضو' غسل' نماز' روزہ کے مسائل' توکل' قناعت' زہد' اخلاص' تواضع' امانت' صدق' عدل' حیا سلامت صدور ولسان وغیرہ خوبیوں کے فضائل---- حرص و طمع' حب دنیا' حب جاہ' ریا' عجب' خیانت' کذب' ظلم فحش' غیبت' حسد' کینہ وغیرہ برائیوں کے رزائل پڑھائے۔

بچیوں کی نفسیات (Child Psychology) سے متعلق امام احمد رضا کی ایک فکر انگیز تحریر ملاحظہ ہو جو سیرت و شخصیت کی تعمیر میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم میں فرماتے ہیں۔ "پڑھانے لکھانے میں رفق و نرمی رکھے۔ موقع پر چشم نمائی تنبیہہ تہدید کرے۔ مگر ہرگز کوسنا نہ دے کہ اس وقت کا

کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔ مارے تو منہ پر نہ مارے۔ اکثر اوقات تہدید و تخویف پر قانع رہے۔ کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔ زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے مگر زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد مار بد سے بدتر ہے" "ہرگز ہرگز بہار دانش' مینا بازار' مثنوی غنیمت وغیرہ کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ دیکھنے نہ دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے۔"

مسلم ماہر نفسیات امام احمد رضا خان کی مندرجہ بالا تجربات و مشاہدات پر مبنی فکر انگیز تحریر بچوں کی معاشرتی نشو ونما اور جذباتی نشو ونما سے متعلق ہے۔

بچوں کی معاشرتی نشو ونما اور اس کے مدارج

ماہرین کی تحقیقات کے مطابق بچے کو معاشرتی بلوغت تک پہنچنے میں مختلف درج ذیل مدارج سے گزرنا پڑتا ہے۔

1- منفی معاشرتی مطابقت
2- مجہولی معاشرتی مطابقت
3- معاشرتی ارتباط
4- معاشرتی فہم و فراست

1- منفی معاشرتی مطابقت

منفی معاشرتی مطابقت سے مراد یہ ہے کہ شروع میں بچے کو یہ تربیت دینی پڑتی ہے کہ لوگوں کے ساتھ الجھنا اچھا نہیں۔ اسے دوسروں کو جسمانی یا ذہنی اذیت پہنچانے سے گریز کی عادت ڈالنی پڑتی ہے ورنہ معاشرتی ارتقاء میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور تعمیر شخصیت میں بگاڑ (Abnormality) پیدا ہوتا ہے۔ والدین اور اساتذہ کو چاہئے کہ عمر کے مختلف مدارج میں بچوں کی نشوونما کی خاطر خواہ دیکھ بھال اور رہنمائی کریں۔

2- مجہولی معاشرتی مطابقت

مجہولی معاشرتی مطابقت سے مراد یہ ہے کہ بچے کو معاشرتی رسم و رواج' نظم و ضبط اور آداب سے روشناس ہونا پڑتا ہے جس میں فکروعمل کو بڑا دخل حاصل ہے۔

3- معاشرتی ارتباط

معاشرتی ارتباط سے مراد یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ جیسے بچے میں شعور و ادراک آتا جاتا ہے اس میں معاشرتی ارتباط بڑھتا جاتا ہے اس میں دوسرے سے ملنے جلنے' ان سے متاثر ہونے' انہیں متاثر کرنے' جذبہ رفاقت' محبت و اخوت' ہمدردی' تعاون اور قیادت وغیرہ کے احساسات اجاگر ہونے لگتے ہیں۔

4- معاشرتی فہم و فراست

معاشرتی نشو و ارتقاء کا اہم ترین اور آخری مرحلہ فہم و فراست کی تخلیق ہے یہ وہ مقام ہے جس میں فرد کو دوسروں کے کردار کو بخوبی سمجھنے، ان سے خوشگوار اور صحت مندانہ تعلقات استوار کرنے، معاشرے کے آئین و ضوابط کا اصل مفہوم اخذ کرنے اور معاشرے میں اپنے مقام کو سمجھنے کا سلیقہ آنے لگتا ہے۔ معاشرتی بلوغت کے اس بلند ترین مقام پر پہنچنے میں بچوں کو خاصی دیر لگتی ہے۔ بعض بچے معاشرتی بلوغت کے مراحل بہت جلد طے کر لیتے ہیں اور کئی بچے دیر سے۔ بعض بچے بلکہ کئی بالغ بھی اس مقام پر ساری عمر نہیں پہنچ پاتے۔

جذباتی نشوونما اور جذباتی تربیت کے اصول

تعمیر سیرت و شخصیت کے لئے بچوں کی جذباتی نشوونما اور جذباتی تربیت والدین اور اساتذہ کا اہم ترین فریضہ ہے۔ ماہرین نفسیات بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے سائنسی خطوط (Scientfic lines) پر جذبات کی عموی تربیت کے مندرجہ ذیل طریقے تجویز کئے ہیں۔

(1) تصعید (2) تنقیہ (3) ضبط (4) مصروفیت (5) انحراف

1- تصعید

کسی فطری رجحان کو اس کی فوری اور فطری جذبات کی غرض سے ہٹا کر کسی بہترین مقصد اور تعمیری سوچ کے تابع کرنے کو تصعید کہتے ہیں۔ اپنے نفسانی جذبات و خواہشات کو تخریبی عمل کی بجائے تعمیری اور مثبت صورت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے **مثلاً** "مذہب سے محبت، حب الوطنی، علوم و فنون سے لگاؤ وغیرہ۔ اس قسم کی تصعیدی تربیت بچوں کی جذباتی تربیت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

2- تنقیہ جذبات

کھولتے اور گھٹے ہوئے جذبات کو دل سے باہر نکال کر ہلکا کرنے کو تنقیہ جذبات کہتے ہیں **مثلاً** " ہنسی مذاق، لطیفہ گوئی، مصوری اور دیگر تعمیری تفریحی مشاغل کے ذریعہ جذبات کی بھڑاس نکالنا۔ اندر ہی اندر کھولتے ہوئے جذبات بچوں کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کے لئے بہت مضر ہیں۔

3- ضبط جذبات

معاشرتی تہذیب و تمدن اور سماجی پابندیوں کے پیش نظر بعض موقعوں پر جذبات پہ کنٹرول کرنا ضبط جذبات کہلاتا ہے چنانچہ کامیاب اور متوازن زندگی کے لئے بچوں کو مناسب موقع پر ضبط جذبات سے کام لینے اور اپنے آپ کو قابو میں

رکھنے کی تربیت دینا بھی بہت ضروری ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں اسے محاسبہ نفس کہتے ہیں جسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے مقال العرفا میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔

4- مشاغل میں مصروفیت

مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ بیکار اور نکمے آدمی کا ذہن شیطان کی آماجگاہ ہوتا ہے اس لئے فراغت میں جذبات کو انتشار برپا کرنے کا سنہری موقع ہاتھ آتا ہے چنانچہ جذباتی فساد کی زد سے بچنے کے لئے بچوں کو ہر لمحہ کی دلچسپ اور تعمیری مشغلہ میں مصروف رکھنا ضروری ہے تاکہ سیرت و کردار میں توازن قائم رہ سکے۔

5- اشتعال انگیز محرکات سے انحراف

انحراف سے مراد بچوں کو جذبات برانگیختہ کرنے والے افراد' اشیاء' محرکات' ماحول اور حوادث سے ضح الوسع دور رکھا جائے تاکہ جذباتی صحت برقرار رہ سکے۔

اشتعال انگیز محرکات سے انحراف کو مزید سمجھنے اور قارئین کے ذوق کے لئے مسلم ماہر نفسیات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے بچپن کا قابل رشک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

تقریباً" ساڑھے تین سال کی عمر میں امام احمد رضا ایک نیچا کرتا پہنے ہوئے اپنے گھر سے باہر نکلے تھے کہ ایک گاڑی میں کچھ طوائفیں سامنے سے گزریں ان کا سامنا ہوتے ہی انہوں نے اپنے کرتے کے دامن سے اپنی آنکھوں کو ڈھانپ لیا۔ طوائفیں طنزا" ہنسیں۔ ان میں سے ایک بولی واہ صاجزادے آنکھوں کو چھپا لیا اور ستر کھول دیا۔ دنیائے اسلام کے عظیم مفکر نے کمسنی میں فکر انگیز جواب دیا۔ فرمایا

"جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے" یہ جواب سن کر ہو طوائفیں سکتے میں آگئیں۔ اشتعال انگیز محرکات کی یہ انمول مثال مسلم امہ کے لئے قابل فخر ہونے کے ساتھ تشکیل ذات اور تعمیر سیرت و شخصیت کے حوالے سے دعوت فکر دیتی ہے۔

الحاصل مسلم ماہر نفسیات امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ نے اتنا ذہنی انقلاب برپا کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ اتحاد بین المسلمین کے داعی اور انسانیت کے محسن ہیں۔ انہوں نے تشکیل ذات اور تعمیر سیرت و شخصیت کے حوالے سے ذہن کو واہموں اور بدعقیدگیوں کی دنیا سے نکالا اور انسان کو اسلامی افکار و تعلیمات پیش کرتے ہوئے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے انسان کو مرتضیٰ بننے کا شرف بخشا۔

۱۸۰/ صفحہ کا بقیہ

کرنے کا بار قاری کے ذہن اور شعور پر چھوڑ دیا گیا مگر افسوس کہ کسی نے اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ حدائق بخشش کے نئے ایڈیشنوں میں ان تینوں رباعیات کو الگ الگ کر کے چھاپا جائے۔

کتابیات

1- ملفوظات اعلیٰ حضرت، مرتبہ مولانا مصطفیٰ رضا خان

2- فتاویٰ رضویہ جلد دھم، امام احمد رضا بریلوی

3- مقامع الحدید علیٰ حد المنطق الجدید، امام احمد رضا

4- حیات الموات بیان فی سماع الاموات، امام احمد رضا

5- امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم، محمد جلال الدین قادری

6- سورۃ فاتحہ اور تعمیر شخصیت، ڈاکٹر محمد طاہر القادری

7- سگمنڈ فرائیڈ۔ جدید نفسیات کا روح رواں، شاہدہ ارشد

8- عمومی نفسیات، ٹی ایم یوسف

9- جدید تعلیمی نفسیات، ڈاکٹر عبدالرؤف

10- نفسیاتی مسائل اور جدید طریقہ علاج، لیاقت علی

11- ماورائے کائنات، محمد منیر

12- کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن، امام احمد رضا

13- حاشیہ کنزالایمان (خزائن العرفان)، سید نعیم الدین مراد آبادی

14- کنزالایمان کا انگریزی ترجمہ، پروفیسر شاہ فریدالحق، ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی

15- صحیح مسلم، باب القدر

16- سر دلبراں، سید شاہ محمد ذوقی

17. Robert E Silverman, Psychology.

18. Clifford. T. Mrogan, Introduction to Psychology.

19. Diane E. Paplia, Psychology.

امام احمد رضا کے چند خلفاء حجاز

علامہ مفتی علیم الدین نقشبندی

نوٹ : "اهل الحجاز بعبقهم التاريخي" علماء حجاز کے تذکرے پر مشتمل ایک تاریخی کتاب ہے جو ۱۹۹۴ء میں جدہ سے شائع ہوئی۔ حضرت مولانا مفتی علیم الدین نقشبندی، صدر مدرس دارالعلوم سلطانیہ' کالا دیو' جہلم' نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے سات خلفاء عظام کے حالات کا اردو ترجمہ فرما کر معارف رضا میں اشاعت کے لئے عنایت کیا ہے۔ ادارہ مفتی صاحب کی اس قلمی کاوش پر ان کا بےحد ممنون ہے۔ ان صاحبان علم و فضل کے حالات کے مندرجات کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے علمی دربار سے خوشہ چین کرنے والے اپنے عہد کے کیسے کیسے عظیم القدر افراد تھے۔ (ادارہ)

حضرت شیخ اسعد دھان رحمتہ اللہ علیہ

ولادت ۱۲۸۰ھ وفات ۱۳۳۸ھ

○

آپ نے مدرسہ صولتیہ سے سند فراغت حاصل کی۔ حضرت مولانا رحمت اللہ بانی مدرسہ صولتیہ قدس سرہ' حضرت مولانا عبدالحمید داغستانی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن سراج رحمتہ اللہ علیہ مفتی احناف مکہ مکرمہ سے علم حاصل کیا۔

آپ علمائے اعلام سے تھے' قد کوتاہ' جسم سڈول اور داڑھی گھنی تھی علماء کا وقار اور ہیبت آپ کی شخصیت سے عیاں تھے۔ تقویٰ' ورع اور اخلاص میں اپنے برادر حضرت مولانا عبدالرحمٰن دھان رحمتہ اللہ علیہ سے کمتر نہ تھے لیکن آپ علم کے مقصد کو' صرف اشاعت علم' عبادت کی خاطر گوشہ نشینی اور عزلت تک محدود خیال نہ فرماتے بلکہ آپ ایک عالم دین کے لئے عملی زندگی کے معرکوں میں شرکت اور امت کی فلاح و بہبود کے لئے اپنے فرائض و واجبات کو ادا کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے آپ اشاعت علم کے مشن

کے ساتھ ساتھ، حکومت کی جانب سے عظیم ذمہ داریوں کو بھی پورا فرماتے جو آپ کی صلاحیت و اہلیت کے پیش نظر آپ کے سپرد کی جاتی تھیں۔

چنانچہ شریف حسین کے عہد میں آپ کو مکہ مکرمہ کے قائم مقام کا معاون، مجلس تعزیرات کا رکن اور وظائف حاصل کرنے والوں کے حالات کی تحقیقات کے بورڈ کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ بعد ازاں آپ کا تقرر بحیثیت قاضی عدالت روبعمل کیا گیا۔ آپ نے ان تمام ذمہ داریوں کو دانائی، زیرکی اور دشمنوں کو راضی رکھنے کے سلیقہ کے ساتھ ادا کیا۔

صبح و شام مسجد میں باب سلیمانیہ کے برآمدہ میں آپ کا حلقہ درس منعقد ہوتا جس میں جید علماء اور ممتاز طلبہ بھی شرکت کیا کرتے تھے۔

حضرت علامہ صالح کمال رحمتہ اللہ علیہ

○

ربیع الاول ۱۲۶۳ھ کو مکہ مکرمہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنے خاندان میں، جو علم و فضل کا گھرانہ تھا، پرورش پائی۔ تجوید کے ساتھ قرآن مجید حفظ کیا اور تراویح میں امامت کی۔ بعدازاں حصول علم کا آغاز کیا اپنے والد ماجد سے بہت سے متون یاد فرمائے۔ پھر مولانا شیخ عبدالقادر خوقیر رحمتہ اللہ علیہ سے عرصہ دراز تک استفادہ کیا "الدرالمختار" حضرت محقق ابن عابدین کے حواشی "ردالممتار" سمیت ان کے پاس پڑھی تفسیر، حدیث،اور علوم لغت حضرت سید احمد دحلان رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کئے۔ جنھوں نے آپ کو اپنی تمام مرویات کی اجازت مرحمت عطا فرمائی۔ پھر مدرسہ صولتیہ کے بانی حضرت مولانا رحمت اللہ قدس سرہ سے علوم شرعیہ پڑھے۔ نحو، معانی، بیان اور عروض میں آپ کے استاد مولانا سید عمر شامی رحمتہ اللہ علیہ تھے جن سے آپ نے بہت استفادہ کیا۔

تمام علوم میں جب درجہ تفوق پر فائز ہوگئے تو آپ کو مسجد حرام میں حلقہ درس کی اجازت دی گئی۔ باب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین پیچھے سنگریزوں پر آپ کا حلقہ درس منعقد ہوتا تھا۔ آپ کی علمی غزارت، تقویٰ، ورع اور نیکی سے رغبت کا شہرہ لوگوں کی زبانوں پر ہوگیا۔

۱۲۹۷ھ میں آپ جدہ کے قاضی مقرر ہوئے اور دو برس تک اس عہدہ پر فائز رہے پھر مسجد حرام کے اشتیاق کے باعث جدہ میں اقامت سے معذرت کرلی اور مکہ مکرمہ واپس آگئے۔ علم کی نشر و اشاعت میں مصروف کار ہوگئے۔

اس وقت مکہ کا حکمران شریف عبدالمطلب بن غالب تھا وہ حضرت مولانا محمد

صالح کمال رحمتہ اللہ علیہ کی بہت قدر کرتا آپ کی تعظیم بجا لاتا اور پیش آمدہ مشکلات میں آپ سے مشورے طلب کرتا۔ جب شریف مکہ کا انتقال ہوا آپ نے اس کی وصیت کی بنا پر اسے غسل دیا اور کفن پہنایا۔

بعدازاں جب عون شریف مکہ بنا اس نے آپ کو اپنا مقرب بنالیا وہ آپ کی رائے سے استفادہ کرنے لگا۔ پھر افتاء' قضا اور خطبہ کی ذمہ داری آپ کے سپرد کر دی۔ مکہ کے قاضیوں کی اعانت خلافت عثمانیہ کے دارالحکومت استنبول کی جانب سے کی جاتی تھی۔ ۱۳۰۵ھ میں الحاج ضیاء الدین بن یوسف' نائب العدالت کا وصال ہوا۔ تو حضرت شیخ محمد صالح کمال رحمتہ اللہ علیہ کا تقرر مکہ مکرمہ میں بحیثیت نائب العدالت ہوگیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ان تمام فرائض کو اخلاص و امانت سے سرانجام دیا۔ مکہ معظمہ کے امیر اور اس کے والی آپ پر اعتماد کیا کرتے تھے۔

آپ کا وصال ۱۳۳۲ھ میں ہوا۔ چنانچہ علماء امراء اور دیگر تمام طبقات کے افراد نے شرکت کی۔ حضرت شیخ سلیمان حسب اللہ رحمتہ اللہ علیہ ملتزم کے قریب نماز ادا فرما رہے تھے جب آپ کا جنازہ دیکھا تو فرمایا **الیوم مات فقہ ابی حنیفتہ** (آج حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی فقہ وفات پاگئی۔

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن بن حسن بن عجیمی رحمتہ اللہ علیہ

○

حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۵۳ھ کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ یہیں پرورش پائی۔ قرآن مجید حفظ کیا بہت سے متون کو ازبر کیا۔ پھر طلب علم کا آغاز فرمایا۔ مکہ معظمہ کے شیخ العلماء اور یہاں کے مفتی حضرت مولانا شیخ جمال بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ سے حدیث اور تفسیر پڑھی۔ حضرت شیخ مولانا رحمت اللہ قدس سرہ کے ہاں فقہ' معانی' بیان اور تفسیر کا درس لیا۔ حضرت سید احمد دحلان رحمتہ اللہ علیہ سے بہت سے فنون حاصل کئے' حضرت شیخ مولانا عبدالرحمٰن سراج رحمتہ اللہ علیہ سے تفسیر اور فقہ اخذ کیا اور حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن جمال سے بھی پڑھا۔

ان تمام مشائخ کرام نے آپ کو اپنی اجازتوں سے نوازا تو آپ نے مسجد حرام میں تدریس اور نشر علم کا آغاز کیا۔ بعدازاں عبدالمطلب نے آپ کو طائف کا قاضی مقرر کیا۔ پھر شیخ عبدالرحمٰن سراج رحمتہ اللہ علیہ کے امین فتویٰ بنے۔ آپ کا شمار عظیم خطباء وائمہ سے تھا۔ آپ ان خطباء وائمہ کے حالات کی بہتری اور مشاہروں کے اضافہ کے لئے کوشش فرماتے

رہتے۔ حتیٰ کہ اس مقصد کے لئے سلمان ترکی سے
ملاقات کے لئے آستانہ کا سفر اختیار فرمایا۔ خلیفہ
کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا نمازیوں کے
دلوں میں اس کا بہت اثر ہوا۔ سلمان نے آپ کی
تکریم کی اور آپ کا مطالبہ پورا کیا۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال محرم الحرام
١٣٠١ھ مکہ مکرمہ میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ
کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

حضرت مولانا شیخ محمد بن عبدالرحمٰن المرزوقی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ١٢٨٤ھ کو مکہ معظمہ میں
ہوئی قرآن مجید حفظ کیا اور نماز تراویح میں امامت
فرمائی۔ حضرت مولانا سید محمد صالح کتبی رحمتہ اللہ
علیہ، حضرت مولانا صالح کمال رحمتہ اللہ علیہ،
حضرت مولانا سید بکری شلطا رحمتہ اللہ علیہ اور
حضرت مولانا شیخ عبدالحق الہ آبادی رحمتہ اللہ علیہ
سے اخذ فیض کیا۔ مسجد حرام میں آپ کو تدریس کی
اجازت دے دی گئی۔

عثمانی عہد میں مکہ مکرمہ کے قاضی مکرر
ہوئے۔ نیز محکمہ تعزیرات کے رکن، نہر زبیدہ کے
محکمہ کے رکن اور لائسنس کے اجرا کے ادارہ کے
رکن رہے۔

ہاشمی عہد میں ادارہ معارف کے رکـ
بنے۔ اور سعودی عہد میں محکمہ کبریٰ کے چیئرمیـ
اعلیٰ مجلس شوریٰ کے سربراہ رئیس القضاۃ کی عـ
موجودگی میں اس کے وکیل مقرر ہوئے۔

از تمام ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ عثماـ
ہاشمی اور سعودی حکومتوں کے زمانوں میں قضاـ
فرائض کو بھی نبھایا۔ آپ کے احکام ان تماـ
ادوار میں نافذ العمل رہے۔ حکمران ان کی توقیـ
تعظیم بجا لاتے۔ بعد تمام طبقات کے افراد
نظروں میں آپ محبوب رہے۔ نرم دلی کے سـ
احتیاط، تقویٰ عدل، تلاش حق اور کسی کی جاـ
داری اور طرف داری کے بغیر حکم شرعی کے
کرنے میں آپ کی شہرت تھی۔

باب قطبی اور باب باسطیہ کے درمـ
برآمدہ میں آپ کا حلقہ درس ہوتا آپ کا ـ
درس میں عظیم القدر طالب علم اور معرفت
متلاشیوں کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔

٢٥ صفر ١٣٦٥ھ میں آپ کا وصال ہـ
جلیل القدر سرکاری اجتماع اور جم غفیر نے ـ
کے جنازہ کی مشایعت کی۔

حضرت مولانا عبداللہ بن علامہ شیخ احمـ ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ

۱۲۸۵ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ' حضرت مولانا رحمت اللہ قدس سرہ اور دیگر علمائے اعلام سے کسب فیض کیا۔ مکہ مکرمہ میں قاضی رہے اور مسجد حرام میں درس دیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ عرابی سجینی آپ کے تلامذہ میں تھے۔ سال وصال ۱۳۴۳ھ ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ طویل القامت اور نحیف الجسم تھے۔ نرم خو اور متواضع تھے۔ آخر عمر میں کمر دوہری ہوگئی تھی۔ پاکیزہ قلب اور طاہرہ طبیعت کے حامل تھے۔ اس کی شہادت آپ کے تلامذہ دیتے ہیں۔ اس کبرسنی کے باوجود آپ نے درس کا ناغہ نہ فرمایا قضا کی کثیر و متنوع ذمہ داریوں کے باوجود آپ نماز باجماعت کے پابند رہے۔ باب الصفاء کے برآمدہ میں آپ کا حلقہ درس منعقد ہوتا تھا۔

حضرت مولانا شیخ عبداللہ بن صدقہ دحلان رحمتہ اللہ علیہ

(عالم دین۔ سیاح۔ ماہر فلکیات)

○

ولادت ۱۲۹۱ھ مقام ولادت مکہ معظمہ
وفات ۱۳۶۰ھ مقام وفات انڈونیشیا۔ ماہر علوم فلکیات حضرت مولانا عبداللہ بن صدقہ رحمتہ اللہ علیہ' مولانا احمد مدرس الفلک مدرسہ صولتیہ رحمتہ اللہ علیہ اور مجلس شوریٰ کے رکن مولانا صادق کے والد گرامی ہیں۔ آپ مکہ معظمہ میں حجاز مقدس کے علم' فضل اور شرافت میں سب سے ممتاز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ آل شطا سے تھیں۔ جو دین اور تقویٰ کے اعتبار سے مشہور ہے۔ آپ اپنی عمر کے چھٹے سال میں تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ جس کی بدولت آپ کے عم گرامی قدر نے آپ کی کفالت اور تربیت کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھایا۔ لیکن جب آپ کے عم محترم کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا تو آپ تمام جہات سے یک سو ہوکر حصول علم میں مصروف ہوگئے۔ باب دریبہ کی جانب رباط سلیمانیہ میں آپ نے خلوت اپنا لی۔ اور علمائے عصر سے کسب فیض کرنے لگے حتیٰ کہ آپ نے سند تدریس حاصل کرلی اور آپ مسجد حرام میں امام متعین ہوگئے۔ حکومت عثمانیہ نے اپنے ملک کے لئے آپ کی جدوجہد اور ذمہ داریوں کو صحیح انداز سے پورا کرنے کی لگن کو ملاحظہ کر کے نہر زبیدہ کے معاملات میں آپ کو متعین کرلیا۔ کام کی لگن اور عظیم ذہانت سے اس محکمہ کے افسران حیران رہ گئے۔ اس کے بعد مسجد حرام میں تدریس کی ذمہ داریوں کے علاوہ آپ حکومت کے مختلف حلقوں میں انسپکٹر بھی مقرر کئے گئے۔

آپ نے انجبار کا سفر اختیار فرمایا۔ دوران

سفر آپ عدن اور لحج بھی گئے۔ پھر ۱۳۱۸ھ میں آپ جاوا کی سیاحت کو روانہ ہوئے۔ جب دستور کا اعلان ہوا اور ۱۳۱۸ھ میں اسلامی دنیا نے حمیدی حکومت سے آزادی پائی آپ سرگرم ہوگئے۔ اور آپ نے جمیعت اتحاد و ترقی کی شاخ مکہ مکرمہ میں قائم کی۔ اور نوجوانان عصر کو اس میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ لیکن اتحادیوں کے اختلاف کی جانب دعوت نے آپ کی آرزوں کو ناامیدی میں بدل دیا۔ آپ کی حمیت اور خود داری نے مسلمانوں کو اختلاف کی جانب دعوت دینے کی اجازت نہ دی۔ اس پر آپ نے دستور کے سال انڈونیشیا کی جانب کوچ کیا جمعیت خیریہ اور اس کے مدرسہ کا آغاز کیا جو اب تک سرگرم عمل ہے۔

۱۳۳۰ھ میں آپ مکہ مکرمہ واپس آئے لیکن شریف حسین نے آپ کو کلاخ کی جانب جلاوطن کر دیا۔ آپ نے وہاں عربی جوانوں کو جمع کیا اور ان کی اعانت سے مدرسہ کی بنیاد ڈالنے کا ارادہ کیا شریف مکہ کو جب آپ کے اس پروگرام کی اطلاع ہوئی تو اسے تعلیم کے انجام کا خوف لاحق ہوا۔ اس نے آپ کو وہاں سے طلب کیا اور آپ کو اپنے خاندان میں ٹھرا لیا۔

پھر آپ نے شام، مصر، کولمبو (سری لنکا) کا سفر اختیار کیا اور وہاں مدرسہ اسلامیہ قائم کیا بعد ازاں آپ ہندوستان اور ملایا میں وارد ہوئے وہاں آپ نے کئی مدارس کی بنیاد رکھی۔ آپ ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے اللہ تعالیٰ کے دین متین کی جانب دعوت دیتے۔ جہاں جاتے مدارس کی بنیاد رکھتے جاتے۔ یہ سلسلہ ۱۳۳۶ھ تک جاری رہا۔ آپ اسی سال دوبارہ ہندوستان اور عراق آئے۔ آپ کا گزر بحرین سے ہوا وہاں ایک مدرسہ جاری کیا۔ پھر آپ دوبارہ سنگا پور آئے وہاں ۱۳۴۶ھ تک قیام کیا۔ اس دوران آپ نے مدارس اسلامیہ کے طریق کار کی اصلاح کی۔ آل جنید کا مدرسہ، جمبی (گمبیا) اور لمفون میں مدارس قائم کئے۔ اس کے ساتھ کئی مساجد تعمیر کیں۔

۱۳۴۶ھ کے اواخر میں آپ نے حبشہ کا سفر کیا صنعا بھی گئے۔ وہاں امام یحیٰ حمید الدین سے ملاقات کی یمن کے قیام کے پورے عرصہ میں علمائے یمن کی نظروں میں آپ کا مقام معزز و محترم رہا۔ پھر مکہ مکرمہ کے لئے رخت سفر باندھا۔ ملک عبدالعزیز سے ملاقات کی جس نے آپ کو خوش آمدید کہا اور تعظیم کی۔ پھر مصر گئے وہاں ایک مدرسہ میں اپنے بیٹے صادق کو داخل کرایا اور بوقس، انڈونیشیا گئے وہاں متعدد مدارس کا اجرا کیا پھر قاروت لوٹے آپ کو وہاں کا قیام راس آیا تو تالیف اور نشرو اشاعت کی جانب متوجہ ہوگئے اور تدریس علوم میں کمر کس لی۔ آپ اپنے گھر میں آنے والوں کو درس دیتے آپ کا گھر جان پہچان

والے اور اجنبی افراد کے لئے مہمان خانہ بن گیا۔ اپنے مہمانوں سے خوشی اور بشاشت سے ملاقات کرتے۔

آپ کی تالیفات درج ذیل ہیں۔

(۱) ارشاد ذی الاحکام ای واجب القضاۃ والاحکام
(۲) زبدۃ اسیر النبویہ ۳ جلد
(۳) تحفتہ الطلاب فی قواعد الاعراب
(۴) خلاصتہ الریاق من سموم الشفاق
(۵) عقاح القرءۃ و ولیلہا

حضرت مولانا سید ابوبکر بن سالم البار رحمتہ اللہ علیہ

○

علم و زہد اور تقویٰ و ورع میں مشہور خاندان آل البارین میں ۱۳۰۱ھ میں آپ نے آنکھ کھولی۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کی تربیت کی اور دینی تعلیم کا آغاز کیا جب آپ کچھ بڑے ہوئے تو انہوں نے آپ کی تعلیم کا معاملہ آپ کے برادر بزرگ مولانا سید عبدروس البار رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا جو متورع اور صاحب تقویٰ عالم دین تھے۔ آپ نے تفسیر' حدیث اور فقہ کے علوم سید حسین حبشی مفتی الشافعیہ رحمتہ اللہ علیہ' مولانا سید محمد سعید بابصیل رحمتہ اللہ علیہ اور مولانا شیخ عمر باجنید سے حاصل کئے۔ درجہ تفوق حاصل کرنے کے بعد آپ کو مسجد حرام میں تدریس کی اجازت عطا ہوگئی۔ آپ کا حلقہ درس باسطیہ اور باب العتیق کے درمیانی برآمدے میں منعقد ہوتا۔

حضرت مولانا سید ابوبکر رحمتہ اللہ علیہ گوشہ نشینی کی جانب مائل تھے۔ لغو گفتگو' جو عوام میں مرغوب ہے' سے دور رہتے۔ نہ اکتاتے نہ ہی رنجیدہ خاطر ہوتے۔ سر پر عمامہ رکھتے جو طہارت و تقویٰ کی علامتوں کا حامل تھا۔ بغل میں ایک بیگ ہوتا جس میں اسباق کے اوراق ہوتے جو آپ پڑھتے یا پڑھاتے۔ نماز با جماعت ادا کرتے پھر پڑھنے یا پڑھانے میں مشغول ہو جاتے۔ اس سے فراغت پر اطمینان و وقار سے گھر واپس چلے جاتے۔

حضرت مولانا سید ابوبکر البار رحمتہ اللہ علیہ نے ساری زندگی طلب علم' اس کی اشاعت اور عبادت الٰہیہ میں بسر فرمائی۔ جب بڑھاپا محسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی عبادت کی خاطر اپنے گھر میں گوشہ نشین ہوگئے۔ یہاں تک کہ ۱۳۸۳ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔

یہاں تک کے حالات شیخ عبدالجبار کی کتاب سیرو تراجم میں مندرج ہیں۔

آپ کے بیٹے سید بکری البار سے ہم نے ان کے والد بزرگوار رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق یاداشتوں کے بارے میں پوچھا تو ان کی روایات

میں سے یوں بھی ہے کہ حضرت شیخ عیسیٰ رواس نے فرمایا جو ان کے مشائخ کرام سے تھے۔

(ا) حضرت سید ابوبکر بن سالم البار رحمتہ اللہ علیہ نے مسجد حرام میں تدریس کے ساتھ ساتھ جو پہلا عمل اپنایا مدرسہ فخریہ میں تدریس تھی جس کا سلسلہ تقریباً" دس سال تک جاری رہا اسی طرح ۱۳۳۵ھ میں مدرستہ الفلاح میں ایک سال گزارا۔

(ب) اس کے بعد طویل عرصہ تک مدرسہ صولتیہ میں درس دیا۔

(ج) تدریس کی مصروفیات کے علاوہ آپ مسجد شیخ جعفر میں امامت کراتے رہے۔ یہ **شبیکہ** میں **مدرستہ الفلاح** کی جانب چھوٹی سی مسجد ہے۔ عصر کی نماز کے بعد آپ وہاں طلبہ کو علم پڑھاتے بھی تھے۔

(د) پھر آپ نے (دیگر اداروں کی مصروفیات سے فراغت حاصل کر کے) مسجد شیخ طاہر کی امامت مسجد کے متولی شیخ صدیق عطار کی استدعا پر اختیار کرلی۔ جو بازان شبیکہ کی جانب ہے۔ یہ وہاں کی ابتدائی گھروں کے ساتھ اس طرح واقع ہے کہ اس کے نیچے دکانیں ہیں۔ آپ ۱۳۸۰ھ تک اس مسجد میں امام رہے جب جبل کعبہ میں آپ کی رہائش گاہ سے آپ کا نیچے اترنا مشکل ہوگیا تو آپ نے امامت کا سلسلہ ختم کرلیا۔

(ہ) حضرت سید ابوبکر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکان کے اندر سلسلہ تدریس اپنے وصال کے سال ۱۳۸۲ھ تک منقطع نہ ہونے دیا خواہ آپ کی رہائش جبل کعبہ میں واقع مکان میں رہی یا اس کے بعد جرول میں مسجد سیدی محمود کی پچھلی جانب جہاں آپ کا وصال ہوا۔

(و) ۱۳۶۰ھ سے آپ کے برادر بزرگ کی وفات سے لے کر آپ آل البار کی محافل کا انعقاد کرتے رہے جو **سبقیہ** اور **ثلوثیہ** کے نام سے معروف تھیں۔ اول الذکر جمعہ کے دن اور ہفتہ کی رات اور دوسری پیر کے روز اور منگل کی شب منعقد ہوتی تھی۔

(ز) اس امر کا ذکر بھی یہاں مناسب ہے کہ حضرت سید ابوبکر البار رحمتہ اللہ علیہ نے دعوت الی اللہ کی خاطر جزیرۃ العرب سے باہر دو بار سفر فرمایا۔

۱۔ ۱۳۴۸ھ سے قبل جس میں آپ متحدہ ہند کا وہ حصہ جو اب پاکستان کہلاتا ہے' سری لنکا' بنگلہ دیش اور ہندوستان گئے۔

۲۔ ۱۳۵۲ھ میں جب کہ آپ جاوا' جو اب انڈونیشیا' سنگاپور' مالیزیا اور فطانی جو تاہلاند میں شامل ہے' گئے۔ دوسرے سفر میں آپ کے ہمراہ آپ کے برادرز اور سید حسین بن عبدالقادر بن سالم البار **المتوفی** ۱۴۱۳ھ اور آل البار کے قرابت دار شیخ محمد زمزی تھے۔

(ح) آپ ساتھ رہنے والوں کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آتے جب کسی سے خوش ہوتے تو اسے "یا رحیم الھنا" کہہ کر پکارتے اور جب کسی سے شرعی یا عرفانا مناسب امر سرزد ہوتے ملاحظہ کرتے تو "یا رحیم الکبب" کے لقب سے اسے بلایا کرتے تھے۔

(ط) صبح کاذب سے ایک گھنٹہ قبل آپ بیدار ہو جاتے۔ مکہ مکرمہ کے معظم رہائشی نماز وتر کے لئے آپ سے خود کو جگانے کی تاکید کرتے۔ چنانچہ آپ جبل کعبہ سے نکلتے مسجد حرام میں پہنچنے سے قبل مکہ مکرمہ کے خاص خاص معززین کے ہاں جاتے' عامتہ الناس اور مخصوص افراد کو جگاتے جنھوں نے آپ سے فرمائش کی ہوتی۔ اپنی رہائش گاہ سے مسجد حرام جانے کے دوران آپ با آواز بلند قرآن مجید بالخصوص سورۃ طٰہٰ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

(ی) آپ خراماں خراماں چلنے کو پسند کرتے لیکن آپ کی رفتار حدود شرعیہ کے اندر ہوتی۔ مسجد شیخ صدیق عطار کی مسجد میں پانی پلانے والوں کو یوں کہہ کر نصیحت فرمایا کرتے "حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر فرض کے بعد ہمیں ۳۳' ۳۳ بار سبحان اللہ' الحمدللہ اور اللہ اکبر کہنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن ہمارے بھائی پانی پلانے والوں کے لئے دس دس بار یہ **تسبیحات** کہہ لینا کافی ہے۔ کیوں کہ یہ معلوم ہے کہ جونہی پانی پلانے والے نماز سے فارغ ہوتے جلدی جلدی ان شگافوں پر پہنچ جاتے جہاں سے وہ پانی کھینچتے تاکہ اپنے گاہکوں کو پکار پکار کر دعوت دیں سکیں۔ آپ یہ جانتے تھے کہ اس کی اصل مسند امام احمد بن حنبل کی حدیث صحیح ہے جس کے راوی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

(ک) پانی پلانے والے افراد کے ساتھ جو مسجد شیخ صدیق عطار کی مسجد میں ذی و جاہت مقتدیوں کی فرمائشوں کو پورا کرتے تھے' آپ کی پرلطف باتوں سے کہ آپ ان سے مخاطب ہو کر کہا کرتے۔

"کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری کوئی حاجت نہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ دعا کے لئے سب سے فضیلت والا وقت فرض نمازوں کے بعد ہے۔ یوں ہی کہہ لیا کرو۔ **اللھم انی اسئلک العفو و العافیتہ**"

اس دعا کی اصل بھی حدیث نبوی سے ثابت ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(ل) آل با ہارون کے سادات میں ایک خوش الحان تھا۔ اس نے ایک پر تاثیر قصیدہ کہہ رکھا تھا جو ان مجالس خیر میں پڑھا کرتا تھا جس میں وہ شرکت کرتا۔ اس کا پہلا شعر یوں ہے۔

بللی تحبون النبی
صلوا علیہ الف ملیون

فاضل بریلوی کے ایک عرب خلیفہ

(علامہ شیخ احمد حضراوی ہاشمی)

محمد بہاء الدین شاہ (چکوال)

حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء۔ ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) اپنے دوسرے سفرحج و زیارت پر ۱۳۲۳ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے اور وہاں آپ نے جن پچیس سے زائد عرب علماء و مشائخ کو خلافت و اجازت عطا کی ان میں ایک نام پیر طریقت ولی کامل' مؤرخ اسلام حضرت علامہ شیخ احمد حضراوی ہاشمی شافعی مکی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے (۱)۔ شیخ احمد بن احمد بن عبدہ بن احمد بن حسن بن سعد بن مسعود حضراوی شافعی ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء کو اسکندریہ میں پیدا ہوئے۔ حضراوی کہلانے کی وجہ ہے کہ منصورہ میں واقع حضراوی نامی محلّہ میں آپ کے جداعلیٰ شیخ سعد بن مسعود رحمتہ اللہ علیہ کا مزار ہے اسی نسبت سے حضرت شیخ سعد رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد "حضراوی" مشہور ہوئی (۲)۔ شیخ حمد الجاسر لکھتے ہیں کہ اسکندریہ میں ایک محلّہ "**الحضرت**" نامی ہے اسی نسبت سے آپ **الحضراوی** مشہور ہوئے (۳)۔ الغرض اسکندریہ یا منصورہ کے جس محلّہ میں آپ کا خاندان آباد تھا اسی محلّہ میں آپ کے جداعلیٰ کا روضہ تھا' اسی باعث یہ "حضرت کا محلّہ" کہلایا اور صاحب مزار کی اولاد "حضراوی" کہلائی۔

آپ کے جدامجد شیخ احمد بن عبدہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے شہر کے مفتیٔ احناف تھے۔ شیخ احمد حضراوی کی عمر سات برس تھی کہ آپ کے والد ماجد اہل خانہ سمیت ہجرت کر کے مکہ مکرمہ جا بسے۔ شیخ احمد حضراوی نے قرآن مجید حفظ کیا اور مکہ مکرمہ کے جملہ اکابر علماء کرام اور وہاں آنے والے علماء سے علوم اسلامیہ اخذ کئے۔ طریقت کے سلسلہ شاذلیہ میں حضرت شیخ فاسی مکی رحمتہ اللہ

علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی (۴)۔ آپ کے اہم اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں: (۵)۔

○ شیخ العلماء و مفتیٔ احناف شیخ جمال رحمتہ اللہ علیہ (۶)۔

○ حضرت شیخ محمد بشارت رحمتہ اللہ علیہ (۷)۔

○ حضرت شیخ عبدالغنی احمد فاروقی طرابلسی رحمتہ اللہ علیہ (۸)۔

○ حضرت شیخ عبدالرحمان کزبری رحمتہ اللہ علیہ(۹)

○ حضرت شیخ عبدالغنی میدانی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۲۶۰ھ)۔

شیخ احمد حضراوی عالم و فاضل، زاہد و عابد، متواضع، مصنف اور ولیٔ کامل تھے۔ متعدد تصنیفات ہیں علاوہ ازیں لاتعداد کتب اپنے ہاتھ سے نقل کیں (۱۰)۔ آپ کے ایک شاگرد شیخ محمد معصومی مکہ مکرمہ سے شائع ہونے والے ماہنامہ "الحج" (سن اجراء ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء) کے ایک شمارے میں علمائے مکہ مکرمہ کے بارے میں لکھے گئے ایک مضمون میں اپنے استاد شیخ احمد حضراوی کے متعلق رقم طراز ہیں کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ زہد و تقویٰ میں بلند مقام رکھتے تھے ماحزم و احتیاط کا یہ عالم تھا کہ عمر بھر سرکاری مناصب پر خدمات انجام دینے سے گریزاں رہے اور گزر بسر کے لئے اجرت پر کتابت کیا کرتے۔ حضرت شیخ احمد حضراوی رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۳۲۷ھ میں وفات پائی اور المعلیٰ قبرستان مکہ مکرمہ میں آسودہ خاک ہوئے (۱۱)۔

آپ کے اہم شاگردوں کے نام یہ ہیں:

○ حضرت شیخ محمد سعید حضراوی رحمتہ اللہ علیہ، شیخ احمد حضراوی کے فرزند ہیں، عالم و فاضل اور شاعر تھے، مکہ مکرمہ سے انڈونیشیا تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی (۱۲)۔

○ علامہ شیخ محمد معصومی۔

○ علامہ شیخ محمد عبدالباقی لکھنوی (۱۳)۔

○ علامہ شیخ عبدالستار بن عبدالوہاب دہلوی (۱۴)۔

○ علامہ سید محمد بن سالم سری (۱۵)۔

○ علامہ سید محمد عبدالحیٔ کتانی مراکشی (۱۶)۔

شیخ حمدالجاسر لکھتے ہیں کہ شیخ احمد حضراوی نے متعدد کتب تصنیف کیں جو دین، تاریخ، فضائل مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، طائف، جدہ اور جدہ و طائف کی فضیلت وغیرہ موضوعات پر ہیں (۱۷)۔ تذکرہ نگاروں نے آپ کی تصنیفات کے نام دیئے ہیں لیکن ان میں محمد علی مغربی نے شیخ احمد حضراوی کی تصنیفات کی مکمل فہرست درج کتاب کرنے میں بڑی سعی سے کام لیا اور اٹھارہ تصانیف کے نام دیئے ہیں (۱۸)۔ ان کتابوں کے نام اور ان پر

ہونے والی تحقیق و اشاعت کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ العقدالثمین فی فضائل البلد الامین، خیرالدین زرکلی نے اپنی مشہور کتاب "الاعلام" جلد اول صفحہ ۲۴۹ پر لکھا کہ یہ کتاب مطبوع ہے لیکن دیگر ذرائع سے اس کی تصدیق نہیں ہوئی (۱۹)۔

۲۔ **رسالہ فی فضائل زمزم۔**

۳۔ **تاریخ الاعیان۔**

۴۔ **تراجم افاضل القرن الثانی عشر و الثالث عشر**، دو جلد، یہ کتاب بارہویں و تیرہویں صدی ہجری کے علماء کرام کے حالات پر مشتمل ہے۔ شیخ احمد حضراوی کے ہم عصر مکہ مکرمہ کے عالم شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد رحمتہ اللہ علیہ (۲۰) نے اپنی تصنیف "نشرالنور" میں اس سے استفادہ کیا ہے(۲۱)۔

۵۔ **الفیہ فی السیرۃ النبویہ۔**

۶۔ **مبادی العلوم۔**

۷۔ **رسالہ ادبیہ فی الحماستہ علی لسان اھل الطائف وجدۃ والمفاخلتہ بنیھما۔**

۸۔ **نضحات الرضا و القبول فی فضائل المدنیتہ و زیارۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم)۔**

۹۔ **بشری الموحد ین فی امور الد ین بخصائص سید الاولین والاخرین**، ۳۲۲ صفحات۔

۱۰۔ **جواھر الانتخاب و فرائد الاکتساب فی مختصر کتاب الاستیحاب لابن عبدالبر۔**

۱۱۔ **سراج الامہ فی تخریج احادیث کشف الغمہ**، تین ضخیم جلدوں میں۔

۱۲۔ **الاختبارات البدیعہ فی معرفتہ بعض سراۃ حفاظ الشریعہ**، بقول مغربی جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ سے عیاں ہے، یہ امام ذہبی کی "تذکرہ الحفاظ" کی تلخیص ہے۔

۱۳۔ **ھدایتہ المئومنین العصا بالیمین۔**

۱۴۔ **نزھتہ الفکر فیما مضی من الحوادث والعبر**، آپ کی ایک اور تصنیف "الجواہر المحدۃ" میں اس کا نام ملتا ہے اور یہ بھی کہ یہ کتاب تین یا اس سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے، لیکن اس کے مخطوط کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں (۲۲)۔

۱۵۔ **حسن الصفا فیمن تولی امارۃ الحج**، ماہنامہ المنھل جدہ شمارہ شعبان ۱۳۶۶ھ میں شیخ عبدالوہاب دہلوی مکی لکھتے ہیں کہ "حسن الصفا" شیخ احمد رشید کی تالیف ہے جسے شیخ احمد حضراوی نے مختصر کر کے یہ نام دیا (۲۳)۔

۱۶۔ **تاج تواریخ البشروتتمہ جمیع السیر**، تین جلد۔

اس کتاب کا مخطوط حرم مکی لائبریری میں زیر نمبر "۱۲۲/ تاریخ" موجود ہے۔

مغربی لکھتے ہیں کہ یہ کتاب ابتداء دنیا سے تیرہویں صدی ہجری کے آخر تک کے اہم واقعات و حوادث کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ شیخ احمد حضراوی

۱۲۵۸ھ سے ۱۳۲۷ھ تک مکہ مکرمہ میں موجود رہے اس کتاب کے تیسرے باب میں انہوں نے خلیفہ عثمانی کی طرف سے مکہ مکرمہ وجدہ میں مقرر کردہ ہم عصر حکمرانوں کے حالات و واقعات درج کئے ہیں۔ اس کتاب کا یہ باب اس بناء پر خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں درج واقعات مصنف کے چشم دیدیا معتبر افراد سے معلوم کردہ ہیں۔ حجاز مقدس کے مشہور محقق ڈاکٹر عبدالوہاب ابو سلیمان نے "تاج تواریخ البشر" کے مخطوط کے چند اجزاء اپنے دوست محمد علی مغربی (۲۴) کو عنایت کئے اور مغربی نے تیسرے باب کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس کا خلاصہ تیار کر کے اس پر حواشی لکھے اور اسے شیخ احمد حضراوی کے تذکرے کے ضمن میں اپنی کتاب میں شامل کیا (۲۵)۔

شیخ احمد حضراوی رحمتہ اللہ علیہ کی کتابوں کے مندرجات سے ماضی قریب کے حجاز کے باشندوں اور حکمرانوں کے عقائد و معمولات سے بخوبی آگاہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ کتاب ہذا کے زیر تذکرہ باب میں ایک مقام پر آپ لکھتے ہیں کہ الحاج عثمان پاشا قرلی ۱۲۵۷ھ سے اپنی وفات ۱۲۶۱ھ تک حجاز کے گورنر رہے' جدہ میں مدفون ہیں۔ عثمان پاشا نے حجاز میں جو تعمیراتی کام کرائے ان میں مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں سنگ مرمر کی تنصیب' طائف میں جرالامہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی قبر مبارک پر نئے گنبد کی تعمیر اور جدہ میں ام البشر حضرت حواء کی قبر اور اس پر نئے سرے سے گنبد کی تعمیر شامل ہے (۲۶)۔

دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں کہ شوال ۱۲۸۸ھ میں آفندی قاسم پاشا گورنر بنے اور انہوں نے مکہ مکرمہ پہنچتے ہی عمرہ ادا کر کے سب سے پہلا کار خیر یہ انجام دیا کہ مکہ مکرمہ کے بازار میں اشیاء صرف کی قیمتوں وغیرہ پر نظر رکھنے والے افسر اعلیٰ جو "محتسب السوق" کہلاتا تھا کو معزول کر کے جیل میں ڈال دیا اور اس کی جگہ ایک عالم و فاضل' بے مثل خطیب شیخ عبدالرحمان **عجیمی** رحمتہ اللہ علیہ جو کہ علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں معروف گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے انہیں نیا محتسب السوق مقرر کر دیا۔ شیخ عبدالرحمان **عجیمی** ۱۲ شعبان ۱۲۸۹ھ تک اس منصب پر تعینات رہے اور اس مختصر عرصہ میں ان کی سعی سے اشیائے صرف کی قیمتوں میں نمایاں کمی واقع ہوئی اور لوگوں کو ملاوٹ سے پاک اشیاء ملنے لگیں (۲۷)۔

معلوم رہے کہ شیخ عبدالرحمان **عجیمی** حنفی مکی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۵۳ھ۔ ۱۳۰۱ھ) مسجد الحرام کے امام و خطیب' مدرس' مفتی احناف شیخ عبدالرحمان سراج حنفی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۱۴ھ) کے امین فتویٰ' اور طائف شہر کے جج رہے (۲۸)

آپ کے فرزند عالم جلیل شیخ حسن **عجیمی** حنفی رحمتہ اللہ علیہ، فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں (۲۹)۔

مغربی سے قبل شیخ احمد حضراوی کے ہم عصر مکہ مکرمہ کے ایک عالم و مؤرخ شیخ عبداللہ غازی (۳۰) نے سات **ضخیم** جلدوں پر مشتمل اپنی تصنیف **"افادۃ الانام باخبار البلد الحرام"** کی تصنیف کے دوران **"تاج تواریخ البشر و تتمہ جمیع السمر"** کے مخطوط سے بھرپور مدد لی (۳۱)۔

۱۷۔ **اللطائف فی تاریخ الطائف** ۔ اس کتاب کا مخطوط بھی حرم مکی لائبریری میں زیر نمبر "۱۹/ تاریخ" موجود ہے جس کی ضخامت ۹۲ صفحات، ہر صفحہ ۳۲ سطور پر مشتمل ہے اور یہ ایک خوشخط، صاف اور مکمل مخطوط ہے۔ مغربی نے اس کتاب کا بھی اختصار تیار کر کے اس پر حواشی لکھ کر اسے اپنی کتاب میں شامل کیا (۳۲)۔ یہ کتاب حجاز کے شہر طائف کی تاریخ پر مشتمل ہے جو ابتدائے آفرینش سے مصنف کے دور ۱۳۰۲ھ تک کے حالات پر مبنی ہے۔ اس میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طائف شہر کی فضیلت، وہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے متعلق آثار و مشاہد، نیز اس شہر میں واقع حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے مزار اور اس سے ملحقہ مسجد کی تعمیر و توسیع کے بارے میں تاریخی معلومات درج کی گئی ہیں۔

۱۸۔ **الجواهر المحدۃ فی فضائل جدۃ**۔ صوبہ حجاز کے اہم اور عالم اسلام کی مصروف ترین بندرگاہ والے شہر جدہ کی تاریخ پر لکھی گئی قدیم ترین کتاب محمد یعقوب مالکی کی **"تنسم الزهر المانوس عن تغرجدۃ المحروس"** ہے لیکن یہ کتاب ابھی تک طبع نہیں ہوئی اور اس کا کوئی مخطوط بھی دریافت نہیں ہوا۔ جدہ شہر کی تاریخ پر لکھی گئی جو کتب ہم تک پہنچیں ان میں سب سے پہلی کتاب محمد بن عبدالعزیز بن فہد (م ۹۵۴ء) کی **"حسن القری فی اودیتہ ام القری"** ہے۔ دوسری کتاب حافظ ابن حجر ہیتمی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد خطیب جدہ علامہ عبدالقادر شافعی (م ۱۰۱۰ھ) کی **"السلاح والعدۃ فی فضائل ثغر جدۃ"** اور اس موضوع پر تیسری کتاب شیخ احمد حضراوی کی **"الجواهر المعدۃ فی فضائل جدۃ"** ہے۔ شیخ حضراوی نے بروز پیر ۱۱ جمادی الثانی ۱۲۸۸ھ کو حرم مکی میں بیٹھ کر اس کتاب کی تکمیل کی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ حرم مکی لائبریری میں زیر نمبر "۲۷/ تاریخ" موجود ہے جو شیخ عبدالستار دہلوی کا نقل کردہ ہے، ۶۲ صفحات کا یہ نسخہ خستہ حالت میں ہے اس کا تعارف اور بعض اجزاء ماہنامہ "العرب" ریاض جلد دوم کے صفحہ ۲۰۰، پر شائع ہوئے۔

الجواهر المعدۃ کا دوسرا مخطوط آئرلینڈ کے شہر ڈبلن میں واقع جسٹر بیٹی کے ذخیرہ کتب میں موجود ہے جس کے بارے میں خیال ہے کہ یہ خود شیخ احمد حضراوی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ سعودی عرب کی نامور علمی و ادبی شخصیت شیخ حمد الجاسر (۳۳) کے ذخیرہ کتب میں اسی نسخہ ڈبلن کی فوٹو کاپی موجود ہے۔ شیخ حمد الجاسر لکھتے ہیں کہ یہ کتاب تاریخ جدہ پر لکھی گئی کتب پر حاوی ہے اور اس میں موضوع کی مناسبت سے وافر معلومات موجود ہیں۔ حمد الجاسر نے الجواہر المعدۃ کے اس نسخہ پر تحقیق و تصحیح کی نیز اس پر حواشی لکھے جن کا معتدبہ حصہ عقائد و نظریات کے پس منظر میں ہے۔ اور پھر ماہنامہ "العرب" ریاض کے ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ سے شعبان ۱۳۹۹ھ تک کے شماروں میں پوری کتاب کو قسط وار شائع کیا۔ اس کی پہلی قسط اس وقت راقم کے پیش نظر ہے جس میں مخطوط کے پہلے و آخری دو دو صفحات کا عکس دیا گیا ہے جس میں شیخ احمد حضراوی کا منظوم کلام بھی موجود ہے (۳۴)۔

بعدازاں جدہ کے نامور ادیب و مؤرخ حجاز محمد علی مغربی نے اپنی ضخیم کتاب "اعلام الحجاز" میں شیخ احمد حضراوی رحمتہ اللہ علیہ کی جن تین کتب کی تلخیص پیش کی ان میں الجواہر المعدۃ بھی شامل ہے۔ مغربی نے ماہنامہ العرب کے مذکورہ بالا شماروں کی مدد سے اس کا خلاصہ تیار کر کے اس پر حواشی لکھے (۳۵)۔

الجواہر المعدۃ میں شیخ احمد حضراوی لکھتے ہیں کہ جدہ کے سمندر میں ایک مقام پر سید نا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غسل کیا تھا' یہ جگہ اب تک "بحرالاربعین" کے نام سے مشہور ہے۔ اہل جدہ حصول برکت و امراض سے شفاء کے لئے اسی مقام پر غسل کرتے ہیں۔ اس عبارت پر مغربی حاشیہ آراء ہیں کہ ساحل جدہ پر بحرالاربعین نامی مقام شہر کے معمر افراد بخوبی جانتے ہیں اب یہ مقام "بحرالاحمر" نامی ہوٹل اور "فیصلیہ" عمارات کے عقب میں اور سعودی نیشنل بنک کے مرکزی دفتر کی عمارت کے بالمقابل واقع ہے (۳۶)۔

محمد علی مغربی اس کتاب کے حاشیہ میں ایک اور مقام پر ام البشر سیدہ حواء کے روضہ اقدس کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں کہ چودھویں صدی ہجری کے پانچویں عشرہ میں راقم نے خود دیکھا کہ آپ کی قبر پر ایک عظیم الشان گنبد موجود ہے اور اس کے اندر سیدہ حواء کی قبر پردوں سے ڈھکی ہوئی اور اس کے قریب خوشبوئیں سلگ رہی ہیں۔ حجاج کرام و دیگر زائرین جدہ آتے تو آپ کے روضہ کی زیارت کرتے۔ شہر کے قاضی خاندان کے ایک فرد آپ کے مزار کے متولی تھے جو زائرین کی رہنمائی کرتے۔ پھر ۱۳۴۴ھ میں شاہ

عبدالعزیزال سعود کی حکمرانی قائم ہوئی اور وہ پہلی بار جدہ آئے تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ سیدہ حواء کی قبر پر موجود گنبد سمیت تمام عمارات کو منہدم کرا دیا اور اس سے ملحق صوفیاء کے مرکز کو مقفل کرا دیا۔ یاد رہے کہ ال سعود خاندان نے حجاز پر اپنے پہلے دور حکومت میں بھی ۱۲۱۸ھ میں سیدہ حواء کا مزار منہدم کرایا تھا لیکن بعدازاں خلیفہ عثمانی کے مقرر کردہ والی حجاز الحاج عثمان پاشا قرلی نے اپنے دور ۱۲۵۷ھ - ۱۲۶۱ھ میں اسے پھر سے تعمیر کرا دیا تھا (۳۷)۔

شیخ احمد حضراوی اپنے دور کے جدہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس شہر میں صوفیاء کرام کی سو سے زائد خانقاہیں اور مراکز موجود ہیں جن میں یمنی محلّہ میں واقع خانقاہ شاذلیہ، خانقاہ اسنویہ، خانقاہ میرغنیہ اور علاقہ عید روس میں درگاہ سنوسیہ، سوق الجامع نامی بازار میں سید بدولی و ابن علوان کی درگاہیں اہم ہیں۔ آپ مزید لکھتے ہیں کہ جدہ میں جن اکابر اولیاء عظام کے مزارات مشہور ہیں ان میں باب مکہ کے قریب حضرت ابو بکر بن احمد المشہور بہ علوی کا مزار، سوق ندا نامی بازار کے آخر میں شیخ ابو سریر کا مزار و خانقاہ نیز شیخ ابوحنہ، شیخ ابو عنبہ اور محلّہ مظلوم میں امام مظلوم کا مزار انتہائی مشہور و معروف ہیں۔ محمد علی مغربی اس پر اضافہ کرتے ہیں کہ حکومت سعودی عرب نے یہ تمام مزارات مسمار کرا دیئے اور جدہ میں خانقاہی نظام کا خاتمہ کر دیا (۳۸)۔

شیخ حضراوی کی چند تصانیف تیرہویں صدی ہجری کے نصف آخر کے حجاز کی تاریخ پر سب سے اہم ماخذ ہیں۔ ان کی اس اہمیت سے انکار محال تھا چنانچہ یہی وہ واحد سبب ہے کہ فکری و اعتقادی اعتبار سے آپ کے مخالفین نے آپ کی چند تحریروں پر کام کر کے انہیں شائع کیا تاکہ اس بلد عظیم کے بارے میں اہم مصادر سامنے آئیں۔ آپ کی تصانیف کے اصل مخطوطات یا ان کی فوٹو کاپیاں مذکورہ بالا افراد و مقامات کے علاوہ مکتبہ فیضیہ مدینہ منورہ (۳۹) اور شیخ عبدالقدوس انصاری (۴۰) کے ذخیرہ کتب میں موجود ہیں۔ شیخ حضراوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تصانیف کے بارے میں مزید معلومات ماہنامہ العرب شمارہ رمضان ۱۳۸۷ھ کے صفحات ۱۹۳ تا ۲۰۲ پر درج مضمون بعنوان "مؤرخو مدینۃ جدۃ" میں (۴۱) اور العرب ہی کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۱۲ و ۲۰۰ پر (۴۲) نیز ماہنامہ المنہل جدہ کے شمارہ شعبان ۱۳۶۶ھ میں درج شیخ عبدالوہاب دہلوی کے مضمون میں موجود ہیں (۴۳)۔

شیخ احمد حضراوی ہاشمی شافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ کے جداعلیٰ مصر کے نامور صوفیاء کرام میں سے تھے، آپ کے جدامجد اسکندریہ کے مفتی

احناف تھے، آپ کے والد ماجد جلیل القدر عالم وولی کامل تھے جو حرمین شریفین کی محبت میں آبائی وطن ترک کر کے مکہ مکرمہ جا بسے، خود شیخ احمد حضراوی جلیل القدر عالم و صوفی کامل تھے، حجاز مقدس کی تاریخ اور دیگر موضوعات پر ایسی اہم کتب تصنیف کیں کہ ان کی گونج یورپ تک پہنچی اور اغیار نے ان پر کام کر کے اپنی قدر و قیمت میں اضافہ کیا، ہندوستان مراکش یمن حجاز اور دیگر عرب ممالک کے مشہور علماء آپ سے فیض یاب ہوئے، مزید یہ کہ آپ کے فرزند ارجمند بھی عالم و فاضل شاعر و ادیب تھے، آپ عمر میں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے بیس برس بڑے تھے، فاضل بریلوی نے آپ سے ملاقات کے بعد آپ کے بارے میں فرمایا: **"الشیخ الجلیل البرئی عن المساوی مولانا اشیخ احمد الحضراوی"** لیکن اس تمام تر علم و فضل کے باوجود آپ نے فاضل بریلوی کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور آپ سے خلافت کا اعزاز پایا (۴۴)۔

حوالے و حواشی

(۱) **الاجازات المتینتہ لعلماء بکہ والمدینتہ** (۱۳۲۴ھ)، مولانا احمد رضا خان بریلوی **منظمتہ الدعوۃ الاسلامیہ جامعہ نظامیہ** رضویہ لاہور، ص ۱۱، ۲۸۔

(۲) **المختصر من کتاب نشر النور و الزہر**، شیخ عبداللہ ابو الخیر مرداد، اختصار و ترتیب محمد سعید عامودی و احمد علی، عالم المعرفہ جدہ، طبع دوم ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء، ص ۸۴۔ ۸۵۔

(۳) ماہنامہ العرب الریاض شمارہ ذوالقعدہ ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ / نومبر دسمبر ۱۹۷۸ء، ص ۴۰۵۔

(۴) حضرت شیخ محمد فاسی مکی رحمتہ اللہ علیہ مکہ مکرمہ کے اکابر صوفیاء کرام میں سے تھے۔ آپ کے دیگر خلفاء میں شیخ صدیق سندھی مہاجر مکی (م ۱۳۲۲ھ) اہم ہیں۔ (نشر النورص ۸۵، ۲۲۰)

(۵) سیر و تراجم بعض علمائنا فی القرن الرابع عشر للھجرۃ، عمر عبدالجبار مکی، مکتبہ تھامہ جدہ، طبع سوم ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۲ء، ص ۵۷۔ نشر النورص ۸۵۔

(۶) حضرت شیخ جمال بن عبداللہ حنفی مکی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۲۸۴ھ) اپنے دور کے بے مثال فقیہہ تھے، تحریر و تقریر میں آپ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا، مرجع الفقہاء تھے، امرائے مکہ آپ کے عقیدت مند تھے۔ آپ کے اساتذہ میں امام، محدث، مفسر، شیخ صدیق کمال حنفی (م ۱۲۸۴ھ)، خاتمتہ المحققین شیخ عمر عبدالرسول حنفی (م ۱۲۴۷ھ)، امام حرم علامہ سید یحییٰ مؤذن (م ۱۲۶۰ھ) اور شیخ العلماء مکہ شیخ عبداللہ سراج حنفی (۱۲۰۰ھ۔ ۱۲۶۴ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔ شیخ جمال حنفی "شیخ العلماء مکہ" اور "مفتی احناف" کے مناصب جلیلہ پر فائز رہے آپ کی تصنیفات کی تعداد چھ سے زائد ہے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد کا احاطہ کرنا مشکل ہے، تاہم ان میں جو تلامذہ صف اول کے جلیل القدر علماء ہوئے ان کے

اسماء گرامی یہ ہیں: مفتی احناف شیخ عبدالرحمان سراج حنفی (م ۱۳۱۴ھ)' شیخ الخطباء و مفتی احناف شیخ احمد ابو الخیر مرداد حنفی (م ۱۳۳۵ھ)' مکہ مکرمہ میں احناف کے اکابر علماء میں سے ایک' شیخ حسن طیب (م ۱۳۱۰ھ)' امام و خطیب مسجد الحرام و طائف شہر کے جج شیخ عبدالرحمان عجیمی (۱۳۰۱ھ)' مدرس حرم علامہ فقیہ شیخ سلیمان عتیبی (م ۱۲۹۲ھ)' اور حجاز کے اکابر علماء میں سے ایک' مدرس حرم شیخ عبدالقادر شمس (م ۱۳۲۶) رحیم اللہ تعالیٰ۔ (نشرالنور ص ۱۶۱۔ ۱۶۲)

(۷) حضرت شیخ محمد سعید بشارۃ حنفی (م ۱۲۸۲ھ) مسجدالحرام میں مدرس تھے۔ آپ امام العصر، محقق' مدقق' محدث' مفسر اور زاہد و عابد تھے۔ علم حرف میں شہرہ تھا۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ شیخ عبدالمنعم حنفی قاضی مکہ (م ۱۲۶۲ھ)' علامہ سید محمد یاسین میر غنی حنفی مکی (م ۱۲۵۵ھ) اور امام و محدث شیخ حمزہ عاشور (م ۱۲۴۷ھ) شامل ہیں۔ شیخ محمد سعید بشارۃ کی تصنیفات کے نام یہ ہیں: شرح علی اسماء اللہ الحسنیٰ' رسالہ فی النحو' فضائل مکہ' احیاء علوم الدین پر حواشی و فوائد' نیز میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک منظوم کتاب لکھی (نشرالنور ص ۲۱۲)۔

(۸) شیخ عبدالغنی رافعی شامی شافعی رحمتہ اللہ علیہ' عالم دین' شاعر و ادیب تھے۔ مصر و شام کے بکثرت علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۱۳۰۹ھ میں مکہ مکرمہ میں وبائی مرض کے باعث وفات پائی اور المعلیٰ قبرستان میں سپرد خاک ہوئے (نشرالنور ص ۲۶۲)۔

(۹) ابو المحاسن شیخ عبدالرحمان کزبری رحمتہ اللہ علیہ سے اپنے دور کے متعدد اکابر علماء کرام نے استفادہ کیا۔ آپ کے حالات اور اسناد پر شیخ ابی الفیض محمد یاسین بن محمد عیسیٰ فادانی مکی نے کتاب "ثبت الکزبری ویلیہ اتحاف الطلب السری باسانیر الوجیہ الکزبری" لکھی جو دارالبصائر دمشق نے شائع کی۔

(۱۰) نشرالنور' ص ۸۵۔

(۱۱) سیرو تراجم ص ۵۸' نشرالنور ص ۸۵۔

(۱۲) سیرو تراجم ص ۵۸۔

(۱۳) علامہ محمد عبدالباقی لکھنوی ۱۲۸۶ھ کو فرنگی محل لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ بعدازاں مدینہ منورہ ہجرت کی۔ آپ کے اساتذہ و مشائخ میں آپ کے بڑے بھائی علامہ محمد ابراہیم لکھنوی (م ۱۳۱۵ھ مدفون جنت البقیع)' آپ کے چچا زاد بھائی مولانا عبدالحئی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ)' علامہ سید عین القضاۃ حیدرآبادی (م ۱۳۴۳ھ)' علامہ عبدالوہاب ابن علامہ عبدالرزاق انصاری (م ۱۳۲۲)' مولانا نورالحسنین لکھنوی حیدرآبادی (م ۱۳۳۰ھ) اور حضرت مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۱۳ھ) شامل ہیں۔ ۱۳۲۱ھ میں علامہ عبدالباقی لکھنوی بغداد پہنچے جہاں حضرت غوث اعظم رضی اللہ کی نسل میں سے خانقاہ جیلانیہ کے سجادہ نشین نقیب الاشراف مولانا سید عبدالرحمان بن سید علی قادری بغدادی نیز مزار حضرت غوث اعظم کے کنجی بردار و ملحقہ

مسجد کے خطیب مرشد کامل مولانا سید مصطفیٰ بن سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت عطا کی۔ بعدازاں شیخ عبدالباقی نے حرمین شریفین میں جن جلیل القدر علماء عرب سے علوم اخذ کئے ان میں مفتی شافعیہ مدینہ منورہ علامہ سید احمد اسماعیل برزنجی(م ۱۳۳۷ھ)، علامہ سید احمد بن عبداللہ میر غنی مکی (پ ۱۲۴۰ھ) اور شیخ الخطباء و مفتی احناف شیخ احمد ابوالخیر مرداد مکی (م ۱۳۳۵ھ) اہم ہیں۔ الدلیل المشیر میں علامہ عبدالباقی کے ۳۵ اساتذہ و مشائخ کے نام درج ہیں۔

علامہ عبدالباقی مدینہ منورہ میں درس و تدریس سے وابستہ رہے جہاں عرب علماء کی کثیر تعداد نے آپ سے تعلیم پائی۔ اعلام من ارض النبوۃ میں آپ کے پندرہ اہم شاگردوں کے نام دیئے گئے ہیں۔ آپ نے ۱۳۶۴ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ تصنیفات کی تعداد تیس سے زائد ہے، چند کے نام یہ ہیں: **اغناء الانام بحکم سماع الصوفیتہ الکرام۔ الدلیل المشیر** کے مصنف جو کہ علامہ عبدالباقی کے اہم تلامذہ میں سے ہیں لکھتے ہیں کہ یہ کتاب تصوف کے موضوع پر ایک اہم کتاب ہے، **تحفتہ الاماجد بحکم صلاۃ الجنازۃ فی المساجد**، **کشف رین الریب عن مسئالتہ علم الغیب**، **لایات الکبریٰ فی المعراج والاسراء**، **شعشتہ الانوار فی الماثر من الاذکار**، **العقود التلالیہ فی الاسانید العالیہ**، **رسالتہ فی مناقب الاولیاء الخمس**، **تکملتہ** لکتاب **خیرالعمل** بذکر تراجم علماء فرنگی محل، برکتہ الباری فی سلالتہ جدنا ملا حافظ الانصاری، **المنح المدنیتہ فی** مذہب الصوفیتہ مطبوعہ مدینہ منورہ، الاسعاد بالاسناد مطبوعہ مصر، المناھل **السلسلتہ فی الاحادیث المسلسلہ** مطبوعہ مصر، سبع رسائل فی اوراد **الطریقتہ** واذ کارھا۔ (**الدلیل المشیر**، سید ابو بکر بن احمد حبشی علوی مکی (م ۱۳۷۴ھ) ناشر مکتبہ **المکیہ** مکہ مکرمہ، طبع اول ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، ص ۱۱۸۔ ۱۴۷، نیز **اعلام من ارض النبوۃ**، سید انس یعقوب مدنی (پ ۱۳۹۳ھ) مطبع دار البلا دجدہ، جلد اول، طبع اول ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء، ص ۱۹۸۔ ۲۰۳)۔

(۱۴) ابو **الفیض** علامہ عبدالستار بن عبدالوہاب دہلوی ۱۲۸۶ھ کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد مدرسہ صولتیہ میں داخلہ لیا نیز مسجد الحرام میں تعلیم پائی۔ آپ کے دیگر اساتذہ میں مفتی احناف شیخ عبدالرحمان سراج حنفی (م ۱۳۱۴ھ)، مفتی شافعیہ شیخ محمد سعید **بابصیل** مکی (م ۱۳۳۰ھ)، مفتی شافعیہ و شیخ **العماء** علامہ سید احمد دحلان (م ۱۳۰۴ھ)، شیخ خلف بن ابراہیم حنبلی، شیخ احمد بن عیسیٰ **نجدی** حنبلی اور شیخ عمر بقاعی شافعی شامی (۱۲۴۵ھ۔ ۱۳۱۳ھ) وغیرہ متعدد اکابر علماء مکہ شامل ہیں۔ بعدازاں علامہ عبدالستار دہلوی حصول علم کے لئے مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں متعدد علماء سے استفادہ کیا۔ چند تصنیفات ہیں جن کے مخطوطات **بخط** مصنف حرم مکی لائبریری میں موجود ہیں۔ سیرو تراجم میں علامہ عبدالستار دہلوی کی سولہ تصنیفات کے نام

دیئے گئے۔ آپ نے ۱۳۵۵ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات
پائی۔ آپ کے شاگردوں میں مسجد الحرام کے مدرس شیخ
زکریا بیلا اور حرم مکی لائبریری کے مدیر شیخ سلیمان
صنیع اہم ہیں (سیر و تراجم ص ۱۹۶۔ ۱۹۹)

(۱۵) علامہ سید محمد بن سالم سری رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۶۴ھ
کو سنگاپور میں پیدا ہوئے آپ کے والد اولیاء کبار میں
سے تھے۔ سنگاپور سے اپنے والد ماجد کے ساتھ آبائی
وطن تریم شہر علاقہ حضرموت جنوبی یمن جاکر وہاں کے
اکابر علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ پھر حجاز
مقدس حاضر ہوئے اور متعدد علماء و مشائخ سے تعلیم پائی'
ان میں شیخ احمد حضراوی کے علاوہ مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ
شیخ محمد سعید بابصیل' مفتی شافعیہ مدینہ منورہ علامہ سید
احمد اسماعیل برزنجی' شیخ الدلائل مدینہ منورہ شیخ محمد سعید'
علامہ سید محمد عبدالحئی کتانی مراکشی اور شیخ عمر بن ابی
بکر باجنید مکی (م ۱۳۵۴ھ) وغیرہ متعدد جید علماء کرام
شامل ہیں۔ ولی کامل امام احمد بن حسن عطاس رحمتہ اللہ
علیہ (۱۲۵۷ھ۔ ۱۳۳۴ھ) نے علامہ سید محمد بن سالم
سری کو خلافت عطا فرمائی۔ آپ مکہ مکرمہ میں اقامت
گزین ہوئے وہیں پر شادی کی۔ ۱۳۴۶ھ میں تریم
تشریف لے گئے اور اسی سال وہاں پر ہی وفات پائی
(الدلیل المشیر ص ۳۴۰۔ ۳۴۴)۔

(۱۶) علامہ سید محمد عبدالحئی حسنی کتانی مراکشی رحمتہ اللہ
علیہ (۱۳۰۳ھ۔ ۱۳۸۲ھ) اپنے دور کے عظیم محدث'
سلسلہ کتانیہ کے مشہور پیر طریقت' مؤرخ اور صاحب
تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ نے عالم اسلام کے سینکڑوں علماء
و مشائخ سے استفادہ کیا۔ آپ علامہ یوسف اسماعیل
نبہانی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۵۰ھ) کے شاگرد اور فاضل
بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں (الدلیل المشیر' ص
۱۴۸۔ ۱۷۵)۔

(۱۷) ماہنامہ العرب ریاض نومبر دسمبر ۱۹۷۸ء' ص ۴۰۵۔

(۱۸) اعلام الحجاز' محمد علی مغربی' مطبع المدنی شارع
عباسیہ قاہرہ' طبع اول ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء' ص ۷۶۔ ۷۸۔

(۱۹) ایضا" ص ۷۸۔

(۲۰) شیخ عبداللہ ابو الخیر مرداد رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۸۵ھ۔
۱۳۴۳ھ) مکہ مکرمہ شہر کے جج اور مسجد الحرام میں مدرس
تھے۔ آپ عالم کبیر شیخ الخطباء و مفتی احناف شیخ احمد
ابو الخیر مرداد رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۵۹۔ ۱۳۳۵ھ) کے
فرزند' اور عالم جلیل شیخ محمد بن علی کتانی شافعی مکی
(۱۲۳۰ھ۔ ۱۳۰۸ھ) کے نواسہ' عالم و ادیب شیخ محمد بن
محمد کتانی (۱۲۷۷ھ۔ ۱۳۱۲ھ) کے بھانجا' اور فاضل
بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ شیخ عبداللہ ابوالخیر
مرداد کے بھائی شیخ محمد سعید ابوالخیر (۱۲۸۳ھ۔ ۱۳۵۳ھ)
بھی مکہ مکرمہ کے عالم جلیل اور دوسرے بھائی شیخ محمد نور
ابو الخیر مرداد مشہور قراء مکہ میں سے تھے (نشر النور' سیر
و تراجم)

(۲۱) ملاحظہ ہو: نشر النور ص ۹۶' ۱۱۰' ۱۸۱' ۲۰۴' ۲۳۹'
۳۲۷' ۳۷۲۔

(۲۲) اعلام الحجاز' ج ۳ ص ۱۵۰۔

(۲۳) نشرالنور' حاشیہ ص ۸۵۔

(۲۴) محمد علی مغربی حجاز کے نامور مورخ و ادیب تھے۔ ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء کو جدہ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء میں وفات پائی۔ مکہ مکرمہ سے شائع ہونے والے اخبار "صوت الحجاز" (سن اجراء ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۲ء) کے ایڈیٹر رہے۔ تاریخ' ادب' شاعری' سوانح' بالخصوص صوبہ حجاز سے متعلق موضوعات پر تقریباً" پندرہ تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔

(۲۵) ملاحظہ ہو: اعلام الحجاز جلد ۳ ص ۸۳۔ ۱۳۰۔

(۲۶) اعلام الحجاز ج ۳ ص ۸۳۔

(۲۷) ایضاً" ص ۹۶۔ ۹۸۔

(۲۸) نشرالنور' ص ۲۴۷۔ ۲۴۹۔

(۲۹) الاجازات المتینہ' ص ۵۰۔

(۳۰) علامہ شیخ عبداللہ غازی (۱۲۹۱ھ۔ ۱۳۶۵ھ) سات برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ جا بسے اور وہیں وفات پائی۔ آپ مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۰۸ھ) کے شاگرد اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۱۷ھ) کے مرید ہیں۔ عربی میں آپ کی چھ تصنیفات ہیں جن میں سے ابھی تک کوئی بھی شائع نہیں ہوئی۔ تاہم مغربی نے **"افادۃ الانام"** کی تلخیص اپنی کتاب میں شامل کی ہے۔ آپ کے حالات الدلیل المشیر میں درج ہیں۔ (اعلام الحجاز ج ۴ ص ۸۷۔ ۲۱۱' الدلیل المشیر ص ۲۱۷۔ ۲۲۷)۔

(۳۱) اعلام الحجاز ج ۴ ص ۱۹۰۔

(۳۲) ملاحظہ ہو: اعلام الحجاز ج ۳ ص ۱۸۶۔ ۲۰۳۔

(۳۳) شیخ حمد الجاسر سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض سے مغرب میں واقع علاقہ السر کے گاؤں " البرود" میں ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ کو ایک کسان کے گھر پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم ریاض کے مدرسہ میں پائی۔ پھر قاہرہ یونیورسٹی قاہرہ کے ادبی کالج سے ڈگری لی۔ واپس ملک جا کر محکمہ تعلیم سے وابستہ ہوئے اور" شریعت و عربی لعغت کالج" کے پرنسپل ہوئے۔ آپ عالم عرب کے نامور محقق' نقاد' ادیب' ماہر انساب' جغرافیہ داں' سیاح اور صحافی ہیں۔ حمد الجاسر نے ریاض سے پہلا عربی اخبار ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء میں "الیمامہ" کے نام سے جاری کیا۔ ۱۳۸۵ھ کو ریاض میں پہلا پرنٹنگ پریس نصب کیا۔ اسی برس ریاض سے روزنامہ " الریاض" جاری ہوا تو حمد الجا سراس کی تاسیسی کمیٹی کے رکن اور چیف ایڈیٹر ہوئے۔ پھر ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء کو عربوں کی تاریخ' جغرافیہ اور ثقافت پر ایک تحقیقی ماہنامہ "العرب" جاری کیا۔ حمد الجاسر ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء میں زندہ ہیں اور ان کے جاری کردہ یہ تینوں اخبار و رسائل اب تک باقاعدگی سے شائع ہو رہے ہیں۔ آپ مجمع العلمی العربی دمشق' **مجمع العغت العربیہ قاھرہ** اور مجمع العلمی عراق کے رکن ہیں۔ آپ کی متعدد تصنیفات و تحقیقات شائع ہو چکی ہیں۔ ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء میں حکومت سعودی عرب نے حمد الجاسر کی "عربی ادب" کے شعبہ

میں خدمات کے اعتراف میں "انہیں کنگ فیصل ایوارڈ" عطا کیا۔ یہ ایوارڈ ۱۹۷۹ء سے ہر سال پوری دنیا میں عربی ادب پر کام کرنے والے صرف ایک ادیب کو دیا جاتا ہے اور حمد الجاسر یہ ایوارڈ حاصل کرنے والے واحد سعودی باشندہ ہیں۔ (**تطور الصحافتہ فی المملکتہ العربیتہ السعودیہ عثمان حافظ**' **شرکتہ المدنیتہ للطباعتہ والنشر جدہ**' جلد اول طبع دوم ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔ **الحرکتہ الادبیہ فی المملکتہ العربیتہ السعودیہ**' ڈاکٹر بکری شیخ امین' دارالعلم للملا یین بیروت لبنان' طبع چہارم ۱۹۸۵ء' ص ۱۱۶۔ ۱۱۷'۔ ہفتہ وار اخبار المسلمون' جدہ و لندن' شمارہ ۱۰ جنوری ۱۹۹۸ء' ص ۱۰' تحریر بعنوان **حالہ ثقافیہ ممیزہ اسمھا جائزہ الملک فیصل العالمیہ' خالد السھل**)

(۳۴) **ماہنامہ العرب ریاض شمارہ ذوالقعدہ ذوالحجہ** ۱۳۹۸ھ/ نومبر دسمبر ۱۹۷۸ء' ص ۴۰۴۔ ۴۱۸۔

(۳۵) ملاحظہ ہو: اعلام الحجاز ج ۳ ص ۱۳۱۔ ۱۸۵۔

(۳۶) اعلام الحجاز ج ۳ ص ۱۳۲۔

(۳۷) ایضاً" ص ۱۳۸۔

(۳۸) ایضاً" ص ۱۸۴۔

(۳۹) نشرالنور' حاشیہ ص ۸۵۔

(۴۰) عبدالقدوس انصاری مدنی (۱۳۲۴ھ۔ ۱۴۰۳ھ) بانی ماہنامہ المنھل نے تاریخ جدہ کے کام کو آگے بڑھایا اور دو ضخیم جلدوں میں **"موسوعتہ تاریخ مدنیتہ جدۃ"** لکھی جس کی پہلی جلد کے دو ایڈیشن ۱۳۸۳ھ' ۱۴۰۰ھ میں شائع ہوئے' دوسری جلد غیر مطبوع ہے۔ (اعلام الحجاز ج ۲ ص ۲۰۷)۔

(۴۱) ماہنامہ العرب ریاض نومبر دسمبر ۱۹۷۸ء' ص ۴۰۴۔

(۴۲) ایضاً" ص ۴۰۵۔ ۴۰۶۔

(۴۳) نشرالنور' حاشیہ ص ۸۵۔

(۴۴) الاجازات المتینہ' ص ۴۸۔

حافظ شیرازی اور فاضل بریلوی

مولانا محمد شبیہ القادری پوکھریروی
(سیوان، بھارت)

جناب شمس الدین ابن بہاؤالدین حافظ اصفہانی شیرازی کے علم و فضل اور ان کے عرفان الٰہی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ادبی تحقیقی اور تنقیدی مباحث میں غلو' جو ان کی جذباتیت کی تعریف میں آتا ہے اور جذباتی و تاثراتی اظہار خیال میں ان کے زمانہ کا کوئی ہم پلہ اور ہم وزن نہیں معلوم پڑتا۔ ان کا رندانہ اسلوب بیان ہی ان کے قابل اعتماد بیان کا جزو ہے۔ جس میں ذرا بھی ذوق جمال موجود ہوگا وہ ضرور اس کے حسن و خوبی سے متاثر ہونے کی وہی صلاحیت رکھتا ہوگا۔ جو بارود میں آگ پکڑنے کی ہوتی ہے اور وہ حسن عقیدت و معرفت کی شراب سے مدہوش اور سرشار رہنے کے باوجود زندگی کی کیفیت پاتا ہوگا اور وہ زندگی بجائے خود تغیر پسند ہوتی ہے اور مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کا اظہار ضرور کسی نہ کسی نہج سے ہو جاتا ہے۔ سب زندگی کے ادوار اور مراحل میں عمر کے وہ سنگ میل شامل ہیں جس محور پر وہ منتقسم کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً" بچپن' جوانی اور بڑھاپا۔

حافظ' عمر کے جن مراحل سے گذرتے ہیں نہایت ہی حسن و خوبی کے ساتھ اپنے اشعار کے ذریعہ اس کی عکاسی کرتے ہوئے چلتے ہیں مگر" دیوان حافظ" کے اس مطلع کو دیکھ کر یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ شاعری کے آغاز ہی میں وہ پیر طریقت اور ہادی معرفت کے ترجمان ہیں لیکن یہ ضروری نہیں۔ یہ سرشاری دوسروں کے لئے بھی وہی مآل پیدا کردے جو حافظ کو بھی حاصل ہے۔ ان کے دیوان کے مطلع کا شعر یہ ہے۔

الا یاایھا الساتی ادرکا ساو ناولھا

کہ عشق آساں نمود اول دے افتاد مشکلہا

لیکن اس پر حافظ نے زندگی اور سرمستی کی چادریں اس طرح ڈال دی ہیں کہ بیان حقیقت مجہول ہو کر رہ گیا ہے۔ اب ہر قاری اپنے اپنے ذہن کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ معلوم نہیں ان کے اشعار کے یہ قبائے زریں اہل علم و فضل کے سالکوں کے لئے پیرہن بن سکیں گے یا نہیں؟ اور عام لوگوں کی تفہیم حسن ظن کی طرف مائل ہو سکیں گی یا نہیں۔ جب کہ دنیا ان کے مقام فضل کو "لسان الغیب" سے یاد کرتی ہے۔ شاید اسی لئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدد مائۃ ماضیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہیں بھی اور کسی اعتبار سے بھی ان کے اشعار میں شرعی قباحت کی نشان دہی نہیں کی ہے بلکہ مصرعوں میں تضمین فرمائی ہے کبھی ان کے اول مصرعہ میں کبھی ان کے ثانی مصرعہ میں اور اس کے تضمین سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اضافہ حسن شعر میں چارچاند نہیں بلکہ پانچ چاند لگا دیئے ہیں جیسے حافظ کا یہ شعر ہے۔

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود ز رسم و راہ منزل ہا

ترجمہ یہ ہے کہ اگر پیر کامل کہے تو جائے نماز کو شراب سے رنگین کردو کہ کہنے والا سالک راستہ کی رسم و راہ سے بے خبر نہیں ہے۔ "مے" سے حافظ کی جو بھی شراب مراد ہو اس میں نہ مجھے کلام ہے اور نہ کسی اور کو لیکن امام اہل سنت نے اول مصرعہ کا متبادل مصرعہ تضمین فرما کر شعر کے اندر ایک جان پیدا فرما دی ہے۔

مگر داں روازیں محفل رہ ارباب سنت رد
کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزل ہا

اب یہ معنی ہو گئے کہ اس محفل سے منہ مت پھیرو اور ارباب سنت کی راہ پر چلو کہ سالک راستہ کی راہ و رسم سے بے خبر نہیں ہوتا۔ الحمدللہ!

حافظ شیرازی کے دیوان کا یہ پہلا شعر ہے۔

الایا یہا الساتی ادرکاسا" ونادلہا
کہ عشق آساں نمود اول دے افتاد مشکلہا

ترجمہ یہ ہے' آگاہ ہو اے ساقی اور پیالہ کا دور چلا اور وہ یہ کہ عشق پہلے آسان تھا اب مشکل ہو گیا۔

قربان جایئے امام اہل سنت پر کہ اس شعر کے ثانی مصرعہ کا متبادل تضمین فرما کر عشق رسول کے دریا بہا دیئے ہیں۔ اب شعر کو یوں ملاحظہ کیجئے۔

الایا یہا الساتی ادر کاسا" و نادلہا
کہ بر یاد شہ کوثر بنا سازیم محفل ہا

حافظ نے یہ کہا کہ پیالہ کا دور چلا اس لئے کہ عشق آسان پہلے تھا امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ پیالہ کا دو چلا اس لئے کہ شہ کوثر صلی اللہ

علیہ وسلم کی یاد میں ہم ایک محفل عشق و محبت سجا دیں۔ ماشاء اللہ

حافظ نے کہا۔

مر در منزل جاناں چہ امن و عیش چو ہر دم
جرس فریادی دارد کہ بر بندید محمل ہا

ترجمہ یہ ہے،'کہ مجھے اپنے مطلوب کے گھر میں کیا امن و عیش ملے جب کہ ہر دم گھنٹہ کی آواز آرہی ہے کہ اپنے کجاوے تیار کرلو اور کوچ کو تیار ہو جاؤ لیکن امام اہل سنت نے حافظ کے اس شعر کے پہلے مصرعہ کا متبادل تضمین فرما کر ایسا حسن پیدا کر دیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ حافظ کا ثانی مصرعہ اب جا کے برمحل واقع ہوا ہے۔

تو ہب گاہ ملک ہند اقامت رانمی شاید
جرس فریادی دارد کہ بربندید محمل ہا

اس شعر میں اول مصرع اعلیٰ حضرت کا ہے اور ثانی مصرع حافظ کا ہے یہ پورا شعر مذکور ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہابی کے رہنے کی جگہ ملک ہندوستان مجھے اقامت کے لئے نہیں چاہیئے کہ گھنٹہ کی آواز آرہی ہے کہ کجاوے تیار کرلو اور کوچ کو تیار ہو اس میں امام اہل سنت کا موقف و نظریہ بول رہا ہے اور مایہ عشق نبی پر سونے پر سہاگہ مچل رہا ہے۔ الحمدللہ

حافظ کے مطلع کے پہلے مصرعہ کو امام اہل سنت نے اپنے مقطع کے پہلے سے متبادل تضمین کیا ہے جس سے ایک اچھا حسن تیرنے لگا ہے جس سے حافظ کی روح بھی اب اپنی ادبی اور دینی تازگی محسوس کرتی ہوگی اس کے ساتھ ساتھ امام اہل سنت نے ہم لوگوں کو بھی شعر فہمی سنجی کا مزاج عطا کر دیا ہے۔ مقطع میں تضمین کا یہ مصرعہ ہے۔

رضائے مست جام عشق ساغر بازمی خواہد
الایایھا الساقی ادرکا سا" و نادلھا

ترجمہ یہ ہے،' عشق کے جام سے مست ہے پیالہ اور چاہتا ہے آگاہ ہو جاؤ اے ساقی پیالہ کا دور چلاؤ اور خوب چلاؤ۔ سبحان اللہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

بس اعلیٰ حضرت کا مقصد عشق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زلف گرہ گیر کی اسیری ہے ممکن ہے کہ حافظ کا بھی مقصد یہی ہو اور یہی ہے بھی، مگر حافظ خاک گل گشت مصلی اور آب رکناباد کی منزلوں سے گذرنے کے بعد چنانچہ خود ہی وہ کہتے ہیں۔

نمی وہد اجازت مرا سیر و سفر
نسیم خاک مصلیٰ و آب رکنا باد

لیکن امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

امام احمد رضا اور علمائے سیالکوٹ

ڈاکٹر مجید اللہ قادری

(انچارج، شعبۂ پیٹرولیم ٹیکنالوجی، جامعہ کراچی)

امام احمد رضا خاں محمدی سنی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی المعروف بہ اعلیٰ حضرت بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) ابن مولانا علامہ مفتی محمد نقی علی خان سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) ابن علامہ مولانا مفتی محمد رضا علی خان نقشبندی۔ (۱) (المتوفی ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) ابن حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خان صاحب بہادر رئیس قادری رزاقی۔ (۲) بریلی شریف میں ۱۰/ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔[۳] تقریباً" چودہ برس کی عمر میں تمام ظاہری علوم فنون حاصل کرلئے اور اپنے جد امجد کی قائم کردہ "مسند افتا" (قائم شدہ ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۱ء) (۴) پر رونق افروز ہو کر ۱۲۸۶ھ سے خدمت اسلام اور تبلیغ دین شروع کی اور پھر مسلسل ۵۵ برس تک اس اہم ترین ذمہ داری کو انجام دیتے رہے۔ امام احمد رضا خان قادری بریلوی نے ۷۰ سے زیادہ علوم فنون پر ایک ہزار سے زیادہ تصانیف اور تالیفات اردو، عربی اور فارسی زبان میں یادگار چھوڑی ہیں۔ (۵) آپ کے قلمی شاہکار میں ترجمہ قرآن مسمہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" اور ۱۲ مجلدات پر مشتمل مجموعہ فتاویٰ مسمہ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" اور نعتیہ مجموعہ حدائق بخشش معرکتہ الاراء تصانیف ہیں۔ آپ کی ذات سنت رسول اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار تھی۔ آپ کی تمام تحریریں اس پر شاہد و عادل ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کو عالم اسلام کے متعدد علماء و مشائیخ نے ۱۴ ویں صدی ھجری کا مجدد دین و ملت قرار دیا تھا۔ موجودہ پاکستان کے

خطہ سے بھی چاروں صوبوں سے تعلق رکھنے والے کثیر علماء اور تمام سلاسل کے پیشواؤں نے آپ کو مجدد دین و ملت تسلیم کیا۔ ملاحظہ کریں چند نام ان علماء مشائخ کے جنھوں نے اس خطہ سے آپ کو مجدد پکارا یہ تمام نام احقر نے فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ کے دوران حاصل کئے۔

--- مولانا نور احمد فریدی، ریاست بہاولپور

--- مولانا حافظ محمد عبداللہ قادری، خانقاہ بھر چونڈی شریف سکھر

--- مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلی لوہاران ضلع سیالکوٹ

--- مولانا حافظ الشاہ غلام رسول قادری، خانقاہ قادریہ سولجر بازار، کراچی

--- مولانا احمد بخش صادق چشتی سلیمانی ڈیروی، ڈیرہ غازی خان، پنجاب

--- مولوی قاضی قادر بخش بغلانی، بارکھان بلوچستان

--- مولانا محمد اکرام الدین بخاری خطیب و زیر خان مسجد، لاہور

--- مولوی پروفیسر حاکم علی نقشبندی، اسلامیہ کالج لاہور

--- مولوی پروفیسر چودھری عزیز الرحمان، لائل پور

--- پیرزادہ مولوی محمد معصوم شاہ، گجرات

--- سید محمد مجید الحسن جہلمی، غازی ناڑہ ضلع جہلم

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی مختلف علوم فنون پر ہزار سے زیادہ چھوٹی بڑی تصنیفات و تالیفات اور حواشی ہیں۔ آپ کی ہر تحریر نہایت جامع اور ہر تصنیف و تالیف انتہائی مدلل ہوتی اور بعض دفعہ حوالاجات کی اتنی کثرت ہوتی ہے کہ پڑھنے والا تعجب کئے بغیر نہیں رہتا۔ احقر کے مطالعہ اور معلومات کے مطابق امام احمد رضا خان کے ماخذ میں ان کے زمانے تک کی تمام مطبوعہ کتب اسلامی جو حاصل ہو سکتی تھیں ان کے زیر مطالعہ رہیں۔ چنانچہ ایک سوال کے جواب میں کہ حدیث شریف کی کتابوں میں کون کون سی کتابیں آپ کے درس و تدریس اور مطالعہ میں رہی ہیں، آپ نے درجنوں کتابوں کا ذکر فرما دیا۔ حوالہ ملاحظہ کریں:

"جواب! مسند امام اعظم، و موطا امام محمد، و کتاب الاثار امام محمد، و کتاب الخراج امام ابویوسف، و کتاب الحج امام محمد، و شرح معانی الآثار امام طحطاوی، و موطا امام مالک، و مسند امام شافعی، و مسند امام احمد، و سنن دارمی، و بخاری، و مسلم، و ابوداوٗد، و ترمذی، و نسائی، و ابن ماجہ، و خصائص نسائی، و منتقی ابن الجار، و ذو علل متناہیہ، و مشکوٰ، و جامع کبیر، و جامع صغیر، و منتقی ابن

تیمیہ' و بلوغ المرام' و عمل الیوم' و اللیلہ ابن السنی' وکتاب الترغیب' و خصائص کبریٰ' و کتاب الفرج بعد الشدت' و کتاب الاسماء والصفات وغیرہ پچاس سے زائد کتب حدیث میرے درس و تدریس و مطالعہ میں رہیں۔"(٦)

ایک اور حوالہ ملاحظہ کیجئے جس میں مولانا سید سلیمان اشرف بہاری (**المتوفی ١٣٨٥ھ/ ١٩٣٩ء**) خلیفہ اعلیٰ حضرت نے علی گڑھ سے ایک سوال بھیجا جس میں سندھ سے تعلق رکھنے والے علماء کے نام طلب کئے ہیں سوال و جواب دونوں ملاحظہ کیجئے۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری ان دنوں علی گڑھ یونیورسٹی میں دینیات کے استاد تھے:

"مسئلہ : از علی گڑھ مرسلہ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری ٢٥ر صفر ١٣٣٩ھ

مولانا المعظم و برادر محترم مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب ارفع اللہ شانہم

کالج کا ایک کام آگیا ہے جس میں ضرورت ہے چند اسماء ان علمائے کرام کے لکھے جانے کی' جو سندھ سے تھے یا سندھ میں آئے کم از کم پانچ نام ہونا چاہئے' انساب **سمعانی** میں بعض اسماء ملے لیکن صرف چند نام' اس کی خبر نہ ملی کہ انہوں نے کیا خدمت انجام دی' طبقات حنفیہ کی فہرست میں کوئی نام نہ ملا آنجناب براہ کرم اعلیٰ حضرت سے استفسار فرمائیں۔ متقدمین یا متاخرین علماء اہل سنت' محدثین میں ہوں یا فقہا میں۔ اگر اس قدر فہرست نہ ہو تو پھر صرف ان کتابوں کے نام لکھ بھیجئے جن میں تلاش کروں۔ آپ کی خدمت میں نیازنامہ اس لئے لکھا کہ آپ کو اعلیٰ حضرت کی حضور حاصل ہے۔ فقیر کا سلام و قدم بوسی فرما دیجئے۔

الجواب : (١) مولانا رحمت اللہ سندھی تلمیذ امام ابن ہمام مصنف منسک کبیر' منسک صغیر و منسک متوسط' معروف بہ لباب المناسک جس کی شرح ملا علی قاری نے کی ہے۔ "**المنسک المنقسط فی شرح المنسک المتوسط**"

(٢) مولانا محمد عابد سندھی مدنی' محدث "صاحب حصرت الشارد"

(٣) مولانا محمد حیات سندھی شارح کتاب الترغیب و الترہیب

(٤) مولانا محمد ہاشم سندھی یہ بھی فقہ میں صاحب تصنیف ہیں۔

(٥) علامہ محمد ابن عبدالہادی سندھی **محشی** فتح القدیر و صحاح ستہ و مسند امام احمد' استاد علامہ محمد حیات سندھی' متوفی ١١٣٨ھ

(٦) شیخ نظام الدین سندھی نقشبندی نزیل دمشق تلمیذ جلیل و محبوب حضرت قدوۃ العارفین سید صبغت اللہ بروحی

(٧) علامہ سندھی مصنف **غائیتہ التحقیق** جس سے

سید علامہ طحطاوی مصری نے حاشیہ درمختار باب الامامتہ میں استناد کیا۔

(۸) شیخ محمد حسین انصاری سندھی عم شیخ عابد سندھی محدثین و رجال استانید حصر الشارد ہیں۔ اس وقت یہی نام خیال میں ائے۔(۷)"

امام احمد رضا نے اپنی قلمی مصروفیات کے باعث دوردراز علاقوں میں تبلیغی دورے کم کئے البتہ پاکستان کے دو شہروں میں یعنی لاہور اور کراچی میں ان کی ایک ایک دفعہ آمد تاریخ میں محفوظ ہے۔ اس کمی کو آپ کے خلفاء اور تلامذہ نے بڑی حد تک دور کیا۔ ضلع سیالکوٹ اور اس کے اطراف میں جب اہل حدیث تحریک نے زور پکڑا تو اس کے سدباب کے لئے امام احمد رضا محدث بریلوی نے خود تو تحریری خدمات انجام دیں اور تبلیغی دوروں کے لئے اپنے خلفاء اور ہم عصر علماء کی ایک ٹیم بنائی جنھوں نے دوردراز علاقوں میں جا کر واعظ و نصیحت فرمائی اور لوگوں کے اذھان کو بدمذہبیت سے پاک کیا۔ اس مقالے میں ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والے ان ہی علماء و مشائیخ کا تذکرہ اور امام احمد سے تعلقات کا جائزہ لیا ہے جنھوں نے مختلف مسائل میں اپنے مرکزی قائد یعنی امام اہلسنّت امام احمد رضا خاں بریلوی سے استفسار کیا اور استفادہ حاصل کیا اور لوگوں کی رہنمائی فرمائی۔ ان علماء میں اعلیٰ حضرت کے خلفاء بھی ہیں اور ہم عصر علماء بھی اور شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال بھی۔

ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب کا شمال مشرقی ضلع ہے جس کے جنوب میں ضلع لاہور اور شمال میں آزاد کشمیر ہے جب کہ مشرقی حصہ انڈیا سے جا ملتا ہے اور مغربی حصہ ضلع گجرات سے منسلک ہے۔ اس ضلع سے تعلق رکھنے والے کئی علماء مشائیخ امام احمد رضا خان محدث بریلوی کے خلفا ہیں مثلاً"۔

- مولانا ابو الیاس محمد امام الدین کوٹلوی۔
- مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی۔
- مولانا ابو عبدالقادر عبداللہ کوٹلوی۔
- سید فتح علی شاہ قادری کھروٹہ سیداں۔

ان کے علاوہ کئی ہم عصر علماء و مشائیخ نے امام احمد رضا محدث بریلوی سے استفسار کئے ہیں یا آپ کی کتب پر تصدیقات یا تقریظات لکھی ہیں ان کے نام بھی ملاحظہ کریں۔

- پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری۔
- مولانا محمد قاسم کھوکھر قریشی۔
- مولانا محمد حسین مہتمم مدرسہ نقشبندیہ علی پور۔
- مولوی محمد کرم الٰہی سیکریٹری انجمن خدام الصوفیہ علی پور۔
- محمد حیات مدرس، ھائی اسکول کوٹ ڈسکہ۔

○ مولانا محمد اقبال مولانا نور محمد۔

مندرجہ بالا علماء و مشائیخ نے اکثر و بیشتر مختلف معاملات میں امام احمد رضا سے استفسار کیا اور امام احمد رضا نے حسب روایت سب کو تسلی بخش جواب دیئے اب پیش کئے جا رہے ہیں مستفتیان رضا کے حالات اور ان کے امام احمد رضا سے تعلقات۔

ا۔ مولانا ابو الیاس محمد امام الدین کوٹلوی

مولانا ابو الیاس امام الدین قادری رضوی مولانا حافظ عبدالرحمان کے ہاں کوٹلی لوہاراں (غربی) ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے (۸)۔ علوم دینیہ اپنے برادران اور والد ماجد سے حاصل کیا۔ آپ ۱۳۳۰ھ میں امام احمد رضا سے بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے بھی نوازے گئے آپ کے دونوں بڑے بھائی مولانا ابو عبدالقادر عبداللہ کوٹلوی اور مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی کو بھی امام احمد رضا سے خلافت و اجازت تھی(۹)۔

آپ نے تمام عمر باطل فرقوں کے خلاف بھرپور تقریری و تحریری جہاد فرمایا چنانچہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے بھی آپ کو **"حامی السنتہ والدین وماحی البدعتہ والمفسدین"** جیسے القاب سے یاد کیا(۱۰)۔ اور آپ کو "مناظر اسلام" کا خطاب بھی عطا کیا گیا آپ نے تصانیف جلیلہ کا ایک یادگار ذخیرہ چھوڑا تھا مگر افسوس کہ اس کی حفاظت و اشاعت بروقت نہ ہوسکی آپ کی چند تصانیف کے نام ملاحظہ کریں۔

○ **نصرة الحق المعروف بہ تیغ نعمانیہ بر گردن وہابیہ (ردوہابیہ)۔**

○ **احتیاط الظہر۔**

○ **ہدایتہ الشیعہ۔**

○ **الذکر المحمود فی بیان المولد المسعود (منظوم بزبان پنجابی)(۱۱)۔**

ناصر سنت ماحی بدعت حضرت مولانا امام الدین قادری رضوی کوٹلوی کو امام احمد رضا سے بہت گہری محبت تھی اس کا اظہار آپ نے یوں کیا کہ اپنی مہر میں خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی لکھا ملاحظہ کیجئے آپ کی مہر کا عکس (۱۲)۔

آپ کا وصال پر ملال ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ ۲ اگست ۱۹۶۱ء میں ہوا اور وطن مالوف میں ہی دفنائے گئے (۱۳)۔

مولانا محمد امام الدین کوٹلوی قادری رضوی کے دو استفتا فتاویٰ رضویہ میں شامل ہیں ایک استفتا اور جواب کو یہاں نقل کیا جارہا ہے جب کہ دوسرا تفصیلی استفتا اور جواب جو آپ نے ۵ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ کو ارسال کیا تھا فتاویٰ رضویہ کی جلد نہم ص ۳۷۴ پر دیکھا جا سکتا ہے یہاں ملاحظہ کیجئے فتاویٰ رضویہ جلد دہم کا ایک استفتاء۔

"مسئلہ! از کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ مرسلہ ابو الیاس محمد امام الدین۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ عورتوں کے ساتھ اسلام علیکم کا کیا حکم ہے کہنا چاہئے یا نہ، اگر کہنا چاہئے تو بوڑھی جوان کا فرق ہے یا نہیں اور اپنی بیگانی کی تمیز ہوگی یا نہیں اور عورتیں آپس میں کن الفاظ سے سلام کیا کریں اور مرد عورتوں سے کن الفاظ سے کیا کریں"۔

الجواب! محارم و ازواج پر سلام مطلقاً ہے اور اجنبیات میں جوانوں کو سلام نہ کیا جائے، بوڑھیوں کو کیا جائے بلکہ جوانین اگر سلام کریں تو جواب دل میں دیا جائے انہیں نہ سنائیں حالانکہ جواب دینا واجب ہے اور لفظ سلام کا مرد و عورت کا باہم اور ایک دوسرے کے ساتھ مطلقاً اسلام علیکم ہے اور سلام بھی کافی۔ واللہ تعالیٰ اعلم -(۱۴)

حضرت مولانا محمد امام الدین علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا محدث بریلوی کی کتاب "حسام الحرمین" پر تصدیق بھی تحریر فرمائی تھی ملاحظہ کیجئے آپ کے تصدیقی کلمات!۔

"حسام الحرمین میں جو فتاوے مندرج ہیں وہ حق و صواب ہیں جو ان کو نہ مانے خود کافر اور بے دین ہے"۔

ابو الیاس امام الدین حنفی قادری رضوی عفی عنہ از کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ (۱۵)۔

حضرت مولانا محمد امام الدین کے ایک صاحبزادے مولوی محمد الیاس (المتوفی ۱۹۸۴ء) دارالعلوم منظر اسلام کے فارغ التحصیل تھے، (۱۶)۔ حضرت امام الدین کی سند خلافت و اجازت کا عکس آخر میں ملاحظہ کریں۔

مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی

حضرت مولانا ابو یوسف محمد شریف علیہ الرحمہ ۱۸۶۱ء میں مولانا حافظ عبدالرحمان کہ ہاں کوٹلی لوہاراں (غربی) ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے (۱۷)۔ درس نظامی اور مناظرہ کی تعلیم اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کی۔ والد ماجد کے وصال کے بعد ہندوستان کے جید علماء کرام سے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی کچھ عرصے انجمن نعمانیہ لاہور کے قائم کردہ "دارالعلوم نعمانیہ" (قائم شدہ ۱۸۸۷ء) میں بھی تعلیم حاصل کی (۱۸)۔

حضرت مولانا محمد شریف علیہ الرحمہ نے علامہ الشیخ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۹۳۲ء) سے بھی سند حدیث حاصل کی (۱۹)۔ جب کہ خطہ پوٹھوہار کے مادر زاد ولی اللہ حضرت خواجہ عبدالکریم نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۹۳۶ء) (۲۰)۔ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور جلد ہی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت و اجازت سے بھی سرفراز کئے گئے اس کے علاوہ مولانا محمد شریف کو پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۹۵۱ء) سے بھی سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت و اجازت حاصل تھی(۲۱)۔

حضرت مولانا محمد شریف علیہ الرحمہ کو امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی نے ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں صحاح ستہ اور دوسری تمام متداولہ کتب احادیث کی اجازت کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں سند خلافت و اجازت عطا فرمائی (۲۲)۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے آپ کی بعض کتب پر تقاریظ بھی لکھیں اور آپ کے فقیہہ حنفی میں تبحر علمی اور طرز استدلال سے بہت متاثر ہوئے چنانچہ آپ کو "فقیہہ اعظم" کا خطاب عطا کیا(۲۳)۔ جو بعد میں آپ کے نام کا لازمی جز بن گیا۔ حضرت فقیہہ اعظم بھی امام احمد رضا کے علمی اور فقہی مقام سے بخوبی واقف تھے اور اکثر اپنی محافل میں اس بات کا اظہار فرماتے!

"اعلیٰ حضرت اگر پہلے دور میں ہوتے تو اپنے علمی اور فقہی پائیہ کے پیش نظر یقیناً" مجتہد تسلیم کئے جاتے" (۲۴)۔

حضرت فقیہہ اعظم نہ صرف زبانی امام احمد رضا کے تبحر علمی کے معترف تھے بلکہ آپ اپنی تصانیف اور فتاویٰ میں مختلف مسائل پر اپنی تحقیق پیش کرنے کے بعد زیر بحث مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ اور کتب مطالعہ کرنے کی ترغیب بھی دیتے تھے۔

حضرت فقیہہ اعظم نے تصانیف و تالیف کے میدان میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کے رشحات قلم سے ۶۰ سے زیادہ کتب تصنیف ہوئیں جن میں چند نام نمایاں ہیں:

۱۔ صداقت الاحناف
۲۔ کتاب التراویح
۳۔ اخلاق الصالحین
۴۔ ضرورت فقہ ۵۔ تحقیق البدعت
۶۔ نماز مدلل
۷۔ تائید الامام باحادیث خیر الانام
۸۔ کشف الغطاعن مسئلتہ الندا ۹۔(۲۵)

غیر مطبوعہ کتب میں ان کے علاوہ ترجمہ آثار امام محمد، مشکوۃ کا پنجابی ترجمہ اور موطا امام محمد کا ترجمہ شامل ہیں(۲۶)۔

حضرت مولانا محمد شریف کوٹلوی نے تبلیغ دین کے سلسلے میں ترک تقلید کے انسداد اور تائید مذہب اہل سنت احناف کے لئے جہاد کی حد تک کوششیں فرمائیں اس سلسلے میں آپ نے امرتسر سے شائع ہونے والے ہفت روزہ اخبار "اہل حدیث" کے رد میں امرتسر ہی سے "الفقیہہ" نامی ہفتہ روزہ اخبار جاری کروایا جس کے اول ایڈیٹر حکیم معراج الدین مرحوم تھے اس اخبار میں آپ کے مضامین نے بہت شہرت پائی اور مولوی ثناءاللہ امرتسری اہل حدیث بھی آپ کے فقہی مقام سے معترف ہوئے اس کے علاوہ ہفت روزہ رضوان (لاہور)، سراج الاخبار (جہلم) اور ماہنامہ انوار الصوفیہ (سیالکوٹ) میں بھی آپ کے متعدد مضامین شائع ہوئے۔(۲۷)

حضرت فقیہہ اعظم مولانا محمد شریف عربی، فارسی، اردو اور پنجابی زبان کے قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کے منظوم کلام میں عربی قصائد جو آپ نے مرشد گرامی کی مدح میں تحریر فرمائے تھے اپنی مثال آپ ہیں۔ آپ نے کوئی باقاعدہ مدرسہ کہیں قائم نہیں فرمایا اور نہ کسی مدرسہ میں باقاعدہ تدریس فرمائی لیکن بہت سے علماء نے آپ سے وقتاً فوقتاً اکتساب فیض کیا ان میں چند قابل ذکر اسماء گرامی یہ ہیں مولانا امام الدین رائے پوری (م ۱۹۵۲ء)، مولانا محمد شریف نقشبندی (م ۱۹۸۴ء)، مولانا ابو داؤ صادق مدظلہ، مولانا محمد افضل کوٹلوی مدظلہ اور مولانا ابو النور محمد بشیر مدظلہ(۲۸)۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولوی محمد یوسف (م ۱۹۴۹ء) نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے سند فراغت حاصل کی تھی۔

حضرت فقیہہ اعظم نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے بعد ان کے شہزادگان سے تعلقات قائم رکھے جب مولوی اشرف علی تھانوی (م ۱۹۴۳ء) سے لاہور میں مسجد وزیر خاں میں مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا مناظرہ ہونا (بمطابق ۱۵؍ شوال المعظم ۳۱؍ جنوری ۱۹۳۴ء/۱۳۵۲ھ) طے پایا تو اہل سنت کے دیگر علماء کے ساتھ مولانا محمد شریف بھی جلسہ گاہ میں شریک تھے مگر مولوی اشرف علی تھانوی مقام مناظرہ پر نہیں پہنچے(۲۹)۔

حضرت فقیہہ اعظم کا وصال ۶ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ/۱۵ جنوری ۱۹۵۱ء کو راولپنڈی میں ہوا۔ مولانا محمد نورالحسن سیالکوٹی نے کوٹلی لوہاراں میں جنازہ پڑھایا اور مسجد شریفی کے احاطہ میں تدفین ہوئی (۳۰)۔

مولانا محمد شریف کوٹلوی علیہ الرحمہ کا ایک استفتا فتاویٰ رضویہ میں موجود ہے جو آپ نے ۱۳۳۹ھ میں تحریراً" بھیجا تھا اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

"مسئلہ! ازکوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ مسئولہ ابو یوسف محمد شریف ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید دس پندرہ سال کی عمر میں ملازم ہو کر کہیں چلا گیا بیس پچیس سال تک اس کو تلاش کرتے رہے کچھ پتہ نہ چلا۔ پچیس سال گزرنے کے بعد اس کی زوجہ نے نان نفقہ وغیرہ ضروریات سے تنگ آکر ایک حنفی عالم سے فتویٰ لے کر ایک حنفی شخص حافظ قرآن کے ساتھ نکاح کر لیا آج بیس سال اس کو نکاح کئے ہوئے اور زید کو گم ہوئے ۴۵ سال ہوگئے--- اب ایک حنفی عالم نے فتویٰ دیا کہ یہ نکاح بالکل ناجائز ہے--- ایک اور عالم حنفی المذہب ان کے پیچھے نماز درست بتاتے ہیں--- پس آپ اس امر کا فیصلہ فرمائیں (I) کیا حافظ صاحب کا نکاح کسی صورت جائز قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں (II) کیا حنفی کسی وقت کسی حالت میں بھی کسی دوسرے مذہب کی روایت پر عمل نہیں کرسکتا--- اور اگر کر سکتا ہے تو یہ نکاح کیو ناجائز ہوگا بینوا و توجروا۔

الجواب! مذہب ائمہ حنفیہ و جمہور ائمہ کرام زن مفقود پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر جائے کہ عادۃ موت مفقود **مظنون** ہو--- امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دوبارہ مال مفقود یہی حکم دیتے ہیں مگر دربار زن خلاف کرتے ہیں --- خود حضرت امام مالک نے اپنی کتاب مدونہ میں اس کی تصریح فرمائی اور صاف ارشاد فرمایا کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس برس گزر گئے وہ اصلا" شمار میں نہ آئیں گے آج سے ۴ برس لئے جائیں گے حنفی وقت **تحقق ضرورت صحیحہ** اس پر عمل کر سکتا ہے نہ یہ کہ اپنی ایک اختراعی بات پر کہ ہرگز امام مالک کا بھی مذہب نہیں--- ان تمام مسائل کی تحقیق ہمارے فتاوے اور رسالہ **"اللواء المعقود لبیان حکم امراۃ المفقود"** میں ہے (۳۱)۔

حضرت مولانا محمد شریف کوٹلوی علیہ الرحمہ نے بھی **"حسام الحرمین"** پر تصدیق فرمائی تھی ملاحظہ کیجیے۔

"الجواب وباللہ التوفیق فتاوی حسام الحرمین" میں نے خود دیکھا' **مفتیان اعظم** نے جو کچھ لکھا ہے بالکل صحیح و درست۔ اہل اسلام کی ان فتاویٰ کو ماننا اور ان کے مطابق عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔

کتبہ ابو یوسف محمد شریف **الحنفی الکوتلوی عفا اللہ عنہ**(۳۲)۔

مولانا ابو عبدالقادر عبداللہ کوٹلوی

مولانا ابو عبدالقادر عبداللہ قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ ۱۲۸۱ھ میں کوٹلی لوہاراں میں پیدا ہوئے(۳۳)۔ آپ کے والد ماجد مولانا حافظ عبدالرحمان اپنے زمانے کے عالم و فاضل تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کی بعد

میں دیگر اساتذہ سے اکتساب فیض کیا حسن اتفاق دیکھئے کہ تینوں بھائیوں کو امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے سلسلہ قادریہ میں خلافت و اجازت حاصل ہے۔ امام احمد رضا نے ان تینوں خلفا کا ذکر اپنے ایک اشتہار "ضروری اطلاع" میں کیا اس اشتہار کے ابتدا کے الفاظ ملاحظہ کیجئے پھر تینوں بھائیوں کے نام ملاحظہ کیجئے گا۔

"برادران اہل سنت کو اطلاع فقیر کے پاس شکایتیں گزریں بعض صاحب باوصف بے علمی' دنیا طلبی کے لئے وعظ گوئی کرتے ہوئے اکناف ہند میں دورہ فرماتے ہیں اور یہاں سے اپنا علاقہ انتساب بتاتے ہیں جس کے سبب فقیر سے محبت رکھنے والے حضرات دھوکا کھاتے ہیں اس شکایت کے رفع کو یہ سطور مسطور۔ یہاں **بحمدہ تعالی** نہ کی خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا نہ احباب علمائے شریعت یا برادران طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین و حمایت سنت میں جلب منفعت مالی کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصا" لوجہ اللہ ہو۔ ہاں بلا طلب اگر اہل محبت سے کچھ نذر پائیں رد نہ فرمائیں کہ اس کا قبول سنت ہے۔ یہاں سے نسبت ظاہر فرمانے والے صاحبوں کے پاس فقیر کی دستخطی مہری سند علمی یا اجازت نامہ طریقت ضرور ملاحظہ فرمائیں زبان دعوی پر عمل پیرا نہ ہوں واسلام فقیر احمد رضا۔۔۔(۳۴)

○ جناب مولانا مولوی ابو عبدالقادر عبداللہ صاحب کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ' عالم واعظ مجاز طریقت۔

○ جناب مولانا مولوی محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ عالم واعظ مجاز طریقت۔

○ جناب مولانا مولوی امام الدین صاحب کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ عالم واعظ مجاز طریقت۔

○ جناب مولانا مولوی سید فتح علی شاہ صاحب کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ عالم واعظ مجاز طریقت(۳۵)۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ قادری کوٹلوی کا وصال پرملال ۱۳۴۲ھ میں ہوا اور سیالکوٹ ہی میں تدفین ہوئی۔

سید فتح علی شاہ قادری

حضرت مولانا سید فتح علی شاہ ابن سید امیر شاہ ابن قیوم زماں شاہ ۱۱ ربیع الاول مارچ ۱۸۷۹ء

کو کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی کی ابتدا کی تعلیم جدامجد سے پڑھیں پھر سیالکوٹ کے معروف عالم دین اور کوٹلوی برادران کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ عبدالرحمان کوٹلوی سے فقہ اور حدیث کا درس لیا(۳۶)۔

بعدازاں جامعہ حنفیہ گجرات میں مولانا محمد عبداللہ سے اکتساب فیض کیا۔ کچھ عرصہ جامعہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی(۳۷) میں زیر تعلیم رہے آخر میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف سے دورہ حدیث مکمل کیا اور ۱۹۱۴ء میں سند حدیث حاصل کی۔ ۱۹۱۷ء میں جامعہ طیبہ دہلی سے طب کی سند حاصل کی ۱۹۱۸ء میں دوبارہ بریلی شریف حاضر خدمت ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی کے ہاتھوں بیت ہوئے اور ۱۹۲۰ء میں امام احمد رضا نے اپنے سلسلے کی اجازت و خلافت سے مشرف کیا(۳۸)۔

مولانا سید فتح علی شاہ نے تکمیل علوم دین کے بعد اپنے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں بریلوی کی ایما پر مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی، مولانا ابو الیاس محمد امام الدین کوٹلوی (خلفائے اعلیٰ حضرت)، حضرت علامہ نورالحسن سیالکوٹی (م ۱۹۵۵ء)، حضرت شیخ المشائیخ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (م ۱۹۵۱ء) اور مفتی محمد عبدالعزیز ہاشمی کے ساتھ مل کر سیالکوٹ اور اس کے اطراف جموں و کشمیر کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات اور مسلک اہل سنت سے روشناس کرایا(۳۹)۔

مولانا فتح علی شاہ ۱۹۲۶ء تا ۱۹۴۰ء سیالکوٹ چھاؤنی کی جامع مسجد میں خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۰ء میں "مسجد شہید گنج" کی تحریک میں امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ کی قیادت میں شاہی مسجد لاہور کے تاریخی اجلاس میں شریک ہوئے۔ ۴ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو مراد آباد میں حجتہ السلام مولانا مفتی حامد رضا خاں قادری بریلوی کی صدارت میں موتمرالعلماء کا اجلاس ہوا تو مولانا سید فتح علی شاہ نے علماء سیالکوٹ کی قیادت کرتے ہوئے شرکت کی(۴۰)۔ اپریل ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے فقیدالمثال اجلاس میں شریک ہوئے۔ ۱۹۵۳ء میں سیالکوٹ میں تحریک ختم نبوت کو کامیابی سے ہمکنار کرایا(۴۱)۔

مولانا سید فتح علی شاہ تبلیغی سرگرمیوں کے باعث تصنیف و تالیف کی طرز زیادہ توجہ نہیں دے سکے چند تصانیف آپ کی یادگار ہیں (۱) معیار صداقت (۲) چہل حدیث (۳) سچا ایمان (۴) مجموعہ وعظ اور (۵) مجموعہ اشعار وغیرہ۔

۸ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ/ ۱۸ جنوری

۱۹۵۸ء کو آپ کا وصال ہوا کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ ہی تدفین ہوئی اور وصیت کے مطابق مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی ابن مولانا فقیہہ اعظم محمد شریف کوٹلوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ محترم المقام جناب حکیم موسیٰ امرتسری نے درج ذیل تاریخ رحلت رقم فرمائی۔

باسم ربک العظیم (۱۳۷۷ھ) رحلت اہل بصیرت (۱۳۷۷ھ) (۴۲)۔

مولانا رضا المصطفی چشتی کوٹلوی نے بھی قطعہ تاریخ وصال کہا۔

مرد دین کان مروت مرکز و گنج محبت
چھوڑ کر یہ دار فانی چل دیا جب سوئے جنت
قلب بریاں سے جب اسکا پوچھا میں نے سال رحلت
مجھ سے رضواں نے اے رضا کہہ دیا فیض سخاوت
۱۹۵۸ء (۴۳)

بلاشبہ مولانا سید فتح علی شاہ امام احمد رضا سے فیضیاب بھی ہوئے اور ان کے اجازت و خلافت بھی ملی مگر ان کی حیات طیبہ میں موصوف کو ان کی خدمت میں رہنے کا زیادہ موقع نہ مل سکا لیکن آپ نے اپنے پیرو مرشد کی تعلیمات کو آگے بڑھانے میں زندگی کی تمام توانائی صرف کر دی خاص کر اطراف میں تحریک بدمذہبیت اور غیر مقلدیت سے جو لوگ گمراہ ہو رہے تھے آپ نے دیگر ہم عصر علماء کے ساتھ مل کر اس کا سدباب کیا اور لوگوں کو غیر مقلدی فرقہ کے باطل عزائم سے آگاہ کیا آپ نے "حسام الحرمین" کی تصدیق کی تھی جس پر عرب کے بیشتر علماء اظہار خیال فرما چکے تھے آپ کی لکھی ہوئی تصدیق ملاحظہ ہو!

"حسام الحرمین نہایت صحیح فتاویٰ کا مجموعہ ہے' علماء حرمین کا اتباع ضروری ہے جو نقائص سوال میں درج میں ہیں وہ واقعی کفریات ہیں۔ خداوند قدوس پر جھوٹ کی تہمت لگانا صریح کفر ہے **العیاذباللہ علی ھذاالقیاس** حضور پر نور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین خواہ کسی طرح ہو کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم(۴۴)۔

الفقیر السید فتح علی شاہ القادری عفی عنہ من مقام کھروٹہ من مذافات سیالکوت۔

حضرت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری

حضرت سید جماعت علی شاہ ابن سید کریم شاہ علی پوری ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء میں علی پورسیداں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا غلام قادر بھیروی (م ۱۹۰۹ء) مولانا فیض الحسن سہارنپوری' مولانا احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ) مولانا محمد علی مونگیری' مولانا قاری عبدالرحمان ---- وغیرہ ہیں۔ البتہ سند حدیث آپ نے مولانا عبدالحق مہاجر مکی سے حاصل کی ان کے علاوہ سند حدیث مولانا شاہ فضل الرحمان

گنج مراد آبادی سے بھی حاصل کی۔ سند خلافت اپنے پیر و مرشد سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ حضرت خواجہ فقیر محمد "المعروف بابا جی" (چورہ شریف) سے حاصل کی(۴۵)۔

حضرت سید جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ نے عظیم دینی اور ملی خدمات انجام دیں اور متعدد شاگرد، خلفاء اور مریدین یادگار چھوڑے مگر آپ اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باعث خاص کر تبلیغی اور اصلاحی سرگرمیوں کی بناء تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے اور اس کمی کو آپ کے اجل تلامذہ اور خلفاء نے پوری کی۔ طویل حیات کے بعد ۱۱۰ برس کی عمر میں آپ کا وصال ۱۹۵۱ء میں ہوا اور آپ کی مزار علی پور سیداں سیالکوٹ میں مرجع خلائق ہے(۴۶)۔

حضرت شیخ المشائیخ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا خاں کے ان فتاویٰ کی بھرپور حمایت کی جس میں امام احمد رضا نے کئی دیو بندی اور دیگر مذاہب کے علماء کو گستاخانہ عبارت کی بناء پر دین سے خارج قرار دیا تھا اعلیٰ حضرت کے فتوے پر عرب و عجم کے متعدد علماء اس کی حمایت اور تصدیق فرما چکے تھے۔ یہ فتویٰ "حسام الحرمین" کے نام سے شائع ہوا بعد میں اس کتاب پر برصغیر پاک و ہند کے سینکڑوں علماء و مفتیان نے اپنی تصدیق تحریر فرمائی جب یہ کتاب "حسام الحرمین" دربار علی پور شریف پہنچی تو امیر ملت نے نہ صرف تصدیق فرمائی بلکہ تقریظ بھی لکھی اور علی پور کے دیگر علماء کی تصدیقات بھی شامل فرمائیں۔ ملاحظہ کیجئے فتوائے دربار علی پور شریف۔

"حسام الحرمین کے فتاویٰ حق ہیں اور اہل اسلام کو ان کا ماننا اور ان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے جو شخص ان کو تسلیم نہیں کرتا وہ راہ راست سے دور ہے۔ حضرت رسول اکرم علیہ صلوۃ والسلام کی شان مبارک میں جو شخص عمداً و سہواً بھی گستاخی کرے اور آپ کی ادنیٰ توہین و تنقیص کا تقریراً یا تحریراً مرتکب ہو وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ جو شخص اس کافر اور بے ایمان کو مسلمان سمجھتا ہو وہ بھی اس کا حکم رکھتا ہے۔ **اهانته الانبیاء** جمہور علماء متقدمین و متاخرین مرقوم ہے۔ اس لئے ان اشخاص سے جو کہ حضرت رسول اکرم علیہ **الصلوۃ** والسلام یا دیگر حضرات انبیاء کرام علیہ **الصلوۃ والتسلیمات** کی اہانت کریں نفرت و بیزاری ضروری و لازمی ہے"۔

الراقم جماعت علی عفا اللہ عنہ بقلم خود از علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ پنجاب۔

○ الجواب صحیحہ محمد حسین عفا اللہ عنہ مہتمم مدرسہ نقشبندیہ علی پور۔

○ جواب صحیح ہے۔ محمد کرم الٰہی (بی۔ اے) سیکریٹری انجمن خدام الصوفیہ علی پور۔

○ الجواب حسن العاصی خاں محمد بقلم خود مدرس اول مدرسہ اسلامی ٹولہ ضلع اٹک۔

○ الجواب صحیح محمد کامران بقلم خود(۴۷)۔

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی قدس سرہ السامی سے ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والے کئی علماء مشائیخ اور دیگر حضرات نے موقعہ بہ موقعہ مختلف معاملات اور مسائل کے حل کے لئے رجوع کیا اور استفتا بریلی شریف بھیجے لیکن سیالکوٹ ضلع سے تعلق رکھنے والے علماء کا کوئی تذکرہ نظر سے نہیں گزرا اس لئے ان مستفتیان کے احوال حاصل نہ ہوسکے لیکن قارئین کی دلچسپی کے لئے ان تمام مستفتیان کے سوالات اور جوابات کے اہم نکات نقل کئے جارہے ہیں سب سے پہلے ملاحظہ کیجئے مولانا محمد قاسم قریشی کھوکر کے استفتا کی فہرست، مولانا محمد قاسم کھوکر نے متعدد بار بریلی شریف رجوع کیا آپ کے سوالات مندرجہ ذیل فتاویٰ رضویہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

(۱) فتاویٰ رضویہ جلد ٦ ص ۱۱۸۔

(۲) جلد ۹ ص ۱۱۵۔

(۳) جلد دہم، حصہ دوم، ص ۱۱۸، ۱۵۸۔ اور (۵) ۲۰٦۔

اس کے علاوہ ایک استفتا جلد ۱۲ کے ص ۲۲ پر بھی دیکھا جاسکتا ہے یہ جلد انڈیا میں رضا اکیڈمی بمبئی نے شائع کی۔

"مسئلہ! از ضلع سیالکوٹ تحصیل ڈسکہ ڈاکخانہ دہانوں، مسولہ محمد قاسم کھوکر مدرسہ دہانوں روز دوشنبہ ۱۹ صفرالمظفر ۱۳۳۴ھ۔

نسب نامہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا صحیح تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب! امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اولاد سلاطین کیان سے ہیں اور ان کا مرتبہ اس سے اجل و اعظم ہے کہ نسب سے انہیں فخر ہو۔ ان کا شرف نہیں کہ وہ دنیوی بادشاہوں کی اولاد ہیں۔ ان کا یہ فضل ہے کہ وہ ہزارہا دینی بادشاہوں کے باپ ہیں۔ سیدنا امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں **الفقھاء کلھم علی عیال علی ابی حنفیتہ**، تمام مجتہدین امام ابو حنیفہ کے بال بچوں کی طرح ہیں واللہ تعالیٰ اعلم(۴۸)۔

مولانا محمد قاسم کھوکر صاحب قریشی نے ایک موقعہ پر دن رات کی تبدیلی سے متعلق بھی سوال کیا ملاحظہ کیجئے۔

"مسئلہ! از ڈاکخانہ دہانوں تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ، مرسلہ محمد قاسم صاحب قریشی مدرس مدرسہ مورخہ ۲۷ ذیلقعدہ ۱۳۳۵ھ

سوال۔ رفع اشتباہ کے لئے مطلع فرما دیں کہ دن رات کی تبدیلی کا موجب گردش ارضی ہے

یا سماوی۔ جواب سے مشکور فرما دیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر و توفیق نیک عطا فرمادے!

الجواب! دن رات کی تبدیلی گردش ارضی سے ماننا قران عظیم کے خلاف، اور نصاریٰ کا مذہب ہے اور گردش سماوی بھی ہمارے نزدیک باطل ہے۔ حقیقتاً" اس کا سبب گردش آفتاب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔

والشمس تجری لمستقر لها ذلک تقدیر العزیز العلیم (۳۸۔ یٰسٓ)

اور سورج چلتا ہے اپنے ایک پڑاؤ کے لئے۔ یہ حکم ہے زبردست علم والے کا(۴۹)۔

ضلع سیالکوٹ کی تحصیل ڈسکہ کے امام مسجد نے ۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ میں ایک سوال روانہ کیا جس میں استفسار یہ کیا گیا کہ ایک خاندان میں منگنی ہوئی مگر نکاح سے پہلے ناموافقت ہوگئی لیکن لڑکے والے زبردستی لڑکی کو اغوا کر کے لے آئے اور زبردستی نکاح کر دیا اور معاملہ کچہری تک پہنچ گیا اور سوال یہ کیا گیا کہ یہ زبردستی کا عمل شرع" کیا حیثیت رکھتا ہے اور شریعت میں اس سلسلے میں کیا سزا مقرر ہے۔ امام احمد رضا نے جو جواب دیا وہ ملاحظہ کریں۔

الجواب! "بلاشبہ ایسے لوگ مفسد و فتنہ پرداز اور آبرو ریز فتنہ انگیز مستحق عذاب شدید ووبال مدید ہیں---- نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "**من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ**" جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ یہ نکاح جس سے ہوا اگر وہ عورت کا کفوا نہیں---- جب تو یہ نکاح کہ زن بالغہ نے بے رضائے ولی خود کیا سرے سے ہوا ہی نہیں باطل محض ہے---- اور اگر کفو ہے تو والدین کو ناراض کر کے عورت کا بطور خود نکاح کرلینا خصوصا" وہ بھی اس طور پر جاکر عورت کے لئے سخت محرومی و ناراضی الٰہی کا باعث ہے----(۵۰)

ان کے علاوہ اسکول کے ایک مدرس محمد حیات نے بھی کوٹ ڈسکہ سے ایک سوال ۱۳۳۸ھ میں بھیجا جو فتاویٰ رضویہ کی جلد سوم ص ۲۶۰ پر درج ہے اسی طرح ایک اور سوال ایک طالب علم سید اکبر شاہ نے کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ سے بھیجا ملاحظہ کیجئے۔

مسئلہ! از کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ سید اکبر شاہ طالب علم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرزائی کے نابالغ لڑکے کی بہ خیال "**مامن مولودالا یولد علی الفطرۃ**" حنفی امام کے پیچھے جنازہ کی نماز ادا کرے تو عندالشرع درست ہے یا نہیں، پڑھنے والا ثواب کا مستحق ہوگا

یا نہیں، حنفیوں پر دیکھے ایسی میت سے نماز جنازہ واجب ہوگی یا نہ بینوا توجروا"۔

الجواب! اگر مرزائی کا بچہ سات برس یا زیادہ کی عمر کا تھا اچھے برے کی تمیز رکھتا تھا اور اس حالت میں اس نے اپنے باپ کے خلاف پر دین اسلام اختیار کیا اور قادیانی کو کافر جانا اسی پر انتقال ہوا تو وہ ضرور مسلمان تھا---- اور ممکن ہو تو اس کے باپ وغیرہ کو اسے ہاتھ نہ لگانے دیں، جس طرح حضور اقدس علیہ **افضل الصلوۃ** والسلام نے یہودی کو اس کے بیٹے کے سرہانے سے اٹھا دینے کا حکم فرمایا جب کہ وہ نزع میں اسلام لاکر انتقال کرگیا اور اگر اسی عمرو تمیز میں اپنے باپ کی طرح کفر بکتا تھا تو یقیناً" کافر تھا اب وہ سب کام مسلمان پر حرام ہیں نہ غسل دیں نہ کفن----

اور اگر اس سے کفریا اسلام کچھ ظاہر نہ ہوا ہو یا ناسمجھ بچہ تھا کہ اس تمیز کے قابل ہی نہ تھا تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی ماں بھی اس کے باپ کی طرح قادیانی یا اور کسی کفری عقیدہ والی ہے تو وہ بچہ بھی کافر سمجھا جائے گا---- اور اگر ماں مسلمان ہے اور قادیانی کو کافر جانتی ہے تو اس صورت میں وہ بچہ جس سے کفر خود ظاہر نہ ہوا اور نابالغی میں مرگیا اپنی ماں کا تابع قرار پاکر مسلمان سمجھا جائے گا---- حدیث مامن مولود اس حالت میں نافع ہے کہ بچہ سمجھ دار ہو کر خود کفر نہ کرے----(۵۱)

امام احمد رضا خاں قادری کے ایک ہم عصر محقق شاعر، ادیب اور فلسفی سر ڈاکٹر محمد اقبال (پ ۹ر نومبر ۱۸۷۷ء / م ۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء/) سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے، کچھ زبانی اور سینہ بسینہ روایات اور قرین قیاس کے مطابق ان دو حضرات کی ملاقات شہر لاہور میں انجمن نعمانیہ (قائم شدہ ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء) کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت میں ہوئی(۵۲)۔ اس ملاقات میں ڈاکٹر اقبال اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور ذہانت سے بہت زیادہ متاثر بھی ہوئے چنانچہ انہوں نے آپ کو "نابغہ روزگار" قرار دیا اس کا اظہار ڈاکٹر محمد اقبال نے پروفیسر سید سلیمان اشرف (م ۱۳۸۸ھ) خلیفہ اعلیٰ حضرت و پروفیسر دینیات علی گڑھ یونیورسٹی سے ایک نجی ملاقات میں کیا۔ اس ملاقات کا ذکر ڈاکٹر عابد علی نے کیا ملاحظہ کیجئے اس واقعہ کا اقتباس۔

ایک بار استاذ محترم سید سلیمان اشرف نے ڈاکٹر سر محمد اقبال کو کھانے پر مدعو کیا اور محفل میں مولانا احمد رضا خاں کا ذکر چھڑ گیا ڈاکٹر صاحب نے مولانا کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی کہ۔

وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے فقیہہ بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس

قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے ---- اور ہندوستان کے نابغہ روزگار فقیہہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور میں متاخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ بمشکل ملے گا(۵۳)۔

ماخذ و مراجع

۱۔ امام احمد رضا خان قادری ''الزلال الانقی من بحر سبقتہ الاتقی' ص ۴ (قلمی)

۲۔ مولوی محمد رحمان علی ''تذکرہ علمائے ہند'' مترجم ڈاکٹر ایوب قادری' ص ۹۴' مطبوعہ کراچی

۳۔ حافظ محمد کاظم علی خان مولانا شاہ احمد انوار الحق فرنگی محلی (م ۱۲۳۶ھ) لکھنوٴی سے بیعت تھے اور ان سے خلافت و اجازت بھی سلسلہ قادریہ میں حاصل تھی۔ آپ کے دادا مرشد یعنی شاہ احمد انوار الحق کے والد ماجد اور شیخ طریقت مولانا شاہ احمد عبدالحق فرنگی محلی قادری (م ۱۱۲۷ھ) شاہ عبدالرزاق بانسوی قادری سے بیعت تھے۔ اسی نسبت کے باعث مولانا حافظ کاظم علی خان اپنے نام کے ساتھ قادری رزاقی لکھا کرتے تھے۔ (مجید (بحوالہ تذکرہ علماء ہند' ص ۹۳)

۴۔ مجید اللہ قادری ''امام احمد رضا اور علماء ریاست بہاولپور'' ص ۹' مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء

نوٹ : مولانا محمد شہاب الدین نے ''مسند افتاء'' کی بنیاد ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء لکھی ہے۔

(مولانا نقی علی خان مولف شہاب الدین' ص ۲۹ مطبوعہ لاہور)

۵۔ مجیداللہ قادری ''قرآن' سائنس اور امام احمد رضا'' ص ۱۷' مطبوعہ کراچی

۶۔ امام احمد رضا خان قادری ''اظہار الحق الجلی'' ص ۲۴۔۲۵ مطبوعہ لاہور۔

۷۔ امام احمد رضا خان قادری ''فتاویٰ رضویہ'' جلد ۱۲' ص ۲۳' رضا اکیڈمی بمبئ انڈیا ۱۹۹۷ء

۸۔ مجیب احمد کوٹلوی ''فقیہہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف'' مشمولہ معارف رضا جلد ۱۲ ص ۲۰۶' ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان ۱۹۹۲ء۔

۹۔ ایضا'' ص ۲۰۹۔

۱۰۔ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری ''تذکرہ اکابر اہل سنت'' ص ۸۵ مکتبہ قادریہ طباعت سوم ۱۴۰۹ھ لاہور۔

۱۱۔ ایضا'' ص ۸۴۔

۱۲۔ ایضا'' ص ۸۳۔

۱۳۔ اختر راہی ''تذکرہ علماء پنجاب'' جلد اول ص ۱۲۵ مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۴۰۰ھ۔

۱۴۔ امام احمد رضا خاں قادری ''فتاویٰ رضویہ'' جلد دہم حصہ اول ص ۱۹۲ مکتبہ رضویہ کراچی۔

۱۵۔ مولانا حشمت علی خاں ''الصوارم الهندیہ'' ص ۱۰۷ مکتبہ فریدیہ ساہیوال۔

۱۶۔ مجیب احمد کوٹلوی ''فقیہہ اعظم'' معارف رضا شمارہ ۱۲ ص ۲۱۰ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔

۱۷۔ ایضا'' ص ۲۰۶۔

۱۸۔ ایضاً" ص ۲۱۲۔

۱۹۔ خلیل احمد رانا "انوار قطب مدینہ" ص ۱۷۲ مطبوعہ لاہور۔

۲۰۔ حضرت خواجہ محمد عبدالکریم ابن نذر محمد ۱۲۶۴ھ/ ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ قاضی محمد زماں سے قرآن مجید اور کتب درسیہ فقہ و حدیث وغیرہ پڑھیں مولانا محمد حسین مکی سے قرات و تجوید سیکھی جس کے بعد آپ کی قرات سننے کے لئے لوگ دور دور سے آتے حضرت خواجہ فقیر محمد المعروف بہ حضرت بابا جی (چورہ شریف) (المتوفی ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے اور آپ خرقہ خلافت سے نوازے گئے آپ کثیر الکرامت بزرگ تھے ساتھ ہی شیعہ اور مرزائیوں کا مدلل رد فرماتے آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت کے سلسلے میں "مکتوبات امام ربانی" کا اردو زبان میں ترجمہ شائع کروایا۔ اس کے علاوہ دعائے حزب البحر کو بھی از سر نو مرتب فرما کر شائع کروایا۔ آپ کے خلفا میں فقیہہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی، مولانا حکیم خادم علی، مولانا قاضی عالم الدین اور صاحبزادے مولانا عبدالرحمان کے نام قابل ذکر ہیں۔ حافظ صاحب کا وصال ۲۸ صفرالمظفر (۱۳۵۵ھ/ ۲۰ مئی ۱۹۳۶ء) میں ہوا مولانا محمد شریف کوٹلوی نے قطع تاریخ وفات کہا۔

قبلہ دین و کعبہ ایماں
ناصر دین و مذہب نعماں
وارث علم مصطفوی
قطب دہر و غوث زماں
چشمہ فیض و عارف کامل
مطلع نور و معدن عرفاں
یعنی شیخ عبد کریم
واقف علم و حافظ قرآں
در شب بستم ماہ مئی
گشت از چشم ما پنہاں
ہاتف گفتہ سال و صلش
پیر عظیم زیب جناں
(۱۳۵۵ھ)

(ماخوذ، تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۲۵۸۔ ۲۶۱)

۲۱۔ سید اختر حسین شاہ "سیرت امیر ملت" ص ۷۰۱ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء۔

۲۲۔ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہل سنت" ص ۴۸۴ مطبوعہ لاہور۔

۲۳۔ ایضاً" ص ۴۸۴۔

۲۴۔ مجیب احمد کوٹلوی "فقیہہ اعظم" معارف رضا جلد ۱۲ ص ۲۰۹ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

۲۵۔ ایضاً" ص ۲۰۸۔

۲۶۔ علامہ نور بخش توکلی "تذکرہ مشائخ نقشبندیہ" ص ۵۸۱ فضل نور اکیڈمی گجرات۔

۲۷۔ مولانا محمود احمد قادری "تذکرہ علماء اہل سنت" ص ۲۲۶ سنی دارالاشاعت فیصل آباد۔

۲۸۔ مجیب احمد کوٹلوی "فقیہہ اعظم" معارف رضا شمارہ

۱۲ ص ۲۰۷ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔
۲۹۔ ایضاً" ص ۲۱۰۔
۳۰۔ محمد صادق قصوری و پروفیسر مجید اللہ قادری "تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت" ص ۲۶۴ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۲ء۔
۳۱۔ امام احمد رضا خاں قادری "فتاویٰ رضویہ" جلد ۶ ص ۳۱۹۔ ۳۲۰ مکتبہ رضویہ کراچی۔
۳۲۔ مولانا حشمت علی خاں "الصوارم الھندیہ" ص ۱۰۲ مکتبہ فریدیہ ساہیوال۔
۳۳۔ مجیب احمد کوٹلوی "فقیہہ اعظم" معارف رضا' شمارہ ۱۲' ص ۲۰۹
۳۴۔ محمد صادق قصوری و پروفیسر مجید اللہ قادری "تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت" ص ۸ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔
۳۵۔ ایضاً" ص (۹۔ ۱۳)۔
۳۶۔ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہل سنت" ص ۳۶۷ مکتبہ قادریہ لاہور۔
۳۷۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی ابن شمس الدین ۹۸۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۶۷ھ میں انتقال ہوا' آپ بڑے عالم فاضل فقیہہ' محدث' مفسر' خصوصاً" علم معقولات میں یگانہ روزگار تھے اور صاحب کثیرالتصانیف تھے آپ نے متعدد کتب پر حواشی لکھے مثلاً" حاشیہ تفسیر بیضاوی حاشیہ مقدمات تلویح' شرح عقائد' شرح شمسہ' عبدالغفور' ہدایتہ' خیالی' قطبی' حکمتہ العین وغیرہ وغیرہ آپ نے اپنے ہم عصر شیخ طریقت حضرت شیخ ربانی' مجدد الف ثانی قدس سرہ' العزیز کو سب سے پہلے "مجدد الف ثانی" کے خطاب سے نوازا وہ بھی آپ کو "آفتاب پنجاب" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ مغل دربار میں آپ کی ہمیشہ پذیرائی ہوئی اور شاہ جہاں نے آپ کو دو مرتبہ سونے میں تولا اور سیالکوٹ میں جاگیریں بھی عطا کیں۔ (ماخوذ حدائق حنفیہ' فقیر محمد جہلمی ص ۴۳۵ مطبوعہ لاہور)

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے خاندان ہی کے ایک چشم و چراغ مولانا ضیاالدین احمد قادری مہاجر مدنی ابن عبدالعظیم ضلع سیالکوٹ میں ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا محمد حسین نقشبندی مجددی اور مولانا غلام قادر بھیروی سے حاصل کی اس کے علاوہ وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی سے دورہ حدیث مکمل کیا اور جلد ہی امام احمد رضا خاں بریلوی سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور اٹھارہ برس کی عمر میں تمام سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل کر لی اس کے علاوہ آپ کو حضرت وصی احمد سورتی سے بھی خلافت حاصل تھی آپ اعلیٰ حضرت سے اجازت لے کر ۲۴ سال کی عمر شریفہ میں عرب چلے گئے اور بہت جلد مدینہ پہنچ کر وہیں قیام کیا اور معرفت کی منازل طے فرمائیں کہ دنیا آج آپ کو "قطب مدینہ" کے نام سے یاد کرتی ہے آپ دوبارہ سیالکوٹ نہ جا سکے ساری زندگی مدینہ پاک میں بسر کردی یہاں تک کہ طویل عمر حاصل

کرنے کے بعد ۴ ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ میں آپ کا وصال ہو گیا اور جنت البقیع میں سپرد خاک ہوئے۔ (مجید)

۳۸۔ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہل سنت" ص ۳۶۷ مکتبہ قادریہ مطبوعہ لاہور۔

۳۹۔ محمد صادق قصوری و پروفیسر مجیداللہ قادری "تذکرہ خلفا اعلیٰ حضرت" ص ۱۸۷ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

۴۰۔ ایضاً" ص ۱۸۹۔

۴۱۔ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہل سنت" ص ۳۶۸ مکتبہ قادریہ لاہور۔

۴۲۔ محمد صادق قصوری و پروفیسر مجیداللہ قادری "تذکرہ خلفا اعلیٰ حضرت" ص ۱۹۰ مطبوعہ کراچی۔

۴۳۔ روزنامہ "مساوات" لاہور ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۵ء۔

۴۴۔ مولانا حشمت علی خاں "الصوارم الھندیہ" ص ۱۰۸ مکتبہ فریدیہ ساہیوال۔

۴۵۔ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہل سنت" ص ۱۱۳ مکتبہ قادریہ لاہور۔

۴۶۔ ایضاً" ص ۱۱۷۔

۴۷۔ مولانا حشمت علی خاں "الصوارم الھندیہ" ص ۹۶ مکتبہ فریدیہ ساہیوال۔

۴۸۔ امام احمد رضا خاں قادری "فتاویٰ رضویہ" جلد ۱۲ ص ۲۲۔ ۲۳ رضا اکیڈمی بمبئی انڈیا۔

۴۹۔ ایضاً" جلد ۹ ص ۱۱۵ مکتبہ رضویہ کراچی۔

۵۰۔ ایضاً" جلد ۵ حصہ اول ص ۱۱۵ مکتبہ رضویہ۔

۵۱۔ ایضاً" جلد ۶ ص ۲۴ مکتبہ رضویہ۔

۵۲۔ مجیداللہ قادری "امام احمد رضا اور علماء لاہور" مشمولہ معارف رضا، جلد ۱۶، ص ۱۶۹، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

۵۳۔ مولانا عبدالنبی کوکب "مقالات یوم رضا" جلد سوم، ص ۱۰، مطبوعہ لاہور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین **اما بعد** پس عرض کرتا ہے مسکین امام الدین متوطن کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ کہ جو مجھے سند قرآن و حدیث اور اجازت سلسلہ قادریہ اعلیٰ حضرت عالم اہلسنت خیر ملت مفتی شریعت ماحی بدعت صاحب حجت قاہرہ مؤید سنت ناہرہ مجدد مائۃ حاضرہ مولنا مولوی **احمد رضا خاں صاحب حنفی قادری برکاتی** بریلوی دام ظلہ وعزہ تعالٰی سے حاصل ہے وہ بعینہ یہاں درج کیجاتی ہے ہر خاص و عام اسے پڑھ کر اطمینان حاصل کریں سند یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حمد من لا احد لہ ٭ وسند من لا سند لہ ٭ وافضل الصلوۃ واکمل السلام علی سید الکرام وسند الانام منتہی سلاسل الانبیاء العظام وعلی آلہ وصحبہ رواۃ علمہ ودعاۃ الیہ وبعد فقد سألنی مجمع الفضائل منبع الفواضل حامی السنۃ والدین وماحی البدعۃ والمفسدین المولوی محمد امام الدین جعل اللہ کاسمہ امام الدین اجازۃ ما ارویہ عن مشائخی الکرام سیدنا ومرشدنا مولائی و سندی وکنزی وذخری لیومی وغدی سیدنا الشاہ آل الرسول الاحمدی رضی اللہ عنہ بالرضی السرمدی وسیدی ووالدی خاتم المحققین وامام المدققین حضرۃ المولی المولوی محمد نقی علیخان القادری البرکاتی قدس سرہ القوی عن ابیہ الکریم العارف باللہ سیدنا المولوی رضا علیخان قدس سرہ وشیخ العلماء بالبلد الامین الامام المحدث الفقیہ الامین سیدنا المولی السید احمد بن زین دحلان المکی قدس سرہ الملکی عن الشیخ عثمان الدمیاطی ومولانا الامام الہمام سراج البلد الحرام عبد الرحمن ابن المولی عبد اللہ السراج مفتی الحنفیۃ بمکۃ المحمیۃ رحمہما اللہ تعالٰی عن المولی جمال بن عبد اللہ بن عمر مفتی الاحناف ومولانا السید الشیخ حسین صالح جمل اللیل شیخ الخطباء وامام الشافعیۃ ببلد اللہ الکرمیۃ رحمہ اللہ تعالٰی عن المولی عابد السندی ومولانا خیر مرشدی وذخر حضرتی الکریمۃ سیدنا الشاہ ابی الحسین احمد النوری قدس سرہ المعنوی والصوری عن الشاہ محی سید المراد آبادی فاجزتہ بکل ما انفتح لی روایتہ عن المشائخ الامجد وحین من القرآن العظیم واحادیث النبی الکریم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم من صحاح وسنن ومسانید وجوامع ومعاجیم وکذا اجزتہ بالسلسلۃ العلیۃ القادریۃ البرکاتیۃ بشرطہ المعلوم عند ذوی ھذہ العلوم واوصیہ ان یعض بنواجذہ علی مذھب اھل السنۃ والجماعۃ ویجتنب جمیع اھل البدعۃ والشناعۃ مثل الکفرۃ النیچریۃ والروافض والوھابیۃ الگنگوھیۃ الدیوبندیۃ والشیطانیۃ ولکن ابیۃ والقادیانیۃ والباطنیۃ والمتصوفۃ المبطلۃ الاتحادیۃ الحلولیۃ ومبتدعی المفضلۃ والمفسقۃ واعداء التقلید وسائر الوھابیۃ الاسمٰعیلیۃ والاسحاقیۃ وغیرھم من الضالین المضلین اعاذنا اللہ وایاہ والمسلمین عن شرھم اجمعین ولیتوجہ ما استطاع الی رد مکائدھم وسد مفاسدھم فان ھذا اجل مناصب العلماء وافضل ما ورثوا من الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام والثناء وان یحلی ظاھرہ وباطنہ بحلی اتباع السنۃ السنیۃ ویخلیھا عن دنس الفسوق والرذائل الدنیۃ وان لا ینسانی من دعائہ الصالح فی الملوین بالعفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والاخرۃ وتمام العافیۃ ودوام العافیۃ والشکر علی العافیۃ وان تکون رحمۃ لنا کافیۃ ولاسقامنا الظاھرۃ والباطنۃ شافیۃ ولاعدائنا عنا دافعۃ نافیۃ وان یقینی ربی وایاہ والمسلمین من درک الشقاء وجھد البلاء وشماتۃ الاعداء وسوء القضاء وان یجعلنی وایاہ من العاملین العلماء والحافظین حوزۃ الملۃ البیضاء والسنۃ الغراء وان یختم لنا جمیعا بالحسنی ویقضی لنا بقضاء احسن المنی وانا داع لہ بذلک والحمد للہ خیر مالک وافضل الصلوۃ واکمل السلام علی سید الانام محمد وآلہ وصحبہ الکرام الی یوم القیام ۔ **آمین** کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔ فی ۲۰ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ یوم الاربعاء

مہر

محمدی سنی حنفی قادری
۱۲۹۴
من و دست و دامان آل رسول
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

کاتب ذلک محمد امام الدین ساکن قریہ الہ آباد ضلع سیالکوٹ

السَّنَدُ وَالإجازة

بسم الله الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اِسْنَادُ الْحَمْدِ وَنِهَايَةُ سَلَاسِلِ الصَّمَدِ صَلِّ عَلٰى حَبْلِكَ الْمَوْصُوْلِ الْمُتَّصِلِ الْغَيْرِ الْمُنْقَطِعِ مُرْسَلِكَ الْمَرْفُوْعِ بِوَصْلِكَ فَوْقَ كُلِّ مُرْتَفِعٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ خَيْرِ اٰلٍ وَصَحْبٍ رُوَاةِ عِلْمِهٖ وَحَدِيْثِهٖ طُرُقِ الْوُصُوْلِ اِلٰى سَاحَتِهِ الرَّحْبِ وَبَعْدُ فَسَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْفَاضِلُ الْمَوْلَوِىْ اَبَا يُوْسُفَ محمد شریف الحنفی الفنجابی السیالکوتی سَأَلْتَنِى الْاِجَازَةَ ظَنًّا مِنْكَ اِنِّىْ اَهْلٌ لِذَالِكَ وَلَسْتُ هُنَالِكَ وَلٰكِنِ الرَّحْمٰنُ يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ فَاَجَزْتُكَ عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَوَّلًا بِالصِّحَاحِ السِّتَّةِ وَمِشْكٰوةِ الْمَصَابِيْحِ وَسَائِرِ كُتُبِ الْحَدِيْثِ الْمُتَدَاوِلَةِ وَثَانِيًا بِالسِّلْسِلَةِ الْعَلِيَّةِ الْعَالِيَةِ الْقَادِرِيَّةِ الْبَرَكَاتِيَّةِ وَوَصِيَّتِىْ لَكَ التَّمَسُّكُ التَّامُّ بِمَذْهَبِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَمُجَانَبَةِ اَهْلِ الْبِدَعِ وَالْفِتَنِ وَصَرْفِ الْعُمْرِ فِىْ حِمَايَةِ السُّنَنِ وَاِعَانَةِ اَرْبَابِهَا وَنِكَايَةِ الْفِتَنِ وَاِهَانَةِ اَصْحَابِهَا لَاسِيَّمَا الدِّيَابِنَةِ فَاِنَّهُمُ الْفَرَاعِنَةُ وَاَضَرُّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ اِبْلِيْسَ اللَّعِيْنِ اَعَاذَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكَ مِنْ شَرِّهِمْ اَجْمَعِيْنَ فَذَالِكَ اَعْظَمُ الْقُرَبِ وَاَرْجٰى مَرْضَاةٍ لِلنَّبِىِّ وَالرَّبِّ وَاَنْ لَا تَنْسَانِىْ مِنْ دَعْوَتِكَ الصَّالِحَةِ الْمُتَوَافِرَةِ بِالْعَفْوِ وَالْعَافِيَةِ فِى الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَانَ ذَالِكَ لِسِتٍّ بَقِيْنَ مِنَ المحرم الحرام سنة الف و ثلثمائة و ثمان و ثلثين من هجرة سيد [illegible] عليه و على اله و صحبه افضل الصلوة و الثناء قاله بفمه و امر برقمه عبد المصطفى احمد رضا القادرى البركاتى البريلوى عفى عنه بجاه النبى الامى صلى الله تعالى عليه و اله و صحبه و بارك و سلم امين. مهر

امام احمد رضا کے ایک خلیفہ

مولانا ابو عبد القادر محمد عبد اللہ نقشبندی مجددی

پروفیسر مجیب احمد
(لیکچرار، ایف جی انٹر کالج، چکلالہ، راولپنڈی)

کوٹلی لوہاراں کے اکابرین کا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی اور آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ' بریلی شریف سے نہایت گہرا اور براہ راست علمی و روحانی تعلق رہا ہے جو آج بھی قائم و دائم ہے۔ اسی تعلق و نسبت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے معارف رضا (۱۹۹۲ء) میں حضرت فقیہ اعظم مولانا ابویوسف محمد شریف محدث کوٹلوی اور معارف رضا (۱۹۹۶ء) میں حضرت مولانا ابوالیاس حافظ محمد امام الدین قادری رضوی کی حیات و خدمات پر مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے اب معارف رضا (۱۹۹۹ء) میں مولانا ابو عبدالقادر محمد عبداللہ نقشبندی مجددی قادری کی حیات و خدمات پیش کی جا رہی ہیں۔

پنجاب میں اسلام کی آمد پہلی صدی ہجری کے نصف اول میں ہوئی۔ چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی ہجری کی ابتداء میں پنجاب میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت بڑے زور و شور سے ہونے لگی۔ چھٹی' ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری پنجاب میں اشاعت اسلام کے حوالے سے نہایت اہم ہیں۔ اشاعت اسلام میں علمائے کرام اور مشائخ عظام کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان بزرگ ہستیوں نے پنجاب کے گوشے گوشے کو نور اسلام سے منور کیا۔ پنجاب کے اضلاع ملتان' جھنگ' لاہور' پاک پٹن' بہاولپور اور سیالکوٹ ان کی علمی روحانی اور تبلیغی سرگرمیوں کے اہم مراکز تھے۔

سیالکوٹ اپنی تاریخی' سیاسی اور صنعتی حیثیت کے ساتھ ساتھ علمی و روحانی طور پر بھی پنجاب کا اہم شہر ہے۔ یہاں کی مشہور و معروف

علمی و دینی شخصیات میں سید امام علی الحق، شاہ محمد حمزہ غوث، ملا کمال الدین (م۔ ۱۶۰۸ء)، ملا جمال الدین، شاہ سیداں سرمست سہروردی، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی (م۔ ۱۶۵۶ء) نمایاں حیثیت کی حامل ہیں۔ سیالکوٹ سے تقریباً" گیارہ کلومیٹر دور شمال میں کوٹلی لوہاراں واقع ہے جو دو حصوں، غربی اور شرقی میں منقسم ہے۔ سیالکوٹ کی صنعتی و تجارتی اور علمی و روحانی شہرت میں کوٹلی لوہاراں (غربی) کا نہایت نمایاں مقام ہے۔ یہاں شریعت و طریقت کے کئی نامور بزرگوں نے جنم لیا۔ جنھوں نے ہر دو میدانوں میں اسلام کی بے لوث خدمت کی۔ ان میں نمایاں نام یہ ہیں:

صوفی ثناء اللہ نقشبندی (م۔ ۱۹۵۴ء)، پیر محمد صادق چشتی (م۔ ۱۹۵۵ء)، صوفی محمد نیازالدین (م۔ ۱۹۴۲ء)، حکیم خادم علی (۱۸۷۲ء۔۱۹۷۱ء) اور ابو الفیض سید قلندر علی گیلانی سہروردی (م۱۹۵۸ء)۔ تاہم کوٹلی لوہاران (غربی) کی اصل وجہ شہرت حافظ عبدالرحمٰن نقشبندی (م۔ ۱۸۸۱ء) اور ان کے تین صاحبزادے، مولانا ابوعبدالقادر محمد عبداللہ نقشبندی مجددی قادری، مولانا ابو یوسف محمد شریف، نقشبندی مجددی قادری (م۔ ۱۹۵۱ء) اور مولانا ابوالیاس محمد امام الدین قادری رضوی (م۔۱۹۶۱ء) ہیں جو اپنے تقویٰ، پرہیزگاری اور تبحر علمی کی وجہ سے نہ صرف برصغیر پاک و ہند، بلکہ حجاز مقدس کے دینی و علمی حلقوں میں اپنی الگ الگ پہچان اور مقام رکھتے ہیں۔

مولانا ابو عبدالقادر محمد عبداللہ قادری ۱۷ر فروری ۱۸۶۵ء کو کوٹلی لوہاراں (غربی) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ، اصول معانی، ہیئت، صرف و نحو کے علاوہ عربی اور فارسی سمیت دیگر مروجہ علوم و فنون اپنے والد محترم کے علاوہ برصغیر پاک و ہند کے دیگر جید علمائے کرام سے حاصل کئے اور پچیس سال کی عمر میں سند فراغت و فضیلت حاصل کی۔ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کی تحصیل کی تمنا آپ کو بے چین کئے ہوئے تھی۔ جس کے لئے آپ کی نگاہ انتخاب سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ بابا نور محمد نقشبندی پر پڑی جو چورہ شریف میں شمع رشد و ہدایت کو منور کئے ہوئے تھے۔ مولانا محمد عبداللہ قادری چورہ شریف حاضر ہوئے اور بابا جی کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت سے نوازے گئے۔ (۱) سلسلہ نقشبندیہ کے دو اور عظیم بزرگ حافظ محمد عبدالکریم نقشبندی مجددی (۱۸۴۸ء۔۱۹۳۶ء) عیدگاہ شریف، راولپنڈی اور پیر سید جماعت علی شاہ (م۔ ۱۹۵۱ء) علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ (اب ضلع نارووال) کا فیض بھی مولانا محمد عبداللہ قادری کو حاصل تھا۔ (۲) علاوہ ازیں، مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں قادری

برکاتی بریلوی (۱۸۵۶ء- ۱۹۲۱ء) نے بھی مولانا محمد عبداللہ قادری کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت کیا اور اپنی خلافت سے نوازا۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلفاء نہ صرف جنوبی ایشیا بلکہ مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے کئی ممالک میں بھی موجود تھے۔ خلفاء کے اس وسیع حلقے کی وجہ سے بعض مفاد پرست عناصر نے اپنے آپ کو ازخود مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا خلیفہ مشہور کر رکھا تھا تاکہ ان کے نام و مرتبہ کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ چنانچہ مسلمانوں کو ان مفادپرست حضرات کے چنگل سے بچانے کے لئے مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے ایک منظوم دعاء میں اپنے سولہ خلفاء کا ذکر کیا۔ اس منظوم دعاء کے علاوہ ایک اشتہار بعنوان "ضروری اطلاع" بھی شائع کرایا گیا جس میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے برصغیرپاک و ہند سے تعلق رکھنے والے اپنے پچاس اکابر خلفاء کا ذکر کیا ہے۔ اس طویل اشتہار کے ۳۱ ویں نمبرپر مولانا محمد عبداللہ قادری کا نام ہے۔(۳) اسی اشتہار میں مولانا محمد عبداللہ قادری کے چھوٹے بھائیوں' مولانا ابویوسف محمد شریف نقشبندی قادری کا ذکر تینتالیسویں نمبرپر اور مولانا ابوالیاس محمد امام الدین قادری رضوی کا ذکر آٹھویں نمبر پر ہے۔(۴)

مولانا محمد عبداللہ قادری نے اپنی عملی زندگی کا آغاز اپنے آبائی وطن کوٹلی لوہاراں (غربی) سے کیا جہاں کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض ساری زندگی بلا معاوضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ ایک جید عالم دین و فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست واعظ اور خطیب بھی تھے۔ آپ کے وعظ میں ایک خاص لذت اور حلاوت ہوتی تھی جس کے سبب سامعین کے دلوں کو سیری نہیں ہوتی تھی۔ آپ کی طبیعت میں اس قدر آمد تھی کہ تین تین چار چار گھنٹے متواتر وعظ کرتے مگر مضمون ختم نہ ہوتا آپ کا طرز بیان اس قدر فصیح و بلیغ تھا کہ اس سے ہر طبقہ کے لوگ فائدہ حاصل کرتے اور رشد و ہدایت کی راہ پر گامزن ہوتے آپ کے وعظ میں آیات قرآنی' احادیث نبوی' بزرگان دین کی روایات و حکایات کے علاوہ سبق آموز تاریخی واقعات کے حوالے بھی ہوتے تاکہ عوام الناس ان سے نصیحت حاصل کریں۔ مولانا محمد عبداللہ قادری کی علمی و تبلیغی سرگرمیوں کا محور یوں تو پورا ہندوستان تھا' تاہم آپ انجمن نعمانیہ ہند لاہور (موسسہ ۱۸۸۷ء)' مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند' لاہور (موسسہ ۱۹۲۴ء) اور انجمن یتیم خانہ مدرسۃ القرآن' سیالکوٹ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کرنے کے علاوہ سید علی ہجویری (۱۰۰۹ء-۱۰۷۲ء) المعروف بہ داتا گنج بخش رحمتہ

اللہ علیہ اور مشائخ چورہ شریف کے اعراس میں بڑے اہتمام سے شریک ہوتے تھے اور اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفید کرتے تھے۔

مولانا محمد عبداللہ قادری، شیخ الواعظین ہونے کے ساتھ ساتھ رئیس العلماء اور امام الفضلاء کے القابات سے بھی مشہور و معروف تھے جس کا ثبوت آپ کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف سے بھی ملتا ہے۔ اردو میں آپ کا تحریر کردہ ایک غیر مطبوعہ رسالہ موجود ہے جس میں قرآن مجید، انجیل، توریت، زبور اور دیگر صحائف آسمانی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٰ وسلم کی مکی زندگی اور مختلف والیان ممالک کو ارسال کردہ خطوط کی تفصیلات بھی بیان کی گئی ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث کے حوالوں سے مسائل نیت، ایمان، شرک، ریا، نفاق، حسد، بخل، کبر کو منظوم صورت میں پنجابی میں کتاب عین الفیض(۵) میں بیان کیا گیا ہے۔

مولانا محمد عبداللہ قادری نے اپنے مواعظ حسنہ کو مغنی الواعظین کے نام سے خود قلم بند کیا ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔ ان مواعظ کا کچھ حصہ، ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں، سیالکوٹ) میں قسط وار شائع ہوتا رہا ہے۔(٦) آیات قرآنی، احادیث بزرگوں کی روایات و حکایات کے علاوہ مثنوی مولانا روم اور اردو و پنجابی کے دیگر اشعار سے ان مواعظ کو مزین کیا گیا ہے۔

مولانا محمد عبداللہ قادری اردو، پنجابی اور فارسی کے قادرالکلام شاعر بھی تھے اور شاعری کو بھی تبلیغ دین کا ہی ذریعہ بنایا۔ ۱۹۰۰ء میں آپ کا شعری مجموعہ "انواع احمدی" شائع ہوا جو بنیادی طور پر ایک مذہبی اور اخلاقی شعری مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ میں عام لوگوں کو دین کے بنیادی ارکان پر عمل کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے متعدد حوالوں سے دین پر عمل کرنے کے فوائد اور نہ کرنے کے نقصانات بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کی شاعری بڑی صاف اور سادہ زبان میں ہے جو دلوں پر فوری اثر کرتی ہے۔ شاعری کے علاوہ متعدد کتب پر مولانا محمد عبداللہ قادری کی اردو اور پنجابی میں تقاریظ بھی ملتی ہیں۔(۷) آپ کو فن تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل تھا۔ اردو اور فارسی میں کئی بزرگان دین کی وفات پر آپ کے تحریر کردہ متعدد قطعات تاریخ ہائے وفات ملتے ہیں۔

مولانا محمد عبداللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ ایک مستند مفتی اور فقیہ بھی تھے۔ پنجاب بھر سے خصوصاً" کوٹلی لوہاراں اور اردگرد کے عوام کے لئے آپ مرجع فتویٰ تھے۔ آپ قرآن مجید اور

احادیث کے علاوہ فقہ حنفی کے مطابق فتاویٰ دیتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ تو زمانے کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکے۔ تاہم دیگر علمائے کرام و مفتیان عظام کے جاری کردہ فتاویٰ پر تصدیقی فتاویٰ و دستخط موجود ہیں۔ جن سے آپ کی علمی و فقہی حیثیت کا پتہ چلتا ہے۔

پسرور کے مولانا محمد داؤد رحمتہ اللہ علیہ نے ایک استفسار کے ذریعے ۱۹۱۸ء میں برصغیر پاک و ہند کے علاوہ مصر، شام اور حرمین شریفین کے علمائے کرام سے قادیانیوں کے بارے میں فتویٰ حاصل کیا جو کہ انہوں نے "علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ، مرزائیوں سے بائیکاٹ" کے نام سے ۱۹۲۵ء میں شائع کرایا۔ اس فتویٰ میں تمام علمائے کرام نے قادیانیوں کو کافر اور مرتد قرار دیا تھا۔ اس تاریخی فتویٰ پر مولانا محمد عبداللہ قادری، مولانا ابویوسف محمد شریف نقشبندی مجددی اور مولانا ابوالیاس محمد امام الدین قادری رضوی کے بھی تائیدی دستخط تھے۔ مولانا محمد عبداللہ قادری نے فتویٰ کی تائید کرتے ہوئے لکھا کہ

"ایسا شخص کافر ہے اور کافر سے نکاح درست نہیں، جو شخص ہمارے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کرے یا مدعی نبوت کی تصدیق کرے یا یہ اعتقاد رکھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ شخص نبی تھا کہ جس کی نبوت کا ثبوت نہیں، وہ کافر ہوگا۔"(۸)

اسی طرح ایک دوسرے موقعہ پر جب ہندوستان کے تمام علمائے کرام نے بالاتفاق مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۹ء-۱۹۰۸ء) اور اس کے متبعین کے متعلق فتویٰ دیا کہ یہ لوگ قطعاً" کافر ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی اسلامی معاملہ جائز نہیں نہ ان کے ساتھ مناکحت درست ہے، نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے نہ ان کو اپنی مساجد میں نماز کی اجازت دینی چاہئے۔ اس فتویٰ پر بھی مولانا محمد عبداللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ، مولانا ابویوسف محمد شریف نقشبندی مجددی اور مولانا محمد امام الدین قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ کے تائیدی دستخط ہیں۔(۹)

مولانا محمد عظیم نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد وزیر آباد نے ادائے ظہر بعد از نماز جمعہ کے مسئلہ پر فتویٰ دیا۔ جس پر برصغیر پاک و ہند کے جید علمائے اہل سنت و جماعت نے تصدیقی دستخط کئے۔ ان علمائے کرام میں مولانا محمد عبداللہ قادری، مولانا ابویوسف محمد شریف نقشبندی مجددی اور مولانا محمد امام الدین قادری رضوی بھی شامل تھے۔(۱۰)

مولانا محمد عبداللہ قادری کی طبیعت میں استغنا اس قدر تھا کہ کسی دنیادار کی پرواہ تک نہ

کرتے تھے۔ حق گوئی میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ نصف رات عبادت میں گذارتے اور نصف رات آرام کرتے تھے۔ سورۃ لمزمل' درود مستغاث اور قصیدہ بردہ شریف آپ کے خاص وظائف تھے۔ عبادت کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ زندگی بھر کبھی کوئی نماز قضا نہیں کی۔ وصال سے پہلے آپ تقریبا" ڈیڑھ ماہ بعارضہ بخار و ورم جگر بیمار رہے' لیکن ایام مرض میں بھی آپ نہایت صبر و استقلال سے معمول کے مذہبی و علمی معمولات جاری رکھے ہوئے تھے۔ خصوصا" نماز اور ذکر کا سلسلہ عین نزع کی حالت تک جاری رہا۔ آخرکار ۲۵ر دسمبر ۱۹۲۳ء کو نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد وصال ہوا۔ آپ کے وصال کی اطلاع گرد و نواح کے دیہات میں فورا" پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق کوٹلی لوہاراں (غربی) آنے لگے۔ آپ کے جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا ابویوسف محمد شریف نقشبندی مجددی نے پڑھائی اور آپ کو کوٹلی لوہاراں (غربی) کے تاریخی قبرستان عبداللہ شاہ میں اپنے والد محترم کے بائیں پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

مولانا ابویوسف محمد شریف نقشبندی مجددی نے آپ کی وفات پر عربی' فارسی اور اردو میں کئی قطعات تاریخ' ہجری اور عیسوی سال وفات کی مناسبت سے کہے۔ جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

"طوبیٰ لہ فوز عظیم و حسن ماب ۱۳۴۲ھ' تاریخ وفات کوکب اہل عالم ۱۹۲۳ء مولوی محمد عبداللہ رضوی ۱۳۴۲ھ' افاضل اعظم(۱۱) ۱۹۲۳"

مولانا محمد عبداللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ کے لوح مزار پر آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ (۱۸۸۹ء-۱۹۸۱ء) کی تحریر کردہ تاریخ وفات درج ہے۔

آہ حضرت مولوی عبداللہ
رفت در جنت ازیں دار فنا
سفر او در نصف صفر آمد پدید
در شب سہ شنبہ شد از ماجدا
سال تاریخش چو جستم از خرد
گفت عبداللہ واعظ بے ریا
۱۳۴۲ھ

مولانا محمد عبداللہ قادری کی دو صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے تھے۔ آپ کی تمام اولاد اب فوت ہو چکی ہے۔ آپ کے صاحبزادوں کے نام یہ تھے۔ عبدالحکیم' محمد امین' مولانا عبدالقادر' محمد یونس اور محمد زکریا۔

حوالہ جات

(۱) محمد رضا المصطفی چشتی' "شیخ القرآن مولانا عبداللہ

قادری رحمتہ اللہ علیہ" روزنامہ مساوات (لاہور) ۵ر اکتوبر ۱۹۷۵ء

(۲) ہفتہ وار اخبار الفقیہ (امرتسر) ۵ر نومبر ۱۹۲۳ء ص ۱۰

(۳) ماہنامہ الرضا (بریلی) ربیع الآخر و جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ ص ۱۱

(۴) ایضاً" ص ۱۰-۱۱

(۵) عبداللہ عین الفیض۔ سیالکوٹ ۱۳۰۸ھ

(۶) ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں سیالکوٹ) جولائی ۱۹۵۱ء ص ۲۵

(۷) آفتاب احمد نقوی "سیالکوٹ دے کجھ غیر معروف پنجابی شاعر" چھماہی کھوج (شعبہ پنجابی' پنجاب یونیورسٹی لاہور)' جولائی۔ ستمبر ۱۹۸۱ء ص ۴۲-۴۳

(۸) محمد رضا المصطفی چشتی بحوالہ سابقہ

(۹) ماہنامہ شمس الاسلام (بھیرہ) مارچ' اپریل ۱۹۳۱ء (فتویٰ نمبر) ص ۸۶ اور ۹۱

(۱۰) محمد عظیم (مرتب) فتاویٰ علماء الامتہ فی ظہر الجمعتہ پشاور ۱۹۳۹ء ص ۳۳-۳۷ اور ۴۳

(۱۱) الفقیہ ۵ر نومبر ۱۹۲۳ء ص ۱۱

الکشف شافیہ

حکم

فوٹوجرافیا

الشیخ محمد احمد رضا خان الحنفی

(۱۲۷۲ھ ——— ۱۳۴۰ھ)

※

الرابطہ انٹرنیشنل

صندوق البرید ۸۹ ۶ کراتشی ۷۴۲۰۰ بالجمہوریۃ الاسلامیۃ باکستان

Wasim Sajjad
(Chairman Senate of Pakistan, Ex-President of Pakistan.)

"Imam Ahmad Raza was such a marvellous personality who brought about a thoughtful revolution particularly for the Muslims of the Indo-Pak sub-continent, and generally, for the Islamic World.

He supported the two-nation theory in the fields of cognition and reflection and brightened the concept of separate land for the Muslims of Indo-Pak sub-continent.

(Mujallah Imam Ahmad Raza Conference, 1995, Islamabad, p.9)

Benazir Bhutto
(Ex-Prime Minister of Pakistan.)

"Imam Ahmad Raza was one of the brilliant personalities of south Asia from whom not only the world of knowledge and cognition was benefited but also common people were, spiritually, blessed with. When the Muslims of South Asia were facing the religious and spiritual-------political and cognitive------economical and sociological crisis-------at that time he enlighted the candle of love of Hadrat Muhammad ﷺ in the hearts of the Muslims."

(Mujallah Imam Ahmad Raza Conference, 1993, Karachi, p.13)

Mehmood A. Haroon
(Ex-Governor Province of Sindh)

"Imam Ahmad Raza was not only a distinguished and multifaceted personality of the sub-continent but of the whole Islamic world. As a luminous light pillar his great personality guided the Indian Muslims in the era of darkness and helplessness, with his effective words and deeds."

(Mujallah Imam Ahmad Raza Conference, 1994, Karachi, p.11)

Sayyed Fakhar Imam
(Ex-Federal Minister of Education, Govt. of Pakistan)

"The personality of Imam Ahmad Raza is seen with great honour and respect in all educational and literary circles because of his distinctive characteristics. He supported the Two-Nation theory and paved the way for Pakistan movement."

(Mujallah Imam Ahmad Raza Conference, International 1991, p.17)

Mawlana Kausar Niazi
(Ex-Federal Minister of Religious Affairs, Ex-Chairman of Islamic Ideological Council, Govt. of Pakistan)

"In politics we attribute two nation theory to 'Allama Iqbal and Quaid-i-A'zam. Actually the fact is contrary. The courage and valour with which Imam Ahmad Raza opposed the one-nation theory----- 'Hindu-Muslim-unity' has not been shown by anybody else except him. These two persons are also his followers in this matter.

If we consider the ideology of two-nation theory we shall come to know that Imam Ahmad Raza is the pioneer and these two persons are disciples. If Imam Ahmad Raza Khan had not made the Muslim aware of the Hindus' conspiracies and destructive plans, many years ago, the Pakistan movement would have never spread."

(Addressed to Imam Ahmad Raza Conference, 1989, Islamabad and Imam Ahmad Raza Conference, 1990, Karachi)

Justice Sayyed Ghuas Ali Shah
(Ex-Chief Justice Sindh High Court, Ex-Chief Minister Sindh, Ex-Federal Minister of Defence, Govt. of Pakistan)

"His (Imam Ahmad Raza's) most marvellous achievement is to kindle the light of Hadrat Muhammad's love ﷺ in the hearts of the Muslims. His another great achievement is to organise and unite the Indian Muslims and to awaken their sense of liberation against the slavery of the British and the Hindus. I don't hesitate to say that Imam Ahmad Raza was the first spokesman of the two-nation theory on whose basis Pakistan came into being. The freedom movement of Pakistan at the platform of Muslim League under the guidance of Quaid-i-A'zam was mainly supported and reinforced by the caliphs, followers and lovers of Imam Ahmad Raza. The pages of history of Pakistan are wrought with these acknowledged facts. The personality of Imam Ahmad Raza is such a minaret of light who guided the Indian Muslims with his preaching and practice when they were of unfathomable darkness and despair, the existence of Pakistan is the fruit of those sacrifices made by personalities like Imam Ahmad Raza."

(Mujallah Imam Ahmad Raza Conference, 1986, Karachi, p.10 and Mujallah Imam Ahmad Raza Conference, 1992, Karachi, p.12)

By :

Iqbal Ahmad Akhtar-ul-Qadri
Translated by : Fatima Irfan Shaikh

WORD'S OF THE TIME

In the dominion of the King Akbar, the Non-Muslim majority tried to overcome the Islamic government and set war against Islam-------at the very moment Shaykh Ahmad Sirhindi strived hard on the basis of two-nation theory. It was the same theory as presented by the Holy Qur'an:

"Unto you your religion, and unto me my religion." (109:6)

Following the foot-steps of Shaykh Ahmad Sirhindi Imam Ahmad Raza revived the two-nation theory. While it should be kept in mind that it was, surely, two-nation theory which brought about Pakistan.

Period of Imam Ahmad Raza and its nearer past and future is spanned over one century. It was the period of revolutions. He was born before one year of the revolution 1857 in Breily and expired in the same town in the environment of the Non-Co-operation movement. His life time achievements in the fields of cognition and religion, national and political are worthy to be noted in golden words. But alas ! today history is being presented in a prejudicial manner. This fact was realised by a well-known historian Prof. Dr. Ishtyaq Husain Qurayshi in a public meeting, i.e.

"Now I reached to a result that whatever has been written in the history is all partial."

Prof. Dr. Aslam Sayyed (Deptt. of History, Quaid-i-A'zam University, Islamabad) also realised in a seminar, which was presided by the speaker of the National Assembly, that:

" To wipe out the facts is the tragedy with history------it is the tragedy of history writing-----it is disloyalty with the ancestors------if it is not cheating with the new generation then what ?..."

If we deeply consider the freedom movement of Pakistan then we shall found the vivid marks of Imam Ahmad Raza's caliphs, pupils and followers.

This is not a mere matter of love or devotion to Imam Ahmad Raza Khan but reality-------not verbosity-------but mirror of facts -------a vast sphere acknowledges this fact-------every justice historian witnesses this fact-------scholars, sages, judges, professors, teachers, politicians, etc. are all agreed upon these words-------

Yes, these words are not mine-------
But, of the time !

Late General (R) Muhammad Zia ul-Haq
(Ex-President and Chief of Army Staff, Pakistan)

"You must have remembered the tremendous assemblage in which six thousand scholars, sages and millions of the Muslims (who were the lovers of Imam Ahmad Raza) participated. They accepted and supported the Ideology of Pakistan and made easier to achieve the destiny of Pakistan."

(Mashaikh Conference, Sep 22,1980, Islamabad)

Ghualam Ishaq Khan
(Ex-President of Pakistan)

"His Highness Imam Ahmad Raza Khan was a brilliant and learned person of his age. He fought a cognitive and literary crusade by utilising his all potentialities in order to vitalise the political and educational situation of the Muslims of the Indo-Pak sub-continent. He provoked such awakening in the Muslims which gave them domination over their opposites and subsequently Muslims were honoured to secure a free land of Lord, i.e. Pakistan."

(Mujallah Imam Ahmad Raza Conference 1993, Karachi, p 13)

thought and acumen. ***(Allama Hidayatullah Sindhi Muhajir Madani*** **1912)**

* *There is no dearth of renowned personalities in the history of Islam who made rich contributions to various fields of knowledge through their divine gifted qualities of learning, wisdom and insight.*

Ibne-Sina, Umer Khayam, Imam Razi, Imam Ghazali, Al-Beruni, Farabi and Ibne-Rushd are a few rich names that shall always be remembered with pride.

Among them, someone is renowned for philosophy and medicine, some other is famous for mathematics, another in astrology, yet another is known for moral philosophy. Some one is an expert in Greek thought etc., but the most outstanding personality was born in India and died in the present century. He was Ahmad Raza Khan Bareilvi who enjoyed such a command in various branches of knowledge that only experts of that special faculty can discuss fully and successfully.

(Prof. Dr. Wahid Ashraf, Baroda University, Baroda (India) 1977)

Demise of Ahmad Raza

The soul of Ahmad Raza left the body on Friday 25th Safar 1340 (28 October 1921). The day of his demise is fittingly celebrated all across the world. May Allah help us understand and propagate the mission of that illustrious son of Islam who had been acclaimed as the reformer of this country.
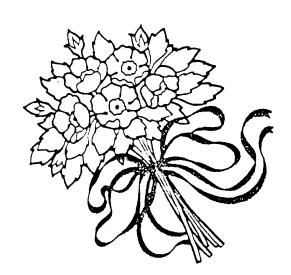
Sar hai wo sar jo tere qadmon pe qoorbaan gaya

"Happy the heart which loved you ever more.
Wise the head which rested at your door."

Savings and trade policy

As regards economics, Ahmad Raza propounded the theory of opening banks, savings and trade protection policy in 1912! It is to be noted that only much later these theories started getting attention throughout the world. Nowadays, every country is speaking of savings and regional market.

The standard of love for wealth

As mentioned earlier, Ahmad Raza came from a family possessing plently of riches. He was not for that attached to money. By the grace of Almighty Allah, as he has himself pointed out, he had no inclination for wealth just because of its material value. His only love for it stemmed from its utility in the service of the Almighty Allah.

Research on Ahmad Raza

All across the world, researches at universities are being carried out on various aspects of the prolific writer. That is the result mainly of the propagation of his mission by his sixty five spiritual respresentatives whom he appointed in India, Pakistan and the Islamic world. The immense contribution made by His Eminence Maulana Muhammad Ibrahim Khushtar Siddiqi Qadri Razvi in that field must be well kept in mind. Last but not the least, professor Doctor Muhammad Masud Ahmad has played a prominent role in that respect. In a treatise, he submits that Ahmad Raza is a neglected genius of the east.

Reflections and impressions on Ahmad Raza

Hereunder follow the reflections and impressions of two eminent personalities on Ahmad Raza.

* *A versatile genius, leading scholar, eminent jurist of his time and staunch upholder of the Holy Prophet's (peace be upon him) traditions; Revivalist of the Present Century who devoted himself with all the energy at his command to the cause of "Deen mateen" to safeguard, protect and promote the time spirit of Shariah. He cared least for the scoldings and sarcasms of those who do not agree with im in the interpretation of the ways of Allah. He did not run after the paraphenalia of worldly life, preferred to spend his capabilities in composing the poety in praise of the Holy Prophet (peace be upon him). He appears to be absorbed all the time in the ecstasy of the Holy Prophet's (peace be upon him) love and affection. It is quite impossible to assess the time worth of his Natia Poetry which overflows with lvoe and affection and excels in literary beauty. His reward in this world and the hereafter cannot be imagined. Maulana Abdul Mustapha Shaikh Ahmad Raza Khan Hanafi Qadri deserves the highest title of scholarship. May Allah bless him with a long life. Allah is aware of his unparallel depth of knowledge both visible and invisible and lot of the masses of Ummah avail the benefits of his*

A Short Glimpse of Ahmad Raza

By : M. K

Birth and studies

Ala Hazrat Maulana Shah Imam Ahmad Raza Khan was born at Bareily, U.P., India on Saturday 10th Shawwal 1272 (14th June 1856). Both his father and grandfather were rich and well renowned theologians. As he was extraordinarily gifted, he completed his studies at a very early age.

Ahmad Raza and Aale Rasool

Ahmad Raza, very often, felt restless. One afternoon, while he was weeping he fell asleep and saw his distinguished grandfather in his dream. The latter told him that he would soon be relieved of his pain. In fact, a few days later, he was taken to the famous court of Hazrat Shah Aale Rasool where he became the disciple of that great master.

Do jahan mein khaadime Aale Rasool Allah kar
Hazrate Aale Rasool mooktada ke waste

"May I be the servant of the prophet's (sallallaho alaihe wasallam) family in both the worlds through the inter-cession of Hazrat Aale Rasool, the leader.

The foregoing is part of a dua which disciples normally make after the daily morning prayers. With all due respect, the name of Aale Rasool is mentioned. However, we should not forget that the same Aale Rasool, when asked what defence would he make on the day of judgement, said that he would simply present Ahmad Raza in the court of Allah.

Love and respect for Allah and His beloved Prophet (sallallaho alaihe wasallam)

Ahmad Raza was a genius writer who wrote on more than fifty branches of knowledge: theology, sufism, mathematics, astronomy, economics, etc. etc. His writings were, however, focussed on the love and respect for Allah and His beloved prophet Muhammad *(sallallaho alaihe wasallam)*. He also wrote on the love and respect of Shaikh Abdul Qadir Jilani, the great saint of Baghdad.

Dil hai wo dil jo teri yiad se mamoor raha

incountable.

3. Now discussing the knowledge of the creature & differentiating it from the knowledge of Allah, Imam Ahmad Raza says:

"The knowledge of a creature will always be finite in action, even if it is the knowledge from the heavens to the earth, from the first to the last multiplied by a million, because the heaven and the earth are two corners and the first and the last day are two limits & every thing which lies between the two is finite.

The meaning but not the reality of the infinite can be attached to the knowledge of a creature provided he is not stopped in future. But the infinite in action. is only appropriate for Allah because the knowledge of Allah and His qualities are free from the necessity of birth."

(English translation Addaulat-al-Makkiah, page 189-191)

Here Imam Ahmad Raza says that the knowledge of a creature though infinite in appearance, yet will be finite in reality.

Here Imam Ahmad Raza puts finite sets or countable sets.

4. Imam Ahmad Raza further says:

"If the knowledge of all and every creature from the first to the last is gathered, the collection will have no relation to the knowledge of Allah even in the proportion of a drop related to one million oceans, because the portion of the drop is finite and the finite is always related to some other finite in some manner. Thus if we remove the portion of the drop successively from the collection of the oceans, a day will arrive when the ocean will be exhausted because they are finite. But if from the infinite we remove any portion however large successively, the remainder will always be infinite and it will never relate to the finite".

(English translation Addaulat-al-Makkiah, page 193-197)

Here Imam Ahmad Raza clarifies that the knowledge of a creature will never relate to the knowledge of Allah as His knowledge is infinite in-action and the knowledge of the creature, though not stopped is yet finite. He also puts the theory :
Infinite - finite = Infinite

Here we also find the finite set or countable infinite set & thus see that except Allah the knowledge of any creature how great he may be. may not be infinte.

Of course Imam Ahmad Raza was a great mathematician. His knowledge was really the "Ilm-e-Ladunni" (The inspired knowledge)

References

1. *Imam Ahmad Raza : Fauze Mobeen, Dar Radde Harkal-e-Zameen, Edara Sunni Dunia, Bareilly.*
2. *Imam Ahmad Raza, Addaulat-al-Makkiah Bil Maddat-al-Ghabiah, Qadri Book Depot, Bareilly.*
3. *James R. Mimkers - Topological space.*

would not repeat the very article bu illustrating a few examples would show the skill of Imam Ahmad Raza in set theory.

Defination of Set

"A set is a collection into a whole of definite, distinct and distinguishable objects of our perception or our thoughts."

In simple way, the set is the well ordered collection of things, objects or numbers. The objects, things or numbers which form a set are called elements or objects.

There are many types of set such as: "Finite set, infinite set (countable, uncountable), singleton set, null set, subset, power set" etc.

Now we come to our main point to show Imam's skill in set theory.

1. Discussing Allah's knowledge Imam Ahmad Raza says : "Allah knows His own person, His infinite qualities, all events which have happened, all events which shall remain happening for ever and all the possiblilities which never occured nor will ever occur, all the states, and all the understanding in fullest detail from the beginning to the end. His personality is infinite and so are His qualities. His every quality is infinite and every number associated with Him has infinite progression, His days are infinite, His hours and every moment of His time is infinite, His provision of paradise is infinite........... Allah knows all and every thing in the begining and for ever in all their details. In His knowledge the succession of infinite numbers occurs infinite times in every particle. His knowledge is finite........ His knowledge is of the third power of the infinite."

(English translation, Addaulatul Makkiah, page 183)

The philosophical style and mathemetical jargon In which Imam Ahmad Raza has described the qualities of Allah's knowledge is marvellous & proves his skill in mathematics.

2. On the footnotes on page 183 & 184 in the very book, in connection with the numbers associated with Allah, Imam Ahmad Raza also makes clear that every number associated with Allah is infinite progression and for them he puts up many examples such as :

(i) 1, 2, 3, ... ∞

(ii) 1, 3, 5, ... ∞

(iii) 2, 4, 6, ... ∞

(iv) 1, 4, 7, ... ∞

(v) 1, 4, 9, 16, ... ∞

(vi) 1, 8, 27, 64, ... ∞

(vii) $\sqrt{1}$, $\sqrt{2}$, $\sqrt{3}$ .... ∞

(viii) 1, 1/2, 1/3, ... ∞

and so on.

Whether we disorder the numbers or order them in any probable farm, the numbers will have infinite progression. In other words we may state that the set of the numbers of any form will be infinite and

i.e. $x = 26.894$

Putting this value of x in equation (4)

we find $y = 3.106$

Therefore $x = \underline{26.894}$ & $y = 3.106$

Imam Ahmad Raza has also solved these equations by another short method.

The equations are as :

$$x^2 = 75y^2 \quad \text{---------} (1)$$
$$\& \quad x + y = 30 \quad \text{---------} (2)$$

Imam solves them as :

$$x = \sqrt{75y^2} = 8.6603y$$

putting this value of x in (2) we find

$$8.6603y + y = 30 \quad \text{or}$$
$$9.6603y = 30 \quad \text{or}$$
$$y = \frac{30}{9.6603} = 3.105$$
$$\& \quad x = 30 - 3.105 = 26.895$$
(from equation 2)

Thus $x = 26.895$

& $y = 3.105$

Similarly on page 116 (Fauze-Mobeen) Imam Ahmad Raza has solved another set of equations by factorization method and the short method.

2. Set Theory

Set theory was intorduced in 8th decade of 19th century by a German mathematician & till the Ist decade of 20th century it was not generalized and a few were familiar with this theory. Topology is more complicated than set theory & was formulated in 1st decade of 20th century. But Imam Ahmad raza applied both the set theory & topology in his master piece of work "Addaulat-al-Makkiah" written in eight hours in the Holy Makkah in 1904 A.D to prove the boundliness of the Divine knowledge (knowledge of the Unseen) of the Holy Prophet Sallallahu Alaikhe Wasallam belowed upon him by Allah subhanahu wa taala. How strange is it that a Maulvi who did not enter any college of university nor he learned mathematics from any teacher of modern mathematics but who used, applied and invented some modern concepts of Mathemetical theories in his religious works and otherwise at a time when they were not being taught at any level of education except were being experimented and formulated at laboratary level in personal liberaries some mathematician of England and Germany.

I have already written an article "Imam Ahmad Raza & Topology in English & Urdu which have been published in many magazines and even it has been published separately in form of a treatise. Here I

4. Risala Jabro-Muqablah (Persian)

Besides these treatise Imam Ahmad Raza's work in Algebra may also be seen in his other books like "Fatawa Radhavia", "Addulat-al Makkiah" & "Fauze Mobeen" etc.

1. Solution of quadratic equations by factorization

Imam Ahmad Raza, while discussing the capacity of gravitational force on the earth & the moon & the difference of the ratios of their diameters, had formed the following equations as - (Fauze Mobeen, page no. 115 in Arabic alphabets :

(1) and (2)

and has solved them by factorization, making the perfect square & thus has found the values of supposing :

= x & = y,

For understanding I convert these equations into English alphabitic sybmbols as :

(3) $x^2 = 75\,y^2$ and

(4) $x + y = 30$

from equation (3) $y^2 = \frac{x^2}{75}$ or

(5) $\frac{x^2}{75} = y^2$

from equation (4) $y = (-x + 30)$ or

$= (30 - x)$

Then $y^2 = (30 - x) = x^2 - 60\,x + 900$

putting the value of y^2 in eq. (5), we get :

$$\frac{x^2}{75} = x^2 - 60\,x + 900 \quad \text{or}$$

$$x^2 = 75\,x^2 - 4500\,x + 67500 \quad \text{or}$$

$$74\,x^2 - 4500\,x = -67500 \quad \text{or}$$

$$x^2 - \frac{4500}{74}\,x = -\frac{67500}{74}$$

Now Imam Ahmad Raza makes the perfect squares by the very method which is applicable to day that is

$$\left(\frac{1}{2} \times \frac{4500}{74}\right)^2$$

is added either sides & this the equation becomes, as

$$x^2 - \frac{4500}{74} + \frac{5062500}{5476}$$

$$= -\frac{67500}{74} + \frac{5062500}{5476} \quad \text{or}$$

$$\left(x - \frac{2250}{74}\right)^2 = \sqrt{\frac{67500}{5476}} \quad \text{or}$$

$$x - \frac{2250}{74} = \frac{\sqrt{67500}}{\sqrt{5476}} = \frac{\sqrt{67500}}{74}$$

$$\text{or } x - \frac{2250}{74} = \frac{259.81}{74}$$

The square root is here negative

$$\text{Therefore } x = \frac{2250}{74} - \frac{259.81}{74}$$

$$= \frac{1990.19}{74} = 26.894$$

THE ALGEBRAIC WORK *of* IMAM AHMAD RAZA

Dr. A. Naim. Azizi

The personality of Imam Ahmad Raza Bareilvi, the Rviver of the 14th Islamic Century : Birth : 14th June, 1856 A.D. (Bareilly). Demise : 28th October, 1921 A.D. (Bareilly); needs no introduction. Besides all the branches of relegious knowledge, he had also mastery in all the constructive branches of rational knowledge which are taught in modern universities of East and West. Particularly in every branch of mathematics such as Algebra, Geometry, Plane and Spherical Trigonometry, Astronomy, Dynamics, Statics, Hydrostatics, Statistics, etc he enjoyed an enviable command. His skill in mathematics have been admitted by the scholars of West too. The famous mathematician like Dr. Sir Ziauddin, the vice chancellor of Aligarh Muslim University, Aligarh who was one of the prominent mathematicians of the world, attended Imam Ahmad Raza for the solution of his mathematical problems for which he would have to travel to Germany. This is a glaring example of Imam Ahmad Raza's mastery in Mathematics. Till now dozens of Ulama and Scholars, writing articles on his skill and mastery in mathematics, have admitted his scholarship and geniusity. About ninty years ago the style in which Imam Ahmad Raza has applied "Logarithms, Binomial theorems, Exponential series, cubic & quadratic equations, factorization, projectile, set theory and topology etc." in his relegions works, astonished the scholars and mathematicians of present age.

In this article I would show a few glimpses of Imam's perfection in Algebra.

Imam Ahmad Raza has particularly penned down the following treatise on Algebra:

1. Hashiat-al-Qawaid-al-Jalilah (Arabic)
2. Hallal-Muadelat-le-Qaviul Mukabbat. (Persian)
3. Halle-Masawat haye- Darja Som (Persian)

what has been aquired is the whole Turth. But Divine knowledge of our Holy Prophet (Peace and Grace be upon him and on his pions off springs and blessed companians) is always an Eternal Truth; it had been so fourteenth centuries ago, it is so today and shall remain so till Eternity. This is the less for which Imam Ahmad Raza had endeavoured to convey through out his entire life in letter and spirit. Further the above lines also show his command on medical science like that his mastery on other fields of knowledge. May Allah the Merciful bestors upon him his blessings in abundance and bless him with Eternal Peace. Amin!

BIBLIOGRAPHY

1. *Langman's Medical Embryology*
2. *Guyton - Text Book of Medical Physiology*
3. *Creation of Man - Prof. Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri.*
4. *The Message International - Monthly organ of World Islamic Mission Nov. Dec. 1990*
5. *From - Kanz-ul-Iman by Ala-Hazrat Imam Ahmad Raza Khan Translated by - Prof. Shah Faridul Haque, Prof. Dr. Hanif Akhtar Fatimi*
6. *As-Samsam, A'la-Mushakkak-e-fi-Aya-e-Uloom-e Al-Arham - 1896 AD, Imam Ahmad Raza.*
7. *Maqama-ul-Hadeed A'la Khaddi-Al-Mantiq-Al-Jadeed 1886 AD - Imam Ahmad Raza.*
8. *Qurani Ayat aur Siency Haqaiq Dr. Baluk Noor Baqui (Turkey)*
9. *Mawara-i-Kaeynat Muhammad Muneer.*

about creation, Evolution and intellectual capabilities of the un-born baby has been explained by Imam Ahmad Raza in his above mentioned books (As-Sum-Sam, Maqameul Hadid) a century ago, with reference to the Quranic declaration :

"And He originated the creation of Man from the clay. Then he laid his foundation from a measure of common fluid drawn out of it. Then He shaped him and blew His spirit into him and made ears and eyes and heart (intellect). What a little gratitude you acknowledge?" *(Al-Sajida 32: 7-9)*

In the light of above discussion, it is evident that by the four months (Fetal Period) :

- intellectual capabilities are well developed - Scientific theory.
- Spirit (soul) is blown at this stage and intellectual functions are then well developed - Islamic theory.

The conclusion is that Modern Medical Science discovers and favours the Quranic Truths on the human creation and Evolution revealed 14 centuries ago. And if the quality of Imam Ahmad Raza that his explaination of Science Theories is always based on the Quranic (and Sunnah) principles. This is the Test Stone on which he tests each and every philosophical and scientific advent and accepts or rejects that accordingly. Because according to him the boundries of the knowledge of human being are limited and his journey of knowledge in search of the Truth is from known to unknown for which at no piint of time one can be sure that

FETAL PERIOD

(3rd month to birth)

The fetal period extends from the 9th week of gestation until birth. It is characterized by rapid growth of the body and maturation of the organ system

FETAL DEVELOPMENT WITHIN THREE LAYERS

On the basis of conceptual studies, it is evident that the fetus develops within three layers in the womb of the mother.

The Muslim theologian, Imam Ahmad Raza has discussed comprehensively the fetal development within 3 veils of darkness with reference to Quran, in his book, As-Sum-Sam 1896 Page No. 9.

The Quran declares:

"He makes you in the wombs of your mothers, first in one pattern then in another, in 3 veils of darkness. This is Allah your Lord. His is the Kingdom. None is to be worshipped, besides Him, then where are you turning away."

(Al-Zumar 39:6)

The Modern Embryological studies confirm now that fetus develops within three layers (coverings) named:

(1) Abdominal wall (anterior)
(2) Uterine wall
(3) Amniochorionic membrane

The renowned embryologist from Toronto, Canada, Dr. Keith L. Moore favours this description.

It is highly interesting that Imam Ahmad Raza has mentioned the three more fetal layers with their names in his book As-Sum-Sam page 9.

MODERN RESEARCH ON EVOLUTION OF HUMAN BEING

The modern research on evolution of Human being favours the Islamic theory of Evolution offered by Imam Ahmad Raza.

According to the Psychologist. Thomas Verny, by the fourth month after conception, sensory capabilities of the fetus are well developed: like sense of touch and taste. He observed that if a bitter substance like IODINE was introduced in the amniotic fluid, the unborn child would grimace and refuse to swallow any liquid at all. Moreover, he observed that the baby could perceive a bright light shining on the mother's abdomen, if the light was particularly bright, the fetus would even lift his hands to shield his eyes.

Another psychologist. Anthony Decasper, University of North Carolina, observed the intellectual response of fetus on completion of four months. In his experiments, he observed that at five (5) months, the intellectual functions are so developed that the fetus would react to loud sounds by raising his hands and covering his ears. Moreover, in his research observations, De casper showed that the human born recognizes his own mother's voice.

in addition to these sensory abilities, Thomas Verny discovered that the baby in the womb has a neurological potential for a rudimentory form of consciousness.

It is interesting to note that

opment, the blastocyst is deeply embedded in the endometrium of the uterus.

By 11th - 12th day of development, the blastocyst is completely embedded in the endometrial stroma and now produces a slight protusion into the humen of the uterus.

By the end of 2nd week, a primitive utero-placental circulation begins to provide slight amounts of nutrition.

During the 3rd week, the important event takes place called GASTRULATION - the process that establishes all the three basic germinal layers:

(a) Ectoderm
(b) Mesoderm
(c) Endoderm

Moreover, the process of further tissue and organ differenciation is initiated at this stage.

EMBRONIC PERIOD

(3rd to 8th Week)

The Embryonic Period extends from the 3rd to 8th week of development. During this period, each of the three germinal layers gives rise to its own tissues and organ systems. As a result of organ formation, the major features of the body form are established.

The structures which are derived from these three germinal layers are just mentioned so that the natural process of Evolution can be understood easily.

DERIVATIVES OF ECTODERMAL GERMINAL LAYER

1. Central Nervous System (C.N.S)
2. Pesipheral Nervous System
3. Sensory Epithelium of the ear, nose, throat
4. Skin, including hair and nails
5. Glands -
   (a) Pituitary gland
   (b) Mammary glands
   (c) Sweat glands
6. Enamel of teath

DERIVATIVES OF MESODERMAL GERMINAL LAYER

1. Myotome (Muscular tissue)
2. Sclerotome (Cartilage and bone)
3. Dermatome (subcutaneous tissue of the skin)
4. Vascular tissue (Heart, arteries, veins, lymph vessels and all lymph and blood cells)
5. Urogenital system (kidneys, gonads and their ducts)
6. Spleen and suprarenal glands

DERIVATIVES OF ENDODERMAL GERMINAL LAYER

1. Gastro intestinal tract, respiratory tract and urinary bladder.
2. Parencluyuma of thyroid, parathyroid, liver, spleen
3. Tympanic cavity, Eustachious tube.

It is interesting to note that the above mentioned structures have been discussed by Imam Ahmad Raza with Quranic references, in his books:

– As-sum-sam 1896
– Maqame-ul-Hadid 1886

CLEAVAGE

Cleavage is a series of mitotic division, resulting in an increase in cells, blastomerer which becomes smaller with each division. This mitotic division goes through various stages of development :

(a) Prophase
(b) Prometaphase
(c) Metaphase
(d) Anaphase
(e) Telophase

After 3-4 days of development, the zygote has the appearance of a mulberry (morula) and enters the uterine cavity. At this time, the morula loses the zona pallucida and the blastocyst cavity develops. The cells are then arranged as :

(1) an outer cell mass - trophoblast
(2) an inner cell mass - Embryo proper

The embryo is now known as a blastocyst. The zona pallucida has now disappeared, allowing implantation to begin, called "a place of rest" in the Holy Quran.

"Then we put him in a safe lodging in the form of a cell (zygote - blastocyst). Then we made him a being like a hanging nest fixed (endometrium of the uterus). *(Al-Mominoon 23:14)*

"And we cause, whom we will to remain in the womb for an appointed time." *(Al-Hajj 22:5)*

Imam Ahmad has discussed about implantation of blastocyst in his books

– As-sum-sam 1896 P. #. 4
– Naqume-ul-Hadid 1886 P. #. 16

MODERN DESCRIPTION

The modern embryological studies tell us that the uterine mucosa, however, promotes the proteolytic action of the blastocyst, so that the implantations is the result of mutual trophoblastic and endometrical action.

It has been experimentally observed that before implantation, the blastocyst obtains its Nutrition from the endometrial secretions called "Uterine milk".

UTERUS AT THE TIME OF IMPLANTATION

The embryological studies tell us that the outer wall of the uterus consists of three layers :

(a) Endometrium
(b) Myometruim
(c) Perimetruim

Normally, a human blastocyst implants in the endometrium along the posterior or anterior wall of the body of the uterus and gets its Nutrition from the decidual cells (endometrial cells) for appropriate growth and development.

INTRA UTERINE DEVELOPMENT

The organized and systematized intra uterine development shows the truth of the Holy Quran and wisdom of Allah. The Highest, to strengthen the faith which has been discussed by Imam Ahmad Raza in his above mentioned books.

By the 8th - 9th days of devel-

MODERN DESCRIPTION OF EVOLUTION THEORY OF IMAM AHMAD RAZA

The development begins with the fertilization, a process by which the spermatozoon from the male and the Oocyte (Ovum) from the female unite to give rise to a new organism known as ZYGOTE.

Fertilization of the Ovum normally takes place soon after the Ovum enters the ampulla. However, the research study tells us that before a sperm can enter the ovum, it must first penetrate multiple layers of the granulosa a cells attached to the outside of the ovum, called the corona radiata and must bind to and penetrate the Zona Pallucida surrounding the ovum itself.

In short, during fertilization, the spermatozoon must penetrate:

(a) Corona radiata
(b) Zona pallucida
(c) Oocyte cell membrane

The results of fertilization are :

(i) restoration of Diploid number of chromosomes
(ii) determination of chromosomal sex
(iii) initiation of cleavage.

MODERN DESCRIPTION

"And Allah as created you from elements of clay (wet clay)."

The latest Biological and Geological research tells us that wet clay contains carbon (C^{-4}) and Nitrogen (N^{-3}) with their atomic number C & N.

It has been experimentally observed that naturally occurring oxygen (O_2) phosphorus (P) and Hydrogen (H_2) are found in earth. They can attract the negatively charged C^{-4} and N^{-3}. So due to presence of these basic components, with catalytic activity, the development of human body cells can occur. But the secret of creation is the order of Almighty Allah : Be (the Quranic word "*Kun*").

This is the source code of Mathematical Programme which exists in well guarded tablet.

The Muslim theologian, Imam Ahamad Raza has discussed this source code of Mathematical programme in his above mentioned books and maintained the supremacy of Allah the Almighty.

The Quran Says:

"He created you from a single cell (Zygote) and from it made its pair."

(Al-Zumar 39:6)

"He created you from a single soul (cell) and made its mate from within it, and from that pair spread many men and women." *(Al-Nisa 4:!)*

From the above mentioned Holy verses, following conclusions are made in relation to creation and Evolution of Human being.

(1) Creation of human being from a zygote (Fertilized Cell)
(2) Division of zygote into two cells.
(3) Further division of these two cells - known as cleavage.

11. Prof. Max Western Hofer
12. Prof. Weis Mann
13. Prof. Gush
14. Paul-S-Moore Head and Martin-M. Kaplan
   – Mathematical Challenges to Neo-Darwinism interpretation of Evolution, Philadelphia: Wistar Institute Press 1967.
15. Norman Macbeth :
   Darwin Retired
   An appeal to Reason, Boston: Gamilt 1971.
16. Dwan-T-Gisn - Evolution: The Fossils Say Deigo: Creation Life Publisher, 1978
17. Jhon Moore - On Chromosomes, Mutation and Philogeny - Philodelphia 1971.
18. Vater. J. Bock - Book review of Evolution by Orderly Law - Science 1969.
19. Herald France Blum - Times Arrow and Evolution, Princeton University Press 1968.
20. Nilsun N-Heribert - Synthetische Art Building - Sweden.
21. Parre Paul Grasse - Evolution of Living Organism - New York Academic Press 1977.
22. David Raup - Conflict Between Darwin and Paleontology-Field Museul of Natural History. Bulletin January, 1979.
23. Dr. Keith. L. Moore - Toronto - Canada.

ISLAMIC THEORY OF HUMAN EVOLUTION OFFERED BY IMAM AHMAD RAZA

The Eminent Muslim theologian and cyclopedic scholar of the 20th century, Ala-Hazrat Imam Ahmad Raza Khan has discussed the creation and Evolution of Human being one century ago in his books.

– As-Sum-Sam 1896
– Maqame-ul-Hadid 1886

He elaborated the Evolution of MAN in the light of Islamic thoughts by stating the Quranic Verses:

"And Allah has created you from extracts (elements) of clay (wet clay) and single cell (zygote), then made you in pairs. And no one remains inthe womb of any mother, nor can she give birth except with his knowledge. And one who is given long life, and one who is given short life, this is all recorded in a document. Indeed this is easy for Alalh. (Al-Fatir 35:11)

Another Quranic verse states :

"And assuredly, we have created man from elements of clay. Then we put him in a safe lodging in the form of a cell. Then we made him a being like a hanging nest fixed in (endometrium of the uterus), then we fashioned him a chewed lump. Then out of the chewed lump we made bones and closed the bones with the muscles. Then we developed it into another creation. So blessed be Allah, the best of all creators.

(Al-Mominoon 23:14)

IMAM AHMAD RAZA AND EVOLUTION THEORY OF HUMAN BEING

Dr. Muhammad Maalik

Today, Medical Science and Modern Technology has progressed in such a way what it has unfolded the realities of the universe. Science is subjugating the world in the light of intellect and probing the secrets of the nature. This fact cannot be denied that the more the scientific knowledge discloses the natural facts, the more the Quranic Truths become evident like Medical Science (Creation and Evolution of human being).

In this article "The Evolution Theory of Human being" offered by Ala Hazrat Imam Ahmad Raza Khan is analyzed in the light of Islam and Modern Science.

The Evolution theory was discovered round about one century ago by Charles Darwin. He claimed in his books "The Origin of Species and The expression of Emotion in Men and Animals", that human being was an animal and monkeys were his ancestors. This theory affected the biological, social and psychological sciences at that time. Many scientists followed this theory without any research. This theory was taught for many years but a time came when many scientists rejected this supposition and argumented that this philosophical thought is baseless and has no scientific proof.

Here I just mention the name of scientists/ biologists who rejected scientifically darwinism and Neo-darwinism.

1. Duane Gish
2. R. B. Gold Schmidt (Prof. of Biology)
3. Jerimy Rifkin : Algery, Middle Sex, Pen-guin, 1984.
4. C. H. Wadington
5. Pierre - Paul Grasse
6. Stefon. J. Gold
7. Prof. Gold Smidth
8. Prof. Mac Beth
9. Muller
10. Nilsun Heribert

THE KING OF NA'AT KINGDOM

In the poetry of religion and divinity,
Raza's is a big name.
In arousing the Prophet's true love,
He found an unprecedented fame.
His rhymes for all ages to come,
Not of only one age.
Arabic, Urdu, Persian, Indian,
Sublime and rich in each language.
He never praised any worldly king
For filling his belly or pocket,
Whenever, whatsoever, he did sing,
But for only his most beloved Prophet.
The Holy Quran and the Holy Hadith,
Indeed, his poetry's primary source.
Every couplet herald of the Prophet's respect,
And beacon for the Paradize course.
His pen always penned the Prophet's honour,
His every gesture abiding by the Prophet's order,
His tongue washed with the Kausar-water,
The Prophet's banner is to fly high, he would ever utter.
Poetry was not his profession,
He did not learn this art from anyone,
All the time, the Prophet's praise his mission,
This passion gifted him with poetic vision.
The priceless previlige of seeing the Prophet,
Being awoken, in the Prophet's masoleum,
Was favoured to Imam Ahmed Raza,
While chanting his Lord's encomium.
In Na'at kingdom, Raza is the King of Na'at,
Caring the most for matter, manner & sharia's limit,
In the whole galaxy of Na'at versifiers,
His mastery is peerless and infinite

By Saleem Ullah Jundran

Mo
suc
rea
sub
tell
nat
the
clos
Qur
Mec
lutic

The
Haz
ana
ern

cov
by C
boo
The
and
an a
cest

THE PROPHETS
ALSO HAVE TO FACE DEATH BUT...........

By : Imam Ahmad Raza Khan

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے　　مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

1. The Prophets also have to face death;
   But it is simply just a nominal death.

پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات　　مثل سابق وہی جسمانی ہے

2. After that moment they start living once more;
   Just as they had lived a physical life before.

روح تو سب کی ہے زندہ ان کا　　جسم پرنور بھی روحانی ہے

3. The soul of every human being enjoys immortality,
   The bodies of the Prophets also possess a spirituality

اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف　　ان کے اجسام کی کب ثانی ہے

4. Let other peoples' sould be refined to any degree;
   It can never stand in comparison with a Prophet's body.

پاؤں جس خاک پہ رکھ دیں وہ بھی　　روح ہے پاک ہے نورانی ہے

5. The dust, on which the Prophets set their foot or stroll;
   Attains a spirituality and becomes purer than the soul.

اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح　　اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے

6. A mortal man's wives alone can be legally re-married;
   Only his property can be inherited and carried.

یہ ہیں حی ابدی ان کو رضاؔ　　صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

7. O,Raza ! (The Prophets) enjoy a life of eternity;
   They die just to fulfil the Divine Decree.

The translation is by Professor G. D. Qureshi (may Allah be pleased with him)

tunity to express our deep sorrow for the sad demise of Allama Khushtar's younger brother and Director, Sunni Rizvi Society Mauritius branch, Maulana Mohammad Ayub (May Allah forgive him and grant him a high place in Heaven).

Prof. Saleemullah Jundran, Headmaster Govt. High School Dhunni Kalan, Mandi Baha-ud-din. He is well versed in English poetry as well. His Eulogy of Imam Ahmad Raza "The King of Na'at Kingdom" is also being presented in this section. We are sure that this will earn appreciation from all readers. "A Short Glimpse of Ahmad Raza" is the title of a short essay written on the personality of Imam Ahmad Raza and is being presented here with complement from the Magazine of Sunni Razavi Society, Mauritius.

Dr. Abd-un-Naeem Azizi, Director Raza Research Institute, Berielly, is a renowned research scholar and writer from Imam Ahmad Raza's own city, Berielly, India. He has written various articles in Urdu and English on the various aspects of Imam Ahmad Raza's multidimensional personality. The article in view "The Algebric work of Imam Ahmad Raza" has been written by him to show the glimpses of Ala Hazrat's mastery of Mathemetics and allied branches of the field.

Dr. Muhmmad Malik (M.B.B.S) is the founder of Raza Islamic Centre, Dera Ghazi Khan. He is specialised in writing research articles on Imam Ahmad Raza in relation to the later's mastery over subjects of physical sciences. In his article "Imam Ahmad Raza and Evolution Theory of Human Being" he has proved that Imam Ahmad Raza Khan is as well versed in the biological, social and psychological sciences as he was in other subjects of Islamic learning.

We express to all above writers our heartiest gratitude for their kind cooperation in sending their valued articles to us.

Lastly, we may make this very clear that every possible effort has been made to make this publication a memorable one. However any mistake is regreted and sincere comments and suggestions of our valued readers will be most well come. Please pray to Allah The Merciful for the prosperity of Idara-e-Tahqueeqat Imam Ahmad Raza and its better presentations in future. (Amen)

Syed Wajahat Rasool Qadri
(President)

The personality of Aala-hadhrat Imam Ahmad Raza Khan (May Allah bestow His Blessing upon him) may well be described as a savant, an omniscient whose calibre is difficult to match. One is really surprised and left only to praise Allah the Almighty when one learns that he had completed his academic curriculum when he was just 13 years 10 months and 4 days of age,

He was such a versatile person of learning of his age that besides having scholarly commands over all subject of Islamic Studies he had a mastery grasp over other subjects of modern science like Mathematics, Algebra, Geometry, Trigonometry, Geology, Physics, Chemistry, Trignometry, Logic, and several other subjects of modern sciences. The treasure of the writings and compilation left after him is the ample proof to this effect. He has left at least one book on each of such subjects. His intelligence was God-gifted. He himself described in his own written bibliography that 21 subject he has learnt from his father and 38 subjects he has mastered without any guidance and teaching from any teacher or mentor.

His exegetical skill makes him distinct from others who have translated and interpreted the Holy Quran.

His greatest service is that he illuminated the hearts of the Muslims with the love of the Holy Prophet (May peace and grace be upon him) through words and deeds, prose and poetry.

The aim and objective of this English section of Ma'arif-e-Raza Yearly Magazine is to convey the message and thoughts of this genius of the East to those people who understand communication through the medium of English language the world over.

This issue of 1999 commences with a piece of Eulogical Poetry (Na'at) composed by Imam Ahmad Raza and rendered into English by Late Mr. D. G. Qureshi (May Allah rest his soul in eternal peace) for which we are thankful to Allama Khushtr Siddiqui, the chairman Sunni Rizvi Society International, Mauritius. We also take this oppor-

IN THE NAME OF ALLAH THE MOST AFFECTIONATE THE MERCIFUL

IDARA-I-
TAHQEEQAT-E-
IMAM AHMAD RAZA (Regd)

25, 2nd Floor, Japan Mansion, Raza Chowk (Regal)
Saddar, Karachi-74400. P.O. Box 489 Karachi-74200
Phone : 7725150 - 7771219 Telegrams "ALMUKHTAR" (PAKISTAN)

فاتبعونی یحببکم اللہ

OBEY ME ALLAH WILL LOVE YOU

Ma' arif-e-Raza

Vol - XIX
1999

IDARA-I-
TAHQEEQAT-E-
IMAM AHMAD RAZA (Regd)

25, 2nd Floor, Japan Mansion, Raza Chowk (Regal)
Saddar, Karachi-74400. P.O. Box 489 Karachi-74200.
Phone: 7725150-7771219 Telegrams "ALMUKHTAR" (PAKISTAN)

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

OBEY ME ALLAH WILL LOVE YOU

Ma'arif-e-Raza

Vol - XIX
1999

IDARA-I-
TAHQEEQAT-E-
IMAM AHMAD RAZA (Regd)

25, 2nd Floor, Japan Mansion, Raza Chowk (Regal)
Saddar, Karachi-74400. P.O. Box 489 Karachi-74200.
Phone: 7725150-7771219 Telegrams "ALMUKHTAR" (PAKISTAN)